# اصلاح وتزکیہ
## کے
# پر اثر ارشادات

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

# اصلاح وتزکیہ
# کے
# پر اثر ارشادات

**افادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ**

**(مؤلف)**

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

**(خلیفہ ومجاز)**

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حاذق الامت حضرت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

**ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)**

## مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔


نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اصلاح وتزکیہ کے پراثر ارشادات

افادات:۔۔۔۔۔۔۔حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر و کتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔216

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔


## ملنے کے پتے

☆ خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

☆ قاری عبدالعلام صاحب نزد مدینہ مسجد پورانی سیماپوری (نئ دہلی)

☆ حضرت مولانا ریاض صاحب قاسمی پورانی سیماپوری (نئ دہلی)

☆ قاری مطیع الرحمان صاحب نزد مدینہ مسجد اتوار بازار اگر نگر مبارک پور (نئ دہلی)


KHANQUAH E ASHRAFIA
Maktaba Rahmat E Alam
Pali,Ghanshyampur
Dist Darbhanga,Bihar
Contact:
7654132008/ 7428151390
9674661519

# فہرست مضامین

عناوین صفحات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

ملفوظات ومواعظ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جمع وترتیب کا مبارک سلسلہ آپؒ کے اخلافِ صالحین اور عاشقین ومعتقدین کی محنتوں اور کوششوں سے آں ممدوح کے عہد زریں سے تاہنوز جاری ہے، فی زمانہ بھی محبین ومستفدین کی ایک جماعتِ اہلِ دل پیہم آپ کی تصنیفات وتالیفات کے نوک و پلک کو سنوارنے اور ان کی نشر واشاعت کی مہم میں مصروف ہے۔

میرے ناقص مطالعہ کے روشنی میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پردہ فرمانے کے بعد سلسلۂ چشتیہ کو سب سے زیادہ فروغ سلطان الہند حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہوا، آپؒ کے ملفوظات پر مشتمل ایک عدیم المثال اور منبع انوار وفیوض ''فوائد الفواد'' نامی کتاب اس قدر قبولیت وشہرت حاصل کرچکی ہے، کہ ۷ صدی کا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود آج بھی اس نے اپنی افادیت واہمیت کا سکہ خواص اور اہل علم کے قلوب میں قائم کر رکھا ہے، ہر دور کے عظیم وجلیل مصنفین نے اس کی عظمت وافادیت پر روشنی ڈالی ہے، ہر ایک کے دل میں اس کا اثر رہا ہے اور ہر ایک نے تصوف وطریقت کے باب میں اس کے مطالعہ واشتغال پر بڑی عقیدت واہمیت کے ساتھ زور دیا ہے، میرا خود ذاتی مطالعہ بتاتا ہے کہ اس میں مذکور ہر ملفوظ اور ہر واقعہ نور کثیر اور

ہدایت تامہ کی روشنی سے معمور ہے، قرآن وسنت کے بعد سب سے زیادہ جن واقعات نے میرے دل پر دیر پا اور دور رس اثر ڈالا وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ''فوائد الفواد'' کے عبرت آموز اور ہدایت بخش واقعات ہیں، فوائد الفواد کا ہر واقعہ دل پر اپنی چھاپ چھوڑتا چلا جاتا ہے، حضرت خواجہؒ کے بعد سلسلۂ چشتیہ میں یکے بعد دیگرے ہر صدی میں مصلحین ومجددین نے مختلف اسلوب اور مختلف نوعیت کے ملفوظات پیش فرمائے، مگر چودھویں صدی میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جب دور مبارک آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سلسلۂ چشتیہ کو ایک بار پھر اسی طرح فروغ واشاعت کی سعادت بخشی، جس کا دل نواز جلوہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں دیکھا گیا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ سات سو سال بعد پھر سلسلۂ چشتیہ کے فلک سے حکیم الامتؒ جیسا آفتاب تصوف وطریقت دوبارہ طلوع ہو گیا تو مبالغہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو میدان سلوک وطریقت کا امام اور مجتہد کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

اس لئے کہ تصوف کے اصول وفروع کا استقصاء کر کے جس طرح آپؒ نے عظیم اور مفصل کام کیا ہے شاید پچھلے عہدوں میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے، آپؒ کو اللہ نے طریقت کے قدیم وجدید کا حسین سنگم کے طور پر ظاہر فرمایا تھا، آپؒ نے اردو زبان میں اصلاح وارشاد اور طریقت پر ایسا اجتہادی کام کیا ہے کہ وہ صرف آپ کا ہی حصہ بن کر رہ گیا ہے، مجھے نہ صرف امید بلکہ اطمینان ویقین کلی ہے کہ صدیوں تک اہل طریقت آپؒ کی کتابوں سے استفادہ کرتے رہیں گے اور کسی بھی دور میں کسی کو کوئی مایوسی سے دوچار ہونا نہ پڑے گا، اسلئے کہ آپؒ نے طریقت کے کلیات وجزئیات سب کو قرآن وسنت کے دلائل سے مبرہن ومزین کر کے پیش کر دیا ہے۔

یوں تو ہر موضوع پر آپؒ کی بے نظیر اور مفید ومقبول کتابیں ہیں، مگر ملفوظات ومواعظ کے حوالہ سے اسلامی کتب خانہ میں آپؒ کے علوم وحکم اور فیوض وبرکات کا عظیم خزانہ موجود ہے، آپؒ کے تمام ملفوظات کی ایک امتیازی شان ہے، ہر ملفوظ سالک طریقت کیلئے آئینہ ہدایت ہے۔

غرض آپؒ کے ملفوظ میں جو انوار ہیں وہ وہی شخص محسوس کرسکتا ہے جس نے اس کا ذوق پایا ہو۔

ازیں قبل ناچیز کی چند کتابیں حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ وملفوظات پر مشتمل منظر عام پر آکر داد تحسین حاصل کرچکی ہیں، زیر نظر مجموعہ دراصل کسی صاحب نے ٹائپ کرواکر شائع کردیا تھا، مگر اس میں ٹائپنگ کی غلطیاں بہت تھیں اور مضامین میں بھی کمی بیشی ہوگئی تھی جن کو دیکھ کر نہایت کبیدہ خاطر ہوگیا اور پھر فیصلہ کرلیا کہ ان بے ترتیب وغیر واضح ملفوظات کو دوبارہ مرتب ومزین کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہئے، تاکہ سب کیلئے استفادہ آسان ہو، اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبولیت عطا فرمائے، مرتب اور معاونین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

۱۶/صفر المظفر بروز چہارشنبہ ۱۴۴۴ھ

مطابق ۱۴ ستمبر، ۲۰۲۲ء

## اللہ کا سچا بندہ کتے کو بھی ذلیل نہیں سمجھتا

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: جو سچے لوگ ہوتے ہیں کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے، کیونکہ جانتے ہیں کہ ؎

تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

ترجمہ: تا کہ محبوب کس کو چاہتا ہے اور اس کی توجہ کس کی طرف ہوتی ہے۔

وہ کتے کو بھی ذلیل نہیں سمجھتے یہ کسی کی نسبت یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ مقبول نہ ہوگا، ان کا مذہب یہ ہے کہ ؎

غافل مرو کہ مرکب مرداں زہد را
در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند

ترجمہ: غفلت کے ساتھ نہ چلو کہ زہد کے بہادروں کی سواریوں کے جنگل کے پتھریلے مقامات میں کوچیں کاٹ دی گئی ہیں۔ (یعنی اسباب زہد میں خلل پڑ جاتا ہے)

نومید ہم مباش کہ رنداں بادہ نوش
تا کہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

ترجمہ: لیکن کام میں لگے رہو نا امید بھی نہ ہو کیونکہ محبت الٰہی کی شراب پیتے رہنے والے اچانک ایک نعرہ سے منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ آگے حضرت فرماتے ہیں:

تو جن کا یہ مذہب ہو تو وہ کسی کو حقیر سمجھیں گے اور اگر کہے وہ کسی سے کہہ دیں گے اور وہ ہم کو ذلیل سمجھے گا تو یاد رکھو کہ وہ کسی سے نہ کہیں گے وہ خدا کا راز تو کہتے ہی نہیں جس کے ظاہر کرنے سے خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں، تمہارا راز کیا کسی سے کہیں گے جس کا اظہار تمہارے لئے مضر ہے۔

اہل اللہ کے احوال قلب پر حضرت نے ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا:

**واقعہ:**

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ خوب قوی اور تندرست موٹا تازہ ہے اور بھیک مانگتا ہے، انہوں نے اپنے دل میں اس پر طعن اور اعتراض کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی مردے کا گوشت کھانے کو کہتا ہے اور ان کے انکار پر کہتا ہے کہ تم نے آخر اس فقیر کی غیبت کر کے مردے کا گوشت کھایا نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے تو اس کو کچھ نہیں کہا جواب ملا کہ کیا غیبت دل میں نہیں ہوتی، بلکہ اول تو دل ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

**تشریح:** مرتب کہتا ہے کہ اہل اللہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ کمی پر بھی مواخذہ ہوتا ہے واقعہ مذکور میں دیکھ لیجئے۔صرف وسوسہ قلب کا صدور ہوا ہے (جو گناہ نہیں ہے) اس پر بھی گرفت ہوگئی ؎

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

عربی کا ایک شعر ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْكَلَامَ لَفِی الْفُؤَادِ وَاِنَّمَا

جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيْلاً

**ترجمہ:** اصل بات تو دل میں ہی ہوتی ہے زبان تو صرف دل کی حالت کو بتلاتی ہے۔

آپ بیدار ہو کر چلے معاف کرانے کیلئے ایک شخص نے آپ کو آتے دیکھ کر یہ آیت پڑھی:

**هو الذى يقبل التوبة عن عباده۔**

اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔اور پھر فرمایا کہ پھر بھی ایسا نہ کرنا تو یہ شخص بہت بڑا کامل تھا،غرض بزرگوں کی اس طرح اصلاح ہوتی رہتی ہے اس لئے وہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے بلکہ دنیا بھر سے اپنے ہی کو اذل وارذل (سب سے بڑا ذلیل وسب سے بڑا کمینہ) سمجھتے ہیں، حتی کہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ سمجھے (کہ ممکن ہے وہ مسلمان ہو کر پاک صاف ہو جائے) تو چونکہ وہ لوگ اپنے کو بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں اس لئے ان کے سامنے اپنے عیب کا ظاہر کر دینا کچھ مضائقہ نہیں۔

## کچھ لوگ جن کے دوسرے لوگ معتقد ہیں ایسے لوگ اور زیادہ تباہ ہوتے ہیں

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دوسرے لوگ بھی ان کے معتقد ہیں، ایسے لوگ اور بھی زیادہ تباہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پاس اپنے تقدس کی گویا دلیل بھی موجود ہوتی ہے، کہ جب اتنے لوگ ہم کو اچھا کہتے ہیں تو یقیناً ہم اچھے ہوں گے ہماری بالکل وہ حالت ہے۔

**حکایت:**

جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک مکتب کے لڑکوں نے اتفاق کیا کہ آج استاد صاحب سے چھٹی لینی چاہئے اور تو کوئی سبب نہ نکل سکا آخر اس پر رائے ٹھہری کہ جب استاد صاحب آئیں تو سب مل کر ان کی مزاج پرسی کرو اور ان کو بیمار بتلاؤ۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا، دو چار لڑکوں کو تو استاد صاحب نے جھڑک دیا، لیکن جب سب نے یہی کیا تو استاد صاحب کو بھی خیال ہوا، آخر سب کو گھر لے کر چلے گئے اور حکم کیا تم دہلیز پر بیٹھ کر پڑھو میں آرام کرتا ہوں، لڑکوں نے دیکھا کہ مقصود اب بھی حاصل نہ ہوا، آخر نہایت زور سے چلّا کر پڑھنا شروع کر دیا، استاد صاحب کو مصنوعی درد وغیرہ تو پیدا ہو ہی گیا تھا، چلّا کر پڑھنے سے اس میں واقعی ترقی ہونے لگی مجبور ہو کر سب کو چھوڑ دیا، جیسا وہ معلم لڑکوں کے کہنے سے بتلائے ہوئے وہم مرض جسمانی میں مبتلا ہو گیا تھا ہم سب معتقدین کے کہنے سے مبتلائے وہم مرض نفسانی یعنی

صاحب تقدس ہو گئے ہیں، لیکن بطور لطیفہ یہ بھی کہا جائے گا کہ ایسے لوگوں میں جہاں اپنے کو مقدس سمجھنے کا مرض ہے اس کے ساتھ یہ خوبی ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی مقدس سمجھتے ہیں کہ ان کے خیالات کو باوقعت جانتے ہیں تو خیر ان میں جہل کے ساتھ تو واضع بھی ہے، مگر یہ اعتقاد دوسروں کو اس بات میں سچا سمجھنے کا ایسا ہے جیسے۔

## حکایت:

کسی نائن نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ نتھ اتار کر منہ دھو رہی ہے نتھ اتری دیکھ کر فوراً اپنے شوہر کے پاس دوڑی گئی اور کہا کہ ہماری بیوی صاحبہ تو بیوہ ہوگئیں جلدی جا کر اس کے شوہر کو خبر کر۔ نائی صاحب فوراً اس بیوی کے شوہر کے پاس گیا اور کہا حضور آپ کیا بے فکر بیٹھے ہیں آپ کی بیوی صاحبہ بیوہ ہوگئیں۔ججمان صاحب نے رونا شروع کر دیا، گریہ وبکاء کی آواز سن کر دوست احباب جمع ہو گئے، سب پوچھا تو یہ لغو حرکت معلوم ہوئی، دوستوں نے کہا کہ بھائی جب تم زندہ ہو تو تمہاری بیوی رانڈ کیوں کر ہوگئیں آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں، لیکن یہ نائی نہایت معتبر شخص ہے یہ جھوٹ نہ بولے گا، یہی ہماری حالت ہے کہ اپنے گناہوں کا ہم کو علم ہے، اپنی حالت خوب جانتے ہیں لیکن محض اس وجہ سے کہ دوسرے لوگ ہم کو اچھا کہتے ہیں ہم بھی اپنے معتقد ہو گئے ہیں ،اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کا کوئی معتقد بھی نہیں، لیکن وہ پھر بھی اپنے معتقد ہیں تو چونکہ تقدس کا یقین اپنے اوپر ہے، اس لئے اگر کوئی مصیبت گرتی ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ کیوں ہم پکڑے گئے، صاحبو! ہم کو تو نہ پکڑے جانے پر تعجب ہونا چاہئے جو شخص روزانہ ڈکیتی ڈالتا ہو اگر چھ ماہ تک بچا رہے تو تعجب اور اگر گرفتا ہو جائے تو کچھ بھی تعجب نہیں، ہم لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جن گناہوں پر مؤاخذہ نہیں ہوا ان سے خدا تعالیٰ راضی ہو گئے، چنانچہ جب مصیبت کے وقت التفات کرتے ہیں تو نئے گناہوں کو دیکھتے ہیں۔

## فرعون کو چارسو سال کی مہلت دی گئی اس عرصہ میں کبھی سر میں درد نہ ہوا موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء چالیس سال بعد قبول ہوئی

فرمایا: یہ کچھ ضروری نہیں کہ اگر گناہ آج کیا ہوتو آج ہی مؤاخذہ بھی ہو دیکھئے اگر کوئی شخص کچی مٹھائی کھالے تو عادۃً ، پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں ،لیکن یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس روز کھایا ہے اسی روز نکلنے لگیں گے ،فرعون نے چارسو برس تک خدا کا دعویٰ کیا ،لیکن کبھی سر میں درد بھی نہیں ہوا اور پکڑا گیا تو اس طرح کہ ہلاک ہی کردیا گیا۔خدا تعالیٰ کے یہاں ہر کام حکمت سے ہوتا ہے ،کبھی ہاتھ در ہاتھ سزا مل جاتی ہے اور کبھی مدت کے بعد گرفتاری ہوتی ہے ،علی ھذا نیکیوں میں بھی ہاتھ در ہاتھ جزا دے دی جاتی ہے کبھی توقف ہوتا ہے ، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کیلئے بددعاء کی اور وہ قبول بھی ہوگئی ، چنانچہ ارشاد ہوا :قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا۔لیکن باوجود دعاء قبول ہوجانے کے اسی وقت اس پر اثر مرتب نہیں ہوا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ :فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ ۔کہ تم دونوں مرتب اثر میں جلدی نہ کرنا کہ یہ نادانوں کا طریقہ ہے ، بلکہ استقامت اور استقلال سے کام لینا حتی کہ چالیس برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتظار کیا اور اس کے بعد فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوئی ،ان دونوں واقعہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ نہ کسی جرم پر فوراً اثر مرتب ہونا ضروری ہے ، نہ نیکی پر چنانچہ فرعون کو چارسو برس مہلت دی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس برس تک منتظر رکھا گیا اور جب یہ ہے تو اگر کبھی جرم کی فوراً سزا نہ ملی تو اس کی نسبت یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس جرم سے خدا تعالیٰ ناخوش نہیں ہوئے یا یہ جرم قابل سزا و گرفت نہ تھا یا ہم کو معاف کردیا گیا۔

## جب ارادہ ہوتا ہے کام بھی ضرور پورا ہوجاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام جب ارادہ کر کے زلیخہ سے بھاگے تو محل کے سات دروازے کھلتے چلے گئے جس دروازے پر آپ پہنچتے قفل ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ خود بخود کھل جاتا

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے، مگر یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ تمنا دوسری چیز ہے ارادہ دوسری چیز ہے۔

ایک مرتبہ دو شخص حج کو جانے کی بابت تذکرہ کررہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے، میں نے کہا کہ صاحب یہ بالکل غلط ہے اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے۔

ہاں تو یوں کہتے کہ تمنا ہر مسلمان کی ہے، سو نری تمنا سے کام نہیں چلتا۔ ارادہ کہتے ہیں سامان کو مہیا کرنے کو، مثلاً ایک شخص زراعت تو کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا کوئی سامان مہیا نہیں کرتا اور ایک شخص اس کا سامان بھی جمع کر رہا ہے تو پہلے شخص کو متمنی اور دوسرے کو مرید کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر دو شخص جامع مسجد پہنچنا چاہیں مگر ایک تو اپنی جگہ بیٹھا ہوا تمنا ظاہر کئے جائے اور ایک شخص چلنا شروع کردے تو دوسرے کو مرید کہیں گے اور پہلے کو متمنی۔ تو جب ارادہ ہوتا ہے تو کام بھی ضرور پورا ہوجاتا ہے۔

اگر کسی وجہ سے خود قدرت نہیں ہوتی تو کوئی رہبر مل جاتا ہے جو معین ہو کر کام پورا کردیتا ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ **السعی منّی و الاتمام من اللہ**۔

میری طرف سے کوشش کرنا ہے اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے، بس کام شروع کر دینا چاہئے خدا تعالیٰ خود مدد کریں گے اور کام پورا ہو جائے گا، میں ایک عالی ہمتی کی حکایت آپ کو سناتا ہوں۔

**حکایت :**

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے بلایا ہے تو جس مکان میں ان کو لے کر گئی ہے تو یکے بعد دیگرے سات حصے ان کے مکان کے تھے، غرض مقفّل تھا، اور قفل بھی ہر حصے کا نہایت مضبوط تھے، غرض پورا سامان کیا گیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام باہر نکل کر نہ جاسکیں آخر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواہش کا اظہار کیا، دھمکی بھی دی، لجاجت بھی کی لیکن عصمت نبوت کے سامنے ایک بھی نہ چلی۔ واقعی یوسف علیہ السلام کا کام تھا کہ اس مصیبت میں بھی ان کو اتنا قوی توکل رہا جو آگے معلوم ہوگا، آپ نے دیکھا کہ مکان سب مقفل ہیں نکلنے کی کوئی صورت بظاہر نہیں مگر ساتھ ہی قوت توکل نے ہمت دلائی کہ مجھ کو اپنا کام تو کرنا چاہئے، خدا تعالیٰ ضرور مدد کریں گے، چنانچہ آپ نے وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور زلیخا آپ کے پیچھے ہوگئی، لکھا ہے کہ جس دروازے پر آپ پہنچے تھے قفل ٹوٹ کر گر جاتا تھا اور دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

کہ اگرچہ قصر عالم میں کوئی دروازہ نظر نہیں آتا کہ اس سے نکل کر تم نفس وشیطان کے پھندے سے بچ سکو، لیکن مایوس پھر بھی نہ ہونا چاہئے، حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑنا چاہئے، پھر دیکھئے دروازہ پیدا ہوتا ہے کہ نہیں۔

## نری پیری مریدی میں کچھ نہیں رکھا اصل کام خود چلنا ہے

مرتب کہتا ہے کہ: ذیل کا ملفوظ ان تمام مریدین کے ہوش ٹھکانے لگانے کیلئے کافی ہے، جو خیال رکھتے ہیں یا جن کا نظریہ یہ ہے کہ وہ کچھ نہ کریں، عمل کم کریں، یا زیادہ کریں یا پابندی کریں، یا ناغہ کریں ان کو ان باتوں سے کیا لینا دینا ہے، بس پیر صاحب کی دعاء اور توجہ سے ہمارا کام ہوتا رہے مرادیں پوری ہوتی رہیں، ہر بلاء سے ہماری حفاظت بھی ہوتی رہے، عزت بھی مل جائے اور جنت میں داخلہ کی سند بھی مل جائے، اگر یہ باتیں ہمیں حاصل ہو جائیں تو پیر صحیح اور سچا ہے، ورنہ وہ بیکار ہے، پھر کوئی اور ہی پیر ڈھونڈا جائے، یادرکھئے اس طرح کا نظریہ بالکل جہل اور طریقت سے ناواقفی کی علامت ہے، دنیا میں جو بھی خدا کا عاشق بنا ہے وہ مجاہدے سے ہی بنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے لیکر آج تک جتنے بھی مشہور اولیاء اللہ گزرے ہیں سب مجاہدہ کے راستہ سے خدا کے محبوب ومقبول بندوں میں شامل ہوئے ہیں، الا ماشاء اللہ ہزاروں لاکھوں میں سے کسی شخص کو خدا نے بغیر مجاہدے کے ولی اللہ بنا دیا ہے، تو اس کا کوئی شمار نہیں، یہ خدا کی مطلق خدائی وقدرت واختیار کا معاملہ ہے کہ کسی کو بغیر مجاہدے کے ہی عطا فرمادے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

ہم ہدایت کے تمام راستے اسی کو دکھائیں گے اور بتائیں گے جو مجاہدہ کرے گا، لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ مَا سَعٰى انسان کو اتنی کامیابی ملے گی جتنی کہ اس نے کوشش کی ہوگی، انسان کو اتنا ہی پھل ملے گا جتنی کہ اس نے کھیتی کی ہوگی، یہ صریح الدلالت ہے کہ بغیر مجاہدے کے انسان منزل مقصود ومطلوب تک نہیں پہنچے گا۔ لہذا حکیم الامتؒ کا ذیل کا ملفوظ پڑھ کر سبق لیجئے۔

فرمایا: لوگ جو آجکل نری پیری مریدی کو اصل کام سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے، نری پیری مریدی میں کچھ نہیں رکھا، اصل کام خود ''چلنا'' ہے، اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑ لینا اگرچہ مرید کسی سے بھی نہ ہو میرا مطلب یہ نہیں کہ سلسلہ میں داخل ہونے کے برکات کچھ بھی نہیں ہیں، اس کے برکات ضرور ہیں، لیکن اسی کو اصل الاصول سمجھنا بڑی غلطی ہے، آجکل اس پیری مریدی کے متعلق وہ جہل پھیلا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ۔

## حکایت:

میرے ایک دوست بیان کرتے تھے ایک دنیادار پیر صاحب کسی گاؤں میں پہنچے اتفاق سے بہت ہی نحیف ہورہے تھے، مریدوں نے پوچھا پیر تم اس قدر ضعیف کیوں ہو، پیر صاحب نے جواب دیا ظالموں تمہیں میرے ضعف کی خبر نہیں، دیکھو میں اپنا کام بھی کرتا ہوں اور تمہارا بھی، تم نماز نہیں پڑھتے میں تمہاری طرف سے نماز پڑھتا ہوں، تم روزہ نہیں رکھتے میں تمہاری طرف سے روزہ رکھتا ہوں، اور سب سے بڑی مشقت یہ ہے کہ سب کی طرف سے پل صراط پر چلنا ہوگا، جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے، بس ان فکروں نے لاغر کر دیا، مریدین یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ایک گوجر نے خوش ہوکر کہا کہ پیر میں نے تجھے اپنا مونجی کا کھیت بخش دیا، پیر کو خیال ہوا کہ دیہاتی لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اسی وقت چل کر قبضہ کر لینا چاہئے، کہا بھائی ابھی چل کر دے دو، چنانچہ وہ گوجر ساتھ ہولیا، راستے میں اتفاق سے کسی ڈول سے پیر صاحب کا پیر پھسل گیا اور گر گئے گرنے کے ساتھ ہی اس گوجر نے ایک لات رسید کی اور کہا کہ تو جب اتنی چوڑی منڈیر پر نہیں چل سکا تو پل صراط پر کس طرح چلے گا، تو جھوٹا ہے جا ہم تجھے اپنا کھیت نہیں دیتے، تو صاحبو! سچ بات یہی ہے کہ کام اپنے ہی کئے سے ہوتا ہے، کسی دوسرے کے کئے سے کوئی کام نہیں ہوتا اور میں کہتا ہوں کہ کسی دوسرے کے

کرنے سے کام ہو جاتا ہے، اور اپنے کرنے کی ضرورت نہیں رہتی تو اس کی کیا وجہ کہ یہ قاعدہ دین ہی کے کاموں میں برتا جائے، دنیا کے کاموں سے بھی کیوں ہاتھ نہیں اٹھا لیا جاتا اور ان کو بھی کیوں پیر صاحب کے بھروسے پر نہیں چھوڑ دیا جاتا، بس نہ کھاؤ، نہ پیو، نہ کھیتی کرو، سب کام تمہاری طرف سے پیر ہی کر لیا کریں گے، انہیں کے کھانے سے تمہارا پیٹ بھر جائے گا، انہیں کے پینے سے تمہیں تسکین ہو جائے گی، افسوس ان کاموں میں تو اس قاعدے پر عمل نہیں کیا گیا، بلکہ اپنے کرنے کو ضروری سمجھا گیا، اور دین کے کام کو اس قدر سستا اور بے وقعت سمجھا گیا کہ اس قسم کے قاعدے برتے گئے، اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔

اودھ میں ایک پیر تھے کہ وہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، ان کے مرید کہا کرتے تھے کہ وہ ''مکہ'' جا کر نماز پڑھتے ہیں میرے ایک دوست نے سن کر کہا کہ صاحب اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز کیلئے تو ''مکہ'' کو اختیار کیا جائے، اور کھانے ہگنے کیلئے ہندوستان کو، اگر نماز وہاں پڑھی جاتی ہے تو کھانا، ہگنا بھی وہیں ہونا چاہئے، اور اگر یہ ہندوستان میں ہوتا ہے تو نماز بھی ہندوستان میں ہونی چاہئے کیونکہ ہندوستان بم، پولیس نہیں ہے اور اپنے اس قاعدے میں کہ سب پیر ہی کر لیں گے، غور کر کے دیکھو اس کا حاصل تو یہ ہے کہ گویا پیر تمہارے کمیں ہیں کہ گناہ تم کرو اور پیر اس کو اٹھائیں، یاد رکھو پیر صرف رستہ بتلانے کیلئے ہیں، کام کرنے کیلئے نہیں، کام تم کو خود کرنا چاہئے۔

## جو لوگ اپنے بوتے پر کام کرتے ہیں ان کی حالت ساری عمر یکساں رہتی ہے

مرتب کہتا ہے ہے کہ یہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کا بیج بو کر سالک کے قلب میں شیخ ایمان وایقان کا سدا بہار درخت لگانے کی انتھک کوشش کرتا رہتا ہے، مگر یہ قیمتی نعمت خال خال کسی کسی کو

ملتی ہے، خدا تمام سالکین کو یہ نعمت عطا فرمائے، کیونکہ اس کے بغیر منزل پر پہنچنا نہایت ہی مشکل ہے، ذیل کا حضرتؒ کا ملفوظ پڑھئے۔

فرمایا: اور جو لوگ اپنے بوتہ پر کام کرتے ہیں ان کی حالت ساری عمر یکساں رہتی ہے، البتہ ان میں شور وغل، اچھل کود نہیں ہوتی اور نہ یہ مطلوب ہے، دیکھو اگر کوئی بچہ کی تربیت کرنا چاہے تو طریقہ اس کا یہ ہے کہ اس کو تھوڑا کھلائے وہ جزو بدن ہو اور اس سے نشو ونما پیدا ہو، اسی طرح شیخ کامل بھی ایک ہی دن سب کچھ نہیں بھر دیتا، کیونکہ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ طالب کو حالات کا ہیضہ ہو اور ایک ہی دن میں خاتمہ ہو جائے، بلکہ وہ بتدریج (درجہ بدرجہ) اس کو آگے کو بڑھاتا ہے اور جو لوگ اناڑی ہیں اور طریق تربیت سے ناواقف و ناآشناں ہیں ایک دم میں بھر دینا چاہتے ہیں، ایسے لوگوں کو عوام الناس بہت بزرگ سمجھتے ہیں، حالانکہ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے دنیا بھر کے تعلقات اس سے چھوٹ جاتے ہیں، نہ بیوی کے کام کے رہتا ہے، نہ بچوں کے، اور یہ کمال نہیں بلکہ نقص ہے ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں ایک عام عنوان فرماتے ہیں: **وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ** (اور قطع کرتے ہیں ان تعلقات کو حکم دیا ہے اللہ نے ان کو وابستہ رہنے کا۔)

افسوس آج اسی کو کمال سمجھا جاتا ہے، اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا بزرگ ہے، دیکھئے اولاد کو منہ بھی نہیں لگاتے، بیوی تک کو نہیں پوچھتے، ہر وقت قرب خداوندی میں غرق رہتے ہیں، صاحبو! کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قرب میں زیادہ ہو سکتا ہے، کبھی نہیں پھر دیکھ لیجئے حضور ﷺ کی حالت کیا تھی، آپ ازواج مطہرات کے حقوق بھی ادا فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو پیار کر رہے تھے، اور ایک نجد کے رئیس پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دس بیٹے ہیں، میں نے تو آج تک کسی ایک کو بھی کبھی پیار نہیں کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ نے تیرے دل میں سے رحم نکال لیا ہو تو اس کو میں کیا کروں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا**۔ جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

اس واقعہ سے پورا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اور مرضی کا ہو گیا ہوگا، پس یہ جوش اور مستی یا ترک تعلقات (جن کا باقی رکھنا واجب ہے) واجبۃ البقاء بزرگی نہیں ہوسکتا، اور اگر اس کا نام بزرگی ہے تو نشہ شراب اور حالت جنون میں بھی بزرگی ہے، کیونکہ ان دونوں میں یہ بات خوب حاصل ہو جاتی ہے۔

## پیر صاحب آپ غیبت نہ سنیں

مرتب سلف صالحین کے قدموں کی گرد بھی نہیں، اور موجودہ مشائخ کا ادنیٰ ترین غلاموں میں شمار ہونے کی تمنا رکھتا ہے، اسی محبت کی بناء پر مرشدین کرام سے خیر خواہانہ التماس کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ذیل کے ملفوظ کی عملی طور پر قدر کی جائے تا کہ آپ کی نورانی محفلیں عام ظلمتوں سے دوچار نہ ہوں، اللہ تعالیٰ مرتب کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، مذکورہ بالا عنوان حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے قلب مبارک کا دردانگیز پیغام ہے اسی لئے میں نے یہ عنوان قائم کیا۔

فرمایا: جو لوگ مقتداء ہیں وہ اس کی زیادہ فکر کریں، کیونکہ مقتداء کو تو غیبت کرنے کی نوبت کم آتی ہے اور یہ لوگ چونکہ مرجع الخلائق ہوتے ہیں اس لئے ان کو غیبت سننے کی بھی بہت نوبت آتی ہے، سینکڑوں آدمی ان کے پاس آتے ہیں، اور ہر شخص یہی تحفہ (غیبت کی بات) لاتا ہے اور یہ اس تحفہ کو قبول کرتے ہیں، ہاں جو عاقل ہوتے ہیں وہ ایسے لوگوں کا علاج بھی کرتے ہیں۔

**حکایت:** حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو بس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔

## صرف بزرگوں کی توجہ سے کام نہیں چلے گا، بلکہ آپ کو خود بھی کچھ کرنا پڑے گا

فرمایا: اور جو بزرگوں کی توجہ کے امیدوار بیٹھے ہیں ان سے کوئی یہ تو پوچھے کہ کیا ان بزرگوں کو بھی نری توجہ سے سب کچھ حاصل ہو گیا تھا، یا ان کو کچھ کرنا پڑا تھا، اگر ان کو کچھ خود بھی کرنا پڑا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تم کو نری توجہ سے حاصل ہو جائے اور بزرگوں کی توجہ سے انکار نہیں، بیشک بزرگوں کی توجہ سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے، لیکن اس توجہ کے اثر کیلئے "محل قابل" کی بھی ضرورت ہے۔

دیکھو اگر کھیتی کرنا چاہو تو زمین میں تخم ریزی کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن وہ تخم ریزی اس وقت کارآمد ہوتی ہے جبکہ زمین بنجر نہ ہو، ورنہ تخم بھی ہوتا ہے اور محنت اور جانکاری بھی رائگاں جاتی ہے، پس اول قابلیت پیدا کرو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول ارادہ کرو۔

## مرشد کی توجہ سے جو کیفیت حاصل ہوتی ہے، اگر خود کچھ نہ کیا جائے تو یہ کیفیت باقی بھی نہیں رہتی

فرمایا: اس تقریر پر شاید اہل فن کو یہ شبہ ہو کہ بعض مرتبہ مرشد کی توجہ سے طالب کے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو کہ خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی، سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس کیفیت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اگر خود کچھ نہ کیا جائے تو یہ کیفیت باقی بھی نہیں رہتی، اس کیفیت کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے جیسے آپ کے سامنے بیٹھنے سے بدن کا گرم ہو جانا، لیکن یہ گرمی باقی نہیں رہتی، آگ کے سامنے سے ہٹ کر ہوا لگی کہ بدن میں ٹھنڈک پیدا ہوئی، اسی طرح اس کیفیت میں بھی تیر سے جدا ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔

حکایت:

ایک بزرگ نے اپنے ہم عصر بزرگ سے کہا کہ تم اپنے مریدوں سے محنت لیتے ہو، اور ہم نہیں لیتے، انہوں نے یہ سن کر اپنے ایک مرید سے کہا کہ تم ذرا ان کے مرید سے مصافحہ تو کرو، مصافحہ کرنا تھا کہ وہ کم محنت مرید خالی رہ گئے، پیر نے ان سے کہا کہ دیکھا نتیجہ محنت نہ کرنے کا، اب تم ہمارے کسی مرید کو تو اس طرح کورا کر دو، بات یہ ہے کہ اپنی کمائی کی قدر بھی خوب ہوتی ہے اور مفت کی چیز کی کچھ قدر نہیں ہوتی ؎

ہر کہ ارزاں خرد ارزاں دہد

گوہرے طفلے بقرص نان دہد

ترجمہ: جو شخص سستا خریدتا ہے، سستا دیتا ہے ایک بچہ موتی کو روئی کی ٹکیہ کے بدلہ میں دے دیتا

ہے، مشہور ہے کہ ایک شخص ادھوڑ کا جوتا دوشالے سے جھاڑ رہا تھا، لوگوں نے اس سے سبب پوچھا تو کہا کہ دوشالہ تو میرے والد کی کمائی کا ہے، اور جوتا میری کمائی کا ہے۔

## حافظ شیرازیؒ کو سینے سے لگا کر نجم الدین کبریٰ نے فیض دیا تھا، مگر مجاہدہ تو ان کو بھی کرنا پڑا تھا

فرمایا: نظر وتوجہ سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ راہ پر لگا دیا جائے، آگے جو کچھ ہوتا ہے ''اپنے کرنے سے ہوتا ہے''۔

### حکایت:

چناچہ حافظ شیرازیؒ کی بابت سنا ہے کہ بڑے امیر زادہ اور نظر کردہ ہیں، ان کی حالت یہ تھی کہ متوحشانہ جنگلوں میں پھرا کرتے تھے، ان کے والدان کو نکما بیکار سمجھا کرتے تھے، حضرت نجم الدین کبریؒ کو مکشوف ہوا کہ فلاں مقام پر فلاں رئیس کا ایک لڑکا ہے، اس کی تربیت کر، حضرت نجم الدین کبریؒ تشریف لائے، حافظ شیرازیؒ کے والد نے نہایت تعظیم وتکریم سے مہمان کیا اور عرض کیا کہ کیسے تکلیف کی انہوں نے کہا کہ اپنے بیٹوں کو جمع کرو، چنانچہ انہوں نے حافظ کے سوی سب بیٹوں کو بلا کر پیش کیا، آپ نے سب کو دیکھا اور فرمایا کہ: ان کے سوا کوئی اور لڑکا نہیں، حافظ کے والد حافظ کو کالعدم کہتے تھے، اسلئے جواب دیا کہ اور کوئی نہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک اور ہے مجھے معلوم ہوا ہے اور وہ ان میں معلوم نہیں ہوتا، تب انہوں نے کہا کہ ایک اور ہے، مگر نہایت آوارہ جنگلوں میں پھرتا ہے، حضرت نجم الدینؒ نے فرمایا کہ ہاں اسی کی ضرورت ہے حافظؒ کے والد کو بڑا تعجب ہوا کہ اس دیوانے سے حضرت کو کونسا کام ہوگا، اور یہ خبر نہ تھی ؎

کہ اب چشمہ حیوا ان درون تاریکجا ست

ترجمہ: ہمیشہ کی زندگی کے چشمہ کا پانی تاریکی میں ہے۔

چنانچہ تلاش کے بعد حافظؒ چلے وحشی خاک آلودہ اور ان کو حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے سامنے پیش کیا گیا، حافظؒ نے جب حضرت کی صورت دیکھی تو بے اختیار زبان سے نکلا ؎

آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشہ چشمے بہا کنند

دروم نہفتہ بہ زطبیباں مدعی

باشد کہ ازخزانہ عیش دوا کنند

ترجمہ: وہ لوگ کہ مٹی کو ایک نظر میں کیمیا (سونا) بنا دیتے ہیں کیا ہوسکتا ہے کہ نظر مبارک کا ایک کنارا ہمارے طرف بھی کردیں، میرا درد دعویدار طبیبوں سے تو چھپا رہنا ہی بہتر ہے، ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ ہی غیب کے خزانہ سے اس کی دواء کردیں۔

آپ نے سینے سے لگا کر فرمایا کہ یہ تو نظر کردم۔

حضرت نجم الدین کبریٰؒ بہت بڑے شخص ہیں ان کا انتقال اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ انہوں کسی کو کوئی شعر پڑھتے سنا کہ اس کا ایک مصرعہ یہ تھا کہ ؎

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ

افسوس محبوب جان طلب کررہا ہے اور کوئی نہیں سنتا، اور فرمایا کہ جاں دادم جاں دادم اور اس میں انتقال ہوگیا۔

غرض حافظ کو سینے سے لگا کر انہوں فیض دیا، لیکن وہ فیض کافی نہیں ہوا، بلکہ اس کے بعد یا اس سے قبل مجاہدے کی بھی ضرورت ہوئی، یہ دوسری بات ہے کہ قابلیت تامہ کی وجہ سے زیادہ مجاہدہ کی ضرورت نہ ہوئی ہو۔

## مجاہدہ پر بھی جو کچھ ملتا ہے وہ بھی فضل ہے

فرمایا: اور کرنے پر بھی جو کچھ ملتا ہے وہ محض فضل ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں ہے، مگر عادت اکثر یوں جاری ہے کہ جو ادھر توجہ کرتا ہے، خدا تعالیٰ اس کو بہت کچھ دیتے ہیں: من تقرب الیہ شبرا تقربت الیہ ذراعا ۔ کے یہی معنی ہیں، تو صاحبو! کیا یہ بات کچھ کم ہے کہ کام پیسے کا کیا جائے اور ملے ایک اشرفی ۔

خد کے یابد ایں چنیں بازارا
کہ بیک گل می خری گلزاررا

کہہ دیا تو ایک پھول اور اس کے عوض مل گیا ایک باغ۔

خوب کہا ہے:

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ درد ہمت نیا بد آں دہد

کہ آدھی جان لیکر سینکڑوں جانیں دیتے ہیں، غرض یہ ہے کہ جو تدبیر کرنے کی ہے لوگ اسے نہیں کرتے صرف ناتمام تدابیر پر اکتفا کرتے ہیں، حالانکہ تدبیر پوری کرنی چاہیے، تب فائدہ مرتب ہوتا ہے۔

## مولویوں سے اللہ کے احکام اور اہل طریقت سے اللہ کا نام پوچھئے، دنیا کی فرمائش کسی سے نہ کیجئے

فرمایا: محض دنیا کو ہی نصب العین بنا کر اہل اللہ سے راہ ورسم پیدا نہ کرنا چاہیے، مثلاً بعض

لوگ اہل اللہ سے اسلئے ملتے ہیں کہ ان کی ملاقات بڑے لوگوں سے ہے، ان کے ذریعہ سے ہمارے کام نکلیں گے، یا بعضے لوگ تعویذ گنڈوں کیلئے ملتے ہیں، حالانکہ اہل اللہ سے اس قسم کا کام لینے کی ایسی مثال ہے کہ کسی سنار سے کھرپا بنانے یا لوہار سے زیور بنانے کی فرمائش کی جائے، بعض لوگ مشورہ لیا کرتے ہیں کہ ہم کس قسم کی تجارت کریں، اناج کی تجارت کریں یا کپڑے کی خدا جانے یہ لوگ اہل اللہ کو خدا تعالیٰ کا سررشتہ دار سمجھتے ہیں کہ ان کا بتلانا خدا کا بتلانا ہوگا اور جب خدا بتلادے گا تو اس کام میں ضرور نفع ہوگا، یا خدا کا رازدار سمجھتے ہیں کہ یہ خدا سے مشورہ کر کے بتلائیں گے۔

صاحبو! اس دربار میں انبیاء کا پتہ بھی پانی ہوتا ہے، دوسروں کی تو کیا مجال ہے ؎

نیست سلطانی مسلم مر د را
نیست کس راز ہر چون و چرا

ترجمہ: بادشاہت صرف انہی کیلئے تسلیم کی ہوتی ہے، کسی کا پتہ نہیں کہ یہ کیوں ہے کس لئے ہے؟

فرماتے ہیں: قُلْ فَمَنْ يَّمْلِکُ مِنَ اللهِ شَيئاً اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِکَ الْمَسِيْحَ ابْنُ مَرْيَم وِ اُمَّهُ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعا۔ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر کس کا بس چل سکتا ہے، اللہ کے آگے اگر وہ ارادہ کرلیں مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ اور جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب کو ہلاک کردیں، تو انبیاء کی نسبت جب یہ کہا جارہا ہے تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے مجھ سے یاد نہیں رہا کوئی دنیوی فرمائش کی، میں نے کہا یہ کام مجھ کو نہیں آتا، کہنے لگے اللہ والوں کو سب آتا ہے، میں نے کہا اگر سب کچھ آتا ہے تو کل ایک چارپائی بھی لے آنا کہ اسے بن دیجئے، غرض مولویوں صرف اللہ تعالیٰ کے احکام پوچھئے اور اہل طریقت سے اللہ تعالیٰ کا نام پوچھئے، دنیا کی فرمائش کسی سے نہ کیجئے، ہاں دنیا کیلئے دعاء کرانے کا مضائقہ نہیں، لیکن کاموں میں کسی قسم کا دخل سمجھنا سخت غلطی ہے۔

## خود بھی خوب کوشش کر کے دعاء کیا کرو اور بزرگوں سے بھی دعاء کرواؤ

فرمایا: دعاء کے متعلق بھی یہ نہ کرو کہ صرف ان پر ہی ڈال دو بلکہ تم خود بھی اپنے لئے دعاء کرو اور بزرگوں سے بھی دعاء کراؤ، ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں اس قابل ہی نہیں کہ خود دعاء کروں ء میں نے کہا کلمہ بھی پڑھتے ہو یا نہیں، کہنے لگے کہ پڑھتا ہوں میں نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تم کلمہ پڑھنے کے قابل تو ہو دعاء کرنے کے قابل نہیں، شیطان کی شرارت ہے کہ دل میں یوں ڈالتا ہے کہ دعاء کے قابل سمجھنا تواضع ہے۔

ایک صاحب نے فرمائش کی تھی کہ تم ہی استخارہ دیکھ دو، غرض اپنے اوپر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، سب کو دوسرے ہی کر دیں، مجھے پھر یاد آتا ہے کہ کھانے میں کبھی یہ نہ سوجھا کہ بزرگوں سے کہتے کہ آپ ہی کھا لیا کیجئے، ہمارے کھانے کی ضرورت نہیں۔

تو خلاصہ تدبیر کا یہ ہے کہ کام دین کا خود کرو اور بزرگوں سے اس میں صلاح مشورہ لیتے رہو۔

## یاد رکھو: مرتے دم تک عبادت کرنی پڑے گی کیونکہ تمہیں جنم روگ لگا ہے

فرمایا: عمر بھر اسی تدبیر (عبادت میں) لگے رہو یہ نہ کرو کہ چار دن کیا اور چھوڑ دیا، کیونکہ ہم کو تو جنم روگ لگا ہے، اس کیلئے عمر بھر کی ضرورت ہے، عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اندریں ره می تراوی خراش
تادم آخروے نازع مباش

تادم آخروے آخر بود
کہ عنایت یاتو صاحب سر بود

ترجمہ: اس راستے کی کاٹ چھیل کرتے ہی رہو یعنی چلتے رہو، آخری دم تک ایک منٹ کو بھی بیکار مت بیٹھو، آخری دم تک آخری سانس ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی عنیات تمہارے لئے رازدار بن جائے۔

## انسان اور جن بمنزل غلام کے ہیں اور دوسری مخلوقات مثل نوکر کے ہیں

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: عبدیت کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک تحقیق بیاں کرتا ہوں، فرمایا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن۔ نہیں پیدا کیا انسان اور جن کو مگر عبادت کرنے کے واسطے، تو باوجود اس کے کہ ملائکہ اور حیوانات، جمادات، نباتات جواہر واعراض سب کے سب عبادت میں مصروف ہیں، جیسا کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے بارہ میں ارشاد ہے: يُسَبِّحُوْنَ اللَّيلَ وَالنَّهَارَ لَايَفْتَرُوْن۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کتے ہیں، رات میں اور دن میں اور تھکتے نہیں۔

حیوانات وغیرہ کے بارہ میں فرماتے ہیں: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ نہیں کوئی چیز مگر اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، اس کی تعریف کے ساتھ لیکن تم ان کے بیان کرنے کو سمجھتے نہیں۔

ان کے علاوہ اور متعدد آیات سے ہر اک چیز کا عبادت میں مشغول ہونا معلوم ہوتا ہے، پھر انسان اور جن کی تخصیص عبدیت میں کیوں فرمائی گئی، فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ ایک تو نوکر ہوتا ہے اور ایک غلام ہوتا ہے، نوکر کی خدمات ہمیشہ معین ہوا کرتی ہیں، یعنی اگرچہ کتنے ہی مختلف کام نوکر سے

لئے جائیں، لیکن کوئی کام ایسا ضرور ہوتا ہے کہ نوکر جس میں عذر کرے اور کہہ دے کہ میں اس کام کیلئے نہیں ہوں، مثلاً اگر کوئی شخص اپنے نوکر سے کہنے لگے تم بہتر کام بھی کیا کرتو وہ ہرگز منظور نہیں کرے گا، اور عذر کردے گا، علیٰ ھذا اور سب سے کام ایسے نکلیں گے جن میں نوکر کی حاجت سے عذر ہوگا، بلکہ اولاد بھی جن پر نوکر سے زیادہ قبضہ اور تسلط ہوگا یعنی کاموں میں انکار کردیتی ہے۔

پس انسان اور جن تو بمنزلہ غلام کے ہیں، اور دوسری مخلوقات مثل نوکر کے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ دوسری مخلوقات کی عبادت کو تسبیح وتقدیس اور سجدہ وغیرہ الفاظ سے فرمایا، اور انسان اور جن کی عبادت کو بلفظ عبدیت فرمایا اور جب انسان اور جن عبد اور غلام ہیں تو ان کی کوئی خاص خدمت نہ ہوگی، بلکہ ایک وقت نماز روزہ کرنا عبادت ہوگا، تو دوسرے وقت سونا اور قضائے حاجت کرنا لوگوں سے ملنا وغیرہ وغیرہ کام عبادت ہوں گے۔

**نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یصلی حاقنا او کما قال۔**

کہ جس وقت پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اس وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے، اور دفع فضلہ واجب ہے۔

دیکھئے ایک وقت انسان کیلئے ایسا نکلا کہ اس کو مسجد حرام اور بیت الخلاء جانا واجب ہوا، حدیث میں ہے کہ جب شام کا کھانا اور نماز حاضر ہو تو کھانا پہلے کھاؤ مگر یہ سخت بھوک کا حکم ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اول وقت نماز پڑھنا چاہے اور اس کو مشکلات سے بھوک لگی ہو تو شریعت حکم کرے گی کہ نماز کو مؤخر کرو اور کھانا کھاؤ، اسی راز کو امام ابوحنیفہؒ پاکیزہ الفاظ میں فرماتے ہیں کہ: **لایکون اصلی کلہ صلوۃ خیر من ان یکون صلوتی کلھا کلاً۔**

میرا سارا کھانا نماز ہو جائے، بہتر ہے اس سے کہ ساری نماز کھانا بن جائے، کیونکہ جب کھانا

کھانے میں نماز برابر یاد آرہی ہوتو یہ سارا وقت انتظار صلوۃ میں گزرا، اور انتظار صلوۃ میں صلوۃ کا ثواب ملتا ہے، برخلاف اگر بھوک میں نماز شروع کر دی جائے تو جوارح نماز میں مشغول ہوں گے اور دل کھانے میں پڑا ہوگا، تو نماز کھانے کی نظر ہو جائے گی، اور یہی فہم ہے جس کی بدولت ان حضرات کو فقیہ اور مجتہد کہا جاتا ہے، آج یہ فہم مفقود ہے ہم لوگ کتابیں ان سے زیادہ پڑھتے ہیں مگر وہ بات حاصل نہیں ہوتی ؎

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

(۱) اور اسی راز کی بنا پر ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر جسم ہند میں رہے اور دل مکہ میں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ دل ہندوستان میں رہے غرض انسان کیلئے کوئی خاص عبادت مقرر نہیں کیونکہ اس کی شان عبد کی ہے اور جب یہ ہے تو ایک وہ شخص ہے کہ نماز پڑھ کر کسی دیہاتی سے باتوں میں مشغول ہے اور کھیتی باڑی کے حالات پوچھ رہا ہے، اور دوسرا شخص لا الہ الا اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے تو بظاہر یہ دوسرا شخص افضل اور اکمل معلوم ہوتا ہے، لیکن غور کریں تو معلوم ہو کہ اگر پہلے شخص کی نیت درست ہے مثلاً مسافر کے انبساط کیلئے ایسا کر رہا ہے یا کوئی دوسری ایسی ہی نیت ہے تو یہ باتیں زیادہ افضل اور مقبول ہیں۔

## کیا بزرگی کھانا پینا چھوڑنے کا نام ہے

فرمایا: آج کل ایسے لوگوں کا جو کھانا چھوڑ دیں بہت بزرگ سمجھا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر پانی یا کھانے کے چھوڑنے پر بزرگی کا مدار ہے، تو سرسری اور سانڈا۔[1]

جو ایسے جانور ہیں بہت بزرگ ہیں کیونکہ سرسری پانی بالکل نہیں پیتی اور سانڈا نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے صرف ہوا اس کی غذاء ہے۔ صاحبو! بزرگی تو وہ چیز ہے

میان عاشق ومعشوق رمزیست

کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یعنی بزرگی نسبت مع اللہ کا نام ہے، جس کی پوری حقیقت کا بعض دفعہ فرشتوں کو بھی پتہ نہیں لگتا، البتہ اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام افعال واقوال حرکات میں تشبیہ ہو، یعنی جس طرح نماز ادا کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری متابعت کی کوشش کی جائے، اسی طرح آپس کے برتاؤ اور روزمرہ کی باتوں میں سونے جاگنے میں غرض ہر ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کوشش کی جائے، اور یہ اتباع عادت ہو جائے کہ بے تکلف سنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں، تو بزرگی اور نسبت کی علامت یہ ہے کم کھانے یا کم پینے کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

## کیا بڑے گناہ سے بچانے کیلئے چھوٹے گناہ کی اجازت ہے؟

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کیلئے کسی بڑے مفسدے (گناہ اور خرابی) کے دفع کرنے کیلئے کسی خفیف مکروہ کے ارتکاب کو بھی جائز رکھا جاتا ہے، جب کہ اس کے ذریعہ سے کسی گناہ کبیرہ سے بچانا منظور ہو۔

### حکایت:

چنانچہ ایک چور کسی بزرگ سے بیعت ہوا اور چوری کرنے سے توبہ کی، لیکن چونکہ مدت کی

عادت پڑی ہوئی تھی اس لئے ہر شب چوری کرنے کا سخت تقاضا طبیعت میں پیدا ہونا اور اس کو دبانے کیلئے وہ یہ کام کرتا کہ تمام ذاکرین کے جوتے اٹھا کر گڑبڑ کر دیتا اس کے جوتے کے ساتھ اس کا اس کے جوتے کے ساتھ اس کا غرض کسی ایک کا جوتا بھی اپنے ٹھکانے نہ ملتا، آخر لوگوں نے دق ہو کر ایک شب بیدار ہو کر دیکھا معلوم ہوا کہ یہ نو گرفتار ہیں، صبح ہوئی تو شیخ سے شکایت کی ،انہوں نے بلا کر اس سے دریافت کیا، اس نے کہا حضرت بے شک میں ایسا کرتا ہوں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مدت سے مجھے چوری کرنے کی عادت تھی اب میں نے توبہ کر لی ہے، رہ رہ کر طبیعت میں تقاضا پیدا ہوتا ہے، جس کو میں یوں پورا کرتا ہوں، اب آپ اگر مجھے اس سے منع فرمائیں گے تو میں اضطراراً پھر چوری کروں گا، غرض میں نے چوری سے توبہ کی ہے، ہیرا پھیری سے توبہ نہیں کی، شیخ نے کہا بھائی تجھے اس کی اجازت ہے تم ہیرا پھیری کر لیا کرو، ان مراتب کا سمجھنا بڑی بصیرت پر موقوف ہے۔

## اطاعت کی برکت سے تمہارا قلب پریشان نہ ہوگا

فرمایا: مصیبت سے بچنے کیلئے ظاہری اسباب پر دارومدار مت رکھو کہ ہمارے پاس تو تعویذ ہے ہم کو طاعون نہیں آسکتا، یہ سب حکم خداوندی کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں، سب اصلی کو اختیار کرو اور وہ ارضاء (خوش کرنا) حق ہے۔ اعمال میں احکام کے امثال (تعمیل) میں کوشش کرو کہ اس کے بعد مصیبت حقیقی نہ آوے گی یعنی ظاہری مصائب مثل مرض موت رنج وغیرہ کے تو ہوں گے، مگر اطاعت کی برکت سے تمہارا قلب پریشان نہیں ہوگا۔ جیسا کہ بچہ کسی ماں کی گود میں ہوتا ہے تو کسی چیز سے پریشان نہیں ہوتا اسی طرح اس مطیع کو چوں کہ قرب حق نصیب ہو جاتا ہے ،لہذا یہ بھی پریشان نہیں ہوتا اس کی حالت یہ ہوگی کہ۔

موحد چہ برپائے ریزی زرش

چہ فولاد ہندی نہی برسرش

امید وہراسش نباشد زکس

ہمیں است بنیاد توحید وبس

ترجمہ: توحید والا وہ ہے کہ اس کے پیروں پر سونا گرادو یا اس کے سر پر ہندی تلوار رکھ دو اس کو کسی سے امید اور ڈر نہ ہو توحید کی بنیا بس یہی ہے، بلکہ اس سے ترقی کر کے یہ حالت ہوتی ہے کہ دوست کی طرف سے بلا کی آرزو کرنے لگتا ہے اسی کو عراقی فرماتے ہیں ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ: دشمن کی یہ نصیب نہ ہو کہ تیری تلوار سے ہلاک ہو ہم دوستوں کا سر سلامت رہے کہ تو خنجر کو ان پر آزمایا کرے۔

لہذا چاہئے کہ مصیبت کے مبتلا کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور اطاعت حق میں مشغول ہوں کہ اس سے بچنے کی اصل ترکیب یہی ہے۔

## سارے گناہوں کی جڑ دنیا میں کھپ جانا ہے

فرمایا: معاصی کی مختصر سی فہرست تو ہر شخص کے ذہن میں ہے۔

یعنی زنا، چوری، جھوٹ بولنا وغیرہ کہ ان کو سب گناہ جانتے ہیں، لیکن بعض معاصی ایسے بھی ہیں کہ وہ ان سب کی جڑ ہیں اور اسی لئے سب سے اول فہرست معاصی میں ان کا شمار ہے۔ اور یہ بہت بڑی معصیت ہے اب اس کے نام سے معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے اس کو اپنی فہرست میں بیشک شمار

نہیں کیا اور وہ دنیا میں منہمک ہونا (ڈوب جانا) ہے۔اب جس سے چاہے دریافت کر لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اسے معصیت نہیں سمجھا۔نماز پڑھنے کو، دوسرے کا مال دبا لینے کو، زنا کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں مگر دنیا میں کھپ (ڈوب) جانے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔حالانکہ یہ ایسا مرض عام ہے کہ جس میں قریب قریب سب مبتلا ہیں اور ایسا گناہ ہے کہ سب معاصی اسی کی فروع ہیں۔مثلاً کوئی شخص نماز میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ وہ دنیا میں غرق ہے، اور دین سے بے فکر ہے۔ علی ھذا روزہ، حج، زکوۃ، جس چیز میں کوتاہی ہو اس کا سبب یہی ہے اگر کوئی شخص بدکاری میں مشغول ہے تو اس کی وجہ یہی دین سے بے فکری اور دنیا میں انہماک ہے، غرض اس میں طویل تقریر کی ضرورت نہیں، اگر ذرا غور کیا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ وجہ سب معاصی کی یہی انہاک فی الدنیا ہے، مگر یہ سب ہی کا شعار (خصوصیت) ہو رہا ہے حتی کہ دیندار بھی باستثناء عارفین واہل تقوی، واہل فکر (یعنی ان سب کو چھوڑ کر) اس میں مبتلا ہیں۔دینداروں کی دینداری بھی اتنی ہی کہ نماز پڑھ لیں اگر چہ بے فکری ہی سے ہو، اور داڑھی نیچی کر لیں اگر چہ لوگوں کا مال دبا رکھا ہو معاملات میں ضرور پہچانتے ہوں۔

غرض دینداری بھی آجکل اس کا نام ہے کہ صورت دینداری کی سی ہو اور سیرت میں صرف وہ باتیں ہوں جو رسوائی سے بچائیں، مثلاً پانچ وقت کی نماز پڑھنا، روزہ رکھ لینا اگر چہ حالت یہ ہو کہ ؎

از بروں چوں گور کافر خلل
واندروں قہر خدائے عزوجل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید
وز درونت ننگ می دارد یزید

ترجمہ: باہر سے تو کافر قبر کی طرح ہے کہ حلون اور زیور والی زیب وزینت والی مگر اندر خدا تعالیٰ کا عذاب تم باہر سے اور ظاہری حالت سے تو حضرت بایزید بسطامی پر طعنہ کرنے والے یعنی شرمانے والے ہو اور تمہارے باطن سے یزید بھی شرماتا ہے۔ تو حالت یہ ہے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خود تو بگڑے ہی تھے، دوسروں کیلئے بھی ایک بُرا نمونہ بن گئے اور ایسے ہی لوگ ہیں جو مرض کو ہنر اور ہنر کو مرض سمجھتے ہیں کہ زیادہ تقوی کرنے سے دنیا کا نقصان ہوتا ہے تو جب ان کی یہ حالت ہے تو دنیا داروں کی کیا شکایت کی جائے، غرض مرض انہماک فی الدنیا اس لئے اشد ہو گیا ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں اور انہوں نے اس کو صحت سمجھ رکھا ہے۔

## چالیس دن کسی عربی سول سرجن (یعنی مرشد مصلح) کے پاس رہ لو اصل مرض جاتا رہے گا

فرمایا: جب امراض جسمانی کیلئے ایک انگریزی سول سرجن کے کہنے سے چار مہینے فضول گنوا دیتے ہیں تو امراض روحانی کے علاج کیلئے ایک عربی سول سرجن کے کہنے کے بجائے چار مہینے کے چالیس ہی دن اس کے پاس فارغ ہو کر رہ لو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ معتقدانہ رہو بلکہ ممتحانہ رہنے کی اجازت ہے، ہاں معاندانہ طور پر نہ ہو اب اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہوگی کہ عمر بھر میں سے صرف چالیس دن مانگے جاتے ہیں واللہ اگر آپ ایسا کرلیں تو قریب قریب تمام سوالات کیلئے جوابات خود بخود بدوں مناظرہ کے آپ کی سمجھ میں آجائیں، اور چالیس دن کی تخصیص میں اپنی رائے سے نہیں کرتا بلکہ خود حدیث سے ہم کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ ہم چالیس دن تک کسی کام کو نباہ کرلیں تو پھر ہماری مدد ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

ہیں: **من اخلص الخ**۔ جوشخص اللہ کیلئے چالیس دن تک اخلاص کے ساتھ کرے گا سب سے دل کو خالی کر کے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر عقل ودانائی کے چشمے جاری کر دیں گے۔

حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائے کہ ہر ضرورت میں ہماری دستگیری فرمائی اور ایک معیار ہم کو بتلا دیا کہ اس کے موافق ہم کام کر سکیں اور وہ معیار یہ ہے کہ اس میں اخلاص ہو ایسا چلہ نہ ہو کہ جیسے ایک گنوار نے کیا تھا۔

**حکایت:** ایک گنوار کو ایک مولوی صاحب نے نماز پڑھنے کیلئے کہا اور چلّے بھر پڑھنے پر ایک بھینس کا وعدہ کیا جب چلّہ کی تو یہ شخص مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا چالیس دن پورے ہو گئے، لہذا بھینس دیجئے مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میں نے تو اسلئے کہہ دیا تھا کہ اگر تو نے چلّہ بھر جی کر نماز پڑھ لی تو عادت پڑ جائے گی، اور پھر نہ چھوٹ سکے گی۔ بہتر ہے نہ دیجئے، جاؤ پھر یاروں نے بھی بے وضوٹرخائی۔ تو جیسے اس کو بے وضو پڑھنے کی وجہ سے اثر نہ ہوا اسی طرح اگر تم مثلاً اس نیت سے رہو کہ مولوی صاحب کے پاس رہ کر خوب دعوت کھانے کو ملیں گی تو خاک بھی اثر نہ ہوگا بلکہ میں بتلائے دیتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس جا کر رہنے کا قصد ہو تو اپنے پاس ہی سے کھانا بھی ہوگا کہ خرچ کرنے سے تعلیمات کی قدر تو ہو کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز مفت آتی ہے اس کی کچھ قدر نہیں ہوا کرتی لہذا اس تعلیم کا معاوضہ یہ ہے کہ چالیس دن تک اپنا خرچ کر کے رہو۔

**حکایت:** مجھے حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ایک کتاب چھپوانے کیلئے فرمایا میں نے اس کے مفت تقسیم کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ فرمایا: بھائی مفت تقسیم نہ کرنا کیونکہ لوگ دیکھیں گے بھی نہیں۔

غرض علماء اور اطباء روحانی سے وحشت ان پر اعتراضات یا مسائل اسلام میں مشکوک اسی وقت تک ہیں کہ جب تک آپ ان کے پاس جا کر نہیں رہتے، مگر نہایت افسوس ہے کہ اظہار طلب اور مشکوک ہونے کے باوجود بھی یہ نہیں ہوتا کہ چالیس دن کسی کے پاس جا کر رہ لیں۔

کم از کم ایک چلّہ تو حکیم کے پاس رہنا چاہئے جیسا حدیث میں مذکور ہوا اسی حدیث کا گویا حافظ شیرازیؒ نے ترجمہ کیا ہے ؎

شنیدم رو بروے در سر ز مینے
ہمی گفت ایں معا با قر ینے
کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف
کہ در شیشہ بما ند ا ر بعینے

شیشے سے مراد قلب ہے اور شراب سے مراد محبت الٰہی ہے معلوم ہوا کہ ایک چلّہ علاج کرنے سے ان شاء اللہ اصل مرض جاتا رہے گا اور پھر ان شاء اللہ عمر بھر مقوبات کھینچتی رہیں گی، گویا مسہل تو طبیب کے پاس رہ کر ہو جائے گا اور ازالہ مرض کے بعد تقویت پہنچانے والی دوائیں دور رہ کر بھی پہنچتی رہیں گی خدا کیلئے صاحبو! اس علاج کو آزما کر تو دیکھو اور چونکہ میں نے اصل علاج بتلا دیا لہٰذا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں جزئی شکوک وشبہات کا جواب دوں۔

## جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے نمونہ ہیں تو ہم سے بھی باز پرس ہوگی کہ تم اس نمونہ کے موافق بن کر کیوں نہیں آئے

مرتب قارئین سے عرض گزار ہے کہ: ذیل کے ملفوظ مبارک کو وسعت قلبی وظرفی سے پوری ہمت کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں دعاء وتضرع کے ساتھ عمل کی نیت سے پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اس پر آسانی عمل کی درخواست کریں اگر ہم نے اتباع سنت کی کوشش کی راہ پر بھی خود کو ڈال لیا تو رب کریم سے امید قوی ہے کہ متبعین سنت میں ہمارا نام درج فرما کر حشر میں نجات اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت عطا فرمائے گا۔

فرمایا: واقعی آپ کی سیرت کو دیکھ کر جس قدر آسانی سے ہم اتباع کر سکتے ہیں قوانین کلمہ طیبہ کو دیکھ کر نہیں کر سکتے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آپ ہمارے لئے نمونہ ہیں تو ہم سے بھی باز پرس ہوگی کہ تم اس نمونہ کے موافق بن کر کیوں نہیں آئے، اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ہم کسی درزی سے ''اچکن'' سلوائیں اور نمونہ کیلئے اپنی ''اچکن'' کی تراش سلائی وغیرہ سب اس پہلے کے مطابق ہو اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ تراش وغیرہ میں فرق ہو جائے تو درزی کو مستحق عتاب سمجھا جاتا ہے۔ اس عتاب کے جواب میں اگر وہ یہ کہنے لگے کہ زیادہ تر تو موافق نمونہ کے ہے اور **لا کثر حکم الکل** (زیادت کیلئے کل ہی کا حکم ہوتا ہے) تو ہرگز یہ جواب مسموع (جس کو سنا جائے) نہیں تو جو برتاؤ آپ نے اس درزی سے کیا اسی کیلئے آپ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور نمونہ نبوی پر پورے نہ اتریں گے تو کسی سخت عذاب کے سزاوار ہوں گے۔ اسی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا: **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ** ۔ کہ بالکل اس نمونہ جیسے بن جاؤ، نماز ایسی ہو جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، روزہ وہی ہو، نکاح شادی کا طرز وہی ہو، علی ھذا ہر چیز میں وہی طرز ہو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تھا، یہ تو نمونہ ہے لیکن یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس نمونہ میں وسعت کر دی۔

## دنیا تمہیں جبھی حاصل ہو سکتی ہے جب تم دین کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرو

دین اسلام سے بعد (دوری) کا پہلا زینہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اور دین کو چھوڑ کر صرف دنیا کے حاصل کرنے پر متوجہ ہو رہے اور تحصیل دین کو مخل (خلل پیدا کرنے والا) دنیا سمجھ رہے ہیں اور واقعی حقیقت ہے کہ دنیائے حلال دین کے ساتھ سایہ کی طرح ہے، اگر کوئی سایہ کو پکڑنا چاہے تو اس کی صورت یہی ہے کہ اصل چیز کو حاصل کرے تو دنیا بھی جبھی حاصل ہو سکتی ہے کہ جب دین کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کیا ہو آج افسوس ہے فلسفہ وحقیقت شناسی کی اتنی بڑی ترقی لیکن لوگ دنیا کی حقیقت میں

غور نہیں کرتے ، محض ''مال وجاہ'' کی طلب کو اصل مقصود سمجھتے ہیں ، حالانکہ یہ امر دیکھنے کے قابل ہے کہ ''مال'' کیوں مقصود ہے اور ''جاہ'' کیوں مطلوب ہے۔

## اب لوگوں نے نفس مال کو معبود مطلق بنا رکھا ہے

فرمایا: سو مال تو جلب منفعت (فائدہ حاصل کرنے کیلئے) مطلوب ہے اور ''جاہ'' دفع مضرت (نقصان اور تکلیف دور کرنے کیلئے یعنی ہم کو بُرائی کی اتنی ضرورت ہے کہ ظالموں کے دست برد سے محفوظ رہے ، دیکھئے سقّے چمار وغیرہ بیگاڑ میں پکڑے جاتے ہیں لیکن جو معزز لوگ ہیں وہ نہیں پکڑے جاتے ، کیونکہ وہ ''ذی جاہ'' ہوتے ہیں اور جاہ ایک قدرتی قلعہ ہے تو یہ دونوں چیزیں جلب منفعت اور دفع مضرت کیلئے ہیں ، پس مال اس قدر کافی ہے کہ جس سے ہم منافع حاصل کرلیں ، اب لوگوں نے نفس مال کو معبود مطلق بنا رکھا ہے ، تو کتنی بڑی فلسفی غلطی ہے۔

## جب دین حاصل ہوجاتا ہے تو دوسرے مقاصد خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں

فرمایا: صاحبو! اصل مقصد دین ہے۔ جب وہ حاصل ہوجاتا ہے تو دوسرے مقاصد خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں ، چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جو وگ خدا کے کام میں لگے ہیں ان میں کوئی بھی پریشانی میں مبتلا نہیں ، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ اس قدر آسائش میں ہیں کہ اہل دنیا کو بھی اتنی آسائش نصیب نہیں ہے۔ اور امتحان اس کا یہ ہے کہ اول ایک بڑے سے بڑے دنیا دار کے پاس ایک مہینہ رہے اس کے بعد اہل اللہ میں سے کسی کے پاس ایک مہینہ پھر رہ کر دیکھ لیجئے ، پھر دونوں کے حالت میں موازنہ کیجئے آپ کو صاف معلوم ہوگا وہ دنیا دار طرح طرح کے افکار میں مبتلا ہے اور یہ دین دار پریشانی سے محفوظ و مامون ہے ، یہ تو مال کی غایت تھی رہی ''جاہ'' (عزت) اس میں بھی

اہل اللہ اہل دنیا سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں، عزت جس چیز کا نام ہے وہ انہیں حضرات کونصیب ہے، کیونکہ عزت دوطرح کی ہوتی ہے ایک تو عزت زبان سے، اور ایک دل سے۔ اہل دنیا کی جو کچھ عزت ہوتی ہے وہ سب زبان اور ہاتھ سر سے ہوتی ہے یعنی لوگ ظاہر میں ان کی عزت کرتے ہیں، دل میں کسی قسم کی وقعت ان کی نہیں ہوتی، اور اہل اللہ کی عزت دل سے ہوتی ہے، دوسرے اہل دنیا اور اہل اللہ میں اس سے بھی زیادہ ایک فرق ہے اور وہ ایک تمدنی مسئلہ ہے یعنی معزز وہ شخص کہلائے گا جو اپنی قوم میں معزز ہو ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مجموع مرکب (۱) میں قوم وہ جماعت ہے جس کے احاد (افراد) زیادہ ہوں جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ گیہوں کا ڈھیر وہ کہلائے گا جس میں گیہوں زیادہ ہو اس پر قیاس کر کے اب میں پوچھتا ہوں کہ مسلمان میں زیادہ افراد کن لوگوں کے ہیں غرباء کے یا امراء کے ظاہر ہے کہ غرباء مسلمانوں میں زیادہ ہیں تو مسلمانوں کی قوم غرباء کی جماعت کا نام ہوگا، اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ غرباء میں زیادہ عزت کس کی ہے؟ اہل اللہ کی یا اہل دنیا کی ہر شخص جانتا ہے کہ اہل اللہ کی غرباء میں عزت زیادہ ہے تو قوم کے نزدیک معزز اہل اللہ ہوئے تو اس تمدنی مسئلہ سے بات حل ہوگئی کہ ''مال وجاہ'' سے جو امر مقصود ہے وہ اہل اللہ ہی کو حاصل ہے۔

## ضروری ہے کہ ایک جماعت تو محض خادمان دین کی ہو یہ لوگ اس کے سوا کوئی کام نہ کریں

مرتب کہتا ہے کہ: حضرت حکیم الامتؒ کے ذیل کے ملفوظ کو کسی جگہ اور کسی زمانہ میں نظر انداز نہ کیا جائے، بلکہ مسلمان قوم اپنے مبارک دین کی سدا خالص اور مکمل حفاظت واشاعت

کیلئے اس پر دستور اساسی کے طور پر عامل ہوں ، اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامتؒ کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ ( آمین )

فرمایا: مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ ان میں سب کے سب دین دار ہوں اور چوں کہ معاش کی بھی ضرورت ہے ، اسلئے کچھ افراد اس میں بھی لگیں اور کچھ افراد ایسے بھی ہونے چاہئیں کہ وہ محض خادم ہوں ، کیونکہ اگر سب کے سب تحصیل معاش ہی میں پڑ جائیں تو دین کا سلسلہ آگے کو نہیں چل سکتا۔ مثلاً سررشتہ تعلیم ہی کو لیا جائے کہ اگر اس میں کوئی نہ جائے تو ساری نوکریاں جاتی رہیں گی ، اسی طرح دین کے کام میں بھی اگر کوئی نہ لگے تو یہ کام بند ہو جائے گا ، لہذا ضروری ہے کہ ایک جماعت محض خادمان دین کی ہو یہ لوگ اس کے سوا کوئی کام نہ کریں اور میں اس کی ایک نظیر کہتا ہوں کہ قانونی حکم ہے کہ جو شخص ملازم سرکار ہو وہ دوسرا کام نہیں کرسکتا چنانچہ اگر کسی نے کیا تو اس کو یہ ملازمت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور یا اسے دوسرے کام کے ترک کرنے پر مجبور کیا گیا ، علیٰ ھذا ( اسی طرح ) سید صاحب کو دیکھئے کہ ان کو دین کی دھن تھی تو اس میں کیا حالت تھی کہ اپنی زندگی اور آسائش سب اس میں صرف کردی میں کوئی چیز نہیں ہوں ، لیکن یہ حالت ہے کہ جب کوئی رسالہ لکھتا ہوں تو راتوں کو نیند نہیں آتی ، پینسل ، کاغذ ساتھ لیکر سوتا ہوں اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر جو کچھ یاد آتا ہے اس کو دیکھتا ہوں تو اگر ایسے شخص کو کوئی دوسرا کام دے دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی خراب ہوگا اور وہ بھی ۔ ایک شاعر کی حکایت مشہور ہے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک مصرع سوجھا فوراً نماز توڑ دی اور اس مصرعے کو لکھا اگرچہ اس کی یہ حرکت پسندیدہ نہ تھی ، لیکن اس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب کسی کام کی دھن ہوتی ہے تو کیا حالت ہو جاتی ہے ، اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایک جماعت کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ وہ دین کے کام کے سوا اور کوئی کام نہ کرے اور اس جماعت پر یہ الزام بھی بالکل خلاف انصاف ہے کہ قوم کے محتاج ہیں ، البتہ اگر وہ تم سے مانگیں تو ان کو جو چاہو سو کہو ، سو بحمد اللہ ان کا تو یہ مذاق ہے ۔

**حکایت:** ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو کہنے لگے ہم خدا کے مہمان ہیں اور مہمانی تین دن کی ہوا کرتی ہے:

وَاِنَّ یَوْماً عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

حضرات واللہ اس وقت بھی ایسے خدا کے بندے موجود ہیں کہ لوگ ان کو دیتے ہیں اور وہ نظر بھی نہیں کرتے اور ان کی وہ حالت ہے ؎

دلا رامے کہ داری درد بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرد بند

**ترجمہ:** تم جو محبوب رکھتے ہو بس دل اس میں ہی لگا رکھو پھر دوسرے سارے جہاں سے آنکھ بند کرلو۔

مرتب کہتا ہے: حضرت حکیم الامتؒ بھی خود اس کے کامل نمونہ تھے، حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں وہ ایک ہی ذات میں ایسے منہمک ہیں کہ دوسرے کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا۔

**حکایت:** شاہ نیم روز نے ایک بزرگ کو لکھا (دیکھئے اس حکایت سے معلوم ہوگا کہ دینے والے درخواست کرتے ہیں اور لینے والے صاف انکار کردیتے ہیں) کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا آدھا ملک نیم روز آپ کے حوالہ کردوں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

چوں چتر سنجری خواہم بختم سیاہ باد
دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم
آنگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب
من ملک نیم روز بہ یک جو نمی خرم

ترجمہ: سنجر کے بادشاہ کی صباح چھتری کی طرح میرا بخت ونصیب سیاہ ہوجائے گا اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس ہو جب سے آدھی رات کی سلطنت کی خبر پائی ہے میں نیم روز (آدھے دن) والے ملک کو ایک جو کے دانہ کے عوض میں بھی نہیں خرید سکتا، غور کیجئے کہ ادھر سے اصرار ہے اور ادھر سے سوکھا جواب کہ ہم کو کوئی ضرورت نہیں اور اس میں تصنع نہیں تھا ورنہ اثر کیوں ہوتا۔

اور اس حالت سے کوئی اہل اللہ کو طفیل خوار نہیں کہہ سکتا، کیونکہ وہ سرکاری لوگ ہیں، دیکھئے گورنر جرنل کو کثیر التعداد رقم ہر مہینہ ملتی ہے حالانکہ بظاہر ان کو کوئی ایسا بڑا کام نہیں کرنا پڑتا، لیکن محض اس لئے کہ ان کا کام دماغی کام ہے، تو حضرات اہل اللہ پر جو گذرتی ہے اور جو دماغ سوزی ان کو کرنی پڑتی ہے اگر آپ پر وہ گزرے تو چند دن میں جنون ہوجائے اور یہیں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اہل اللہ پر ریاء ہیچ کا الزام بھی بالکل غلط ہے، وہ ہرگز ریاء ہیچ نہیں ہوتے ہاں وہ بدن کے اعتبار سے ریاء ہیچ ہیں۔ سو یہ فخر ہے ان کی یہ شان ارشاد خداوندی میں مذکور ہے، **اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ**۔ تو یہ عدم استطاعت مایۂ فخر ہے نیز یہ خود کہتے ہیں کہ ؎

ما اگر قلاش دگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی واں پیمانہ ایم

آیت کا ترجمہ وتشریح: جو خدا کی راہ میں رک دئے گئے ہیں اور زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کے کام میں محبوس کر رکھا ہے اسلئے وہ دنیا کے کاروبار میں نہیں لگ سکتے اور دین کا کام سب مسلمانوں کیلئے ہے کہ سب کا دین سنبھالتے ہیں، سب کو لازم ہے کہ ان کی دنیوی ضرورت پوری کرے جیسے ڈاکٹر صحت کو اور وکیل اس کے حق سنبھالنے میں اور سب ان کو دیتے ہیں، کوئی ان کو ریاء ہیچ نہیں کہتا حالانکہ وہ کوئی کاروبار نہیں کرتے تو کیا دین سنبھالنا صحت اور مالی حق سنبھالنے سے کم سمجھ رکھا ہے۔

شعرمذکورہ ترجمہ: ہم اگر مفلس ہیں اور اگر ویرانے ہیں تو اس ساقی اور اس پیمانہ کے مست ہیں۔

آگے حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

یہ اگر طفیلی ہیں تو اسی کے طفیلی ہیں اور ان کا جسم گو معطل ہے لیکن ان کی روح ایک بہت بڑے کام میں ہیں ان کی روح نے اس بارگراں کو اٹھایا ہے جس کے اٹھانے کی پہاڑ بھی تاب نہیں لا سکے اور زمین آسماں سے بھی نہیں اٹھ سکا، چانچہ ارشاد ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَتَ عَلَى السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَان۔

ترجمہ: اور گر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو خدا کے خوف سے عاجز اور پھٹتے ہوا دیکھتے ،بیش ک ہم نے امانت (اللہ تعالیٰ اور بندوں کی حقوق کی ذمہ داری) کو سب آسمانوں ،زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو اس کے اٹھانے سے انکاری ہو گئے اور اس سے ڈر کھا گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا ؎

ای ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیدا نے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

ترجمہ: اے وہ شخص کہ تیرے باؤں میں کوئی کانٹا بھی لگ کر بھی نہیں ٹوٹا تو کیا جان سکتا ہے ان شیروں کا حال جو بلاؤں کی تلوار سر پر کھا رہے ہیں۔

آپ کو کیا خبر ان پر کیا گذرتا ہے۔ صاحبو! وہ اس مشقت میں ہیں جس کا ایک نمونہ یہ ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْن۔

ترجمہ: تو شاید آپ اپنی جان نکال دیں گے اس بات پر کہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گذرتی ہوگی کہ جو یہ الفاظ فرمایا گیا۔

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرت تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے عوام میں سے جس کو بیعت کرتا ہوں اس سے یہ بھی کہتا ہوں کہ بدعت کو چھوڑ و لیکن بدعتی لوگوں سے مت لڑو۔ خدا تعالیٰ تم سے یہ نہ پوچھے گا کہ ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا اور قرآن شریف سے بھی اس مشرب کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں: اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِئٍ اَنْ یُدْخَلَ جَنَّۃَ کَلَّا اور ہو تم میں سے ایک جماعت جو نیکی کی طرف دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم کرے، بُرے کاموں سے روکے۔ لفظ ''منکم'' سے معلوم ہوتا ہے کہ سب اس کام کے لائق نہیں ہیں۔

اور یہ تجربہ ہے کہ جو لوگ اس کے اہل نہیں سمجھے جاتے ان کا کہنا لوگوں کو ناگوار گزرتا ہے، غرض یہ طعن و تشنیع کا شکوہ مناسب نہیں اپنے کام میں لگے رہو اگر کوئی بُرا ہو تو اس پر رحم کرو اور اس کیلئے دعاء کرو، چنانچہ اہل اللہ دنیا داروں پر رحم ہی کرتے ہیں کہ یہ بیچارے حمال ہیں لدے ہوئے ہیں جانچے جا رہے ہیں۔

حضرت شبلی کی یہ حالت تھی کہ جب کسی کو دیکھتے تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً۔ یہ دعاء حدیث میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے کہ جب کسی بیمار کو دیکھو تو یہ دعاء پڑھو تو دنیا کی محبت سے زیادہ کونسی بیماری ہوگی کہ قلب کی بیماری ہے اور قلب کی بیماری سب سے بدتر ہے جیسا ارشاد ہے کہ:

فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضاً۔

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا ہے۔

حضرت شبلی اس کو سمجھے اور انہوں نے مرض کی حقیقت معلوم کی ،غرض دنیا دار بیمار ہیں اور اس بیماری سے بچا رہنا خدا کی نعمت ہے جو قابل شکر ہے۔

**حکایت:** اکبر پور کا واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب نے ایک جلاہے سے براہ تمسخر پوچھا کہ میاں جی کیا کر رہے ہیں کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کر رہا ہوں کہ مجھ کو خان صاحب نہ بنایا کسی غریب پر ظلم کرتا اور دوزخ میں جاتا خان صاحب چپ ہی تو رہ گئے حقیقت میں خدا کی یہ بھی رحمت ہے کہ گناہ کا سامان ہی نہ دے ؎

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند

او مصلحت تو از تو بتر داند

جو مالک تم کو مالدار نہیں بنا دیتا ہے وہ تمہاری مصلحت کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ واقعی رحم کے قابل ہیں کہ ایک بڑی مصیبت میں پھنسے ہیں۔

## مسئلہ وحدۃ الوجود کی آسان تشریح یہ ہے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وحدۃ الوجود کے جو معنی عوام میں مشہور ہیں، کہ میں خدا، اور تو بھی خدا، اور در و دیوار بھی خدا، یہ معنی بالکل غلط ہے۔ اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی بالکل ہی موجود نہیں ، یہ بھی بالکل غلط ہے، اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے، ارشاد خداوندی ہے: اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِ شَیۡءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِ شَیۡءٍ وَّکِیۡل (الآیۃ) اللہ تعالیٰ ہی ہر موجود چیز کو پیدا کرنے والے ہیں، وہی ہر موجود کے ذمہ دار ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں : حقیقت میں یہ مسئلہ ''حالی'' ہے ''قالی'' نہیں۔

مرتب کہتا ہے کہ : ''حالی'' کا مطلب ایک حالت وکیفیت کی شکل میں ہے کہ جب بندہ اللہ کی ذات وصفات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس پر ایسی حالت طاری ہوجاتی ہے کہ اس کو خدا کے سوا کوئی نظر نہیں آتا تو وہ بیخودی کے عالم یہ کہہ دیتا ہے کہ سوائے اللہ کے کسی کا وجود نہیں اور سب چیزوں کا وجود مثل گویا نہ ہونے کے مثل ہے، یہ مطلب نہیں کہ یہ ہیں ہی نہیں لہذا ایسا کہنا حقیقۃً نہ ہوا بلکہ مجازاً ہوا۔

آگے حضرت کا ملفوظ پڑھیے....... وہ حال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی ذات پیش نظر ہوتی ہے اس وقت دوسروں کا اور اپنا وجود کالعدم معلوم ہوتا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک اگر کسی خیال میں منہمک ہو تو اس کو دوسری تمام چیزوں کی طرف مطلق التفات نہیں ہوتا اگر اس کو کوئی آواز دیتا ہے تو وہ نہیں سنتا بلکہ بعض اوقات خاص خیالوں میں اس قدر انہماک ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی سر کے پاس آکر آواز دے تو مطلق خبر نہیں ہوتی اس کی کیفیت میں وہ شخص محاورے میں مجازاً کہہ سکتا ہے کہ : لا موجود الا الامر الفلانی۔(سوائے فلاں چیز کے اور کچھ موجود نہیں) لیکن ظاہر ہے کہ یہ کہنا واقع کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے ہے اسی طرح وحدۃ الوجود کے عنوان سے مجازاً تعبیر کرتے ہیں۔جس طرح قرآن وحدیث کے محاورات میں مجازاً استعمال ہوتا ہے اسی طرح اصطلاح تصوف سے بھی ہے کیونکہ وہ بھی قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہے تو خلاصہ ''وحدۃ الوجود'' کا یہ نکلا وجودات متکثرہ گویا نہیں ہیں لیس حکم وحدۃً مجازاً ہوا اس کو ان اشعار میں حل کیا ہے ؎

اگر آفتاب ست یک ذرہ نیست

وگر بینت دریا ست یک قطرہ نیست

ترجمہ: اگر سورج ہے تو ان کے آگے ایک ذرہ کے برابر ہے اور اگر ساتوں سمندر ہیں تو ایک قطرہ کے برابر ہیں۔

چون سلطان عزت علم برکشد

جہاں سر بجیب عدم در کشد

جب عزت کا بادشاہ جھنڈا بلند کر دیتا ہے تو سارا جہاں عدم کے گریبان میں سر ڈال دیتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: بلکہ ان اشعار میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ''یہ موجودات کچھ ہیں ضرور'' کیونکہ ذرہ اور دریا کے ساتھ اس کا حکم کیا گیا ہے (موجودات کچھ ہیں) باقی آگے جو کہا ہے کہ ''جہاں سر بجیب عدم در کشد'' اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اس کا وجود کالعدم ہو جاتا ہے۔ (یعنی ان چیزوں کا وجود تو ہے مگر مثل نہ ہونے کے ہے) آگے حضرت ایک اور شعر سے استشہاد فرماتے ہیں ؎

یکے قطرہ از ابر نیساں چکید

خجل شد چو پہنائے دریا بدید

ترجمہ برسات کے مہینہ کے بادل سے ایک قطرہ ٹپکا جب سمند کی چوڑائی دیکھی تو شرمندہ ہو گیا۔

کہ ایک قطرہ ابر سے انا کذا وانا کذا (میں ایسا اور ایسا) کہتا ہوا چلا مگر دریا کی وسعت دیکھ کر شرمندہ ہو گیا، اور باوجود یہ کہ اپنے اندر نورانیت اور شفافی سب کچھ پایا تھا لیکن کہتا ہے ؎

کہ جائیکہ او ہست من نیستم

گر او ہست حقا کہ من نیستم

ترجمہ: کہ جہاں وہ ہے میں تو نہیں، اگر وہ ہے تو حق یہ ہے کہ میں تو بالکل کہتا ہوں کہ میں نہیں ہوں۔

اس کے بعد شیخ نتیجہ حکایت نکالتے ہیں ؎

ہمہ ہرچہ ہستند ازاں کمتر اند
کہ باہستیش نام ہستی برند

ترجمہ: یہ سب جو کچھ ہے ان کے سامنے اس سے بہت ہی کم ہے کہ ان کے وجود کے سامنے اپنے وجود کا نام بھی لے لیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: اگرچہ سب موجود ہیں لیکن ذات باری کے سامنے سب کی ہستی ہیچ ہے۔ زیادہ وضوح کیلئے اس کو ایک اور مثال میں سمجھو مثلاً کسی گاؤں میں جہاں سب جاہل ہوں ایک شخص قل ھو اللہ احد (کی سورت) کا حافظ ہو اور تمام گاؤں کے لوگ اس کو حافظ کہتے ہیں، اتفاق سے اس گاؤں میں کوئی ماہر قاری آجائے جس کو علاوہ حفظ قرآن شریف و مشق کے سبعہ میں بھی مہارت ہو اور اس قاری کے سامنے کوئی شخص قل ھو اللہ احد کے حافظ کو حافظ کہہ کر پکارے تو اندازہ کیجئے کہ اس کی کیا حالت ہوگی، شرم سے گر جائے گا۔ اور اپنے کو قاری کے سامنے ہیچ تصور کرے گا، اور اسی پر کیا منحصر ہے ہر شخص کے تمام دعاوی انانیت (میں یہ ہوں وہ ہوں کے دعوے) اس وقت تک ہیں کہ جب تک اپنے اوپر نظر ہے، جس وقت کسی اپنے سے بڑے پر نظر پڑے اس وقت معلوم ہوگا کہ ہمارے کمالات کیا وقعت رکھتے ہیں۔

ایک اور حکایت لکھی ہے کہ: ایک گاؤں کا چودھری اپنے بیٹے کے ساتھ چلا جا رہا تھا راستے میں بادشاہ کا لشکر پڑا دیکھا اس کی صورت اور حشمت دیکھ کر ڈر گیا اور آگے جانے کی ہمت نہ ہوئی، لڑکے نے کہا کہ ابّا آپ کیوں ڈرتے ہیں اگر بادشاہ ہے تو کیا ہوا آپ بھی اپنے گاؤں کے چودھری ہیں جواب دیا کہ بھائی اگرچہ چودھری ہوں لیکن میری حکومت صرف قطعۂ گاؤں تک ہے، اور وہ بھی

جب کہ مجھ سے بڑا وہاں موجود نہ ہو یہ بادشاہ ہے اس کی حکومت سارے ملک پر ہے، میں اس کے سامنے کوئی چیز بھی نہیں اس پر شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

تو اے غافل از حق چناں در دہی
کہ بر خویشتن منصبے مے نہی

ترجمہ: اے حق تعالیٰ سے غفلت کرنے والے تو بھی اس گاؤں میں ایسا ہی ہے کہ اپنے اوپر کوئی نہ کوئی عہدہ و منصب قائم کئے ہوئے یعنی جب ہوش آئیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ بھی نہیں تحصیلدار اسی وقت تحصیلدار ہے کہ گورنر کے سامنے نہ ہو لیکن اس کے سامنے آنے کے بعد اس کی تحصیلداری ہیچ ہے، اگر گورنر کے سامنے کوئی اس کو حضور کہہ دے تو عرق عرق ہو جائے گا، آگے حضرت فرماتے ہیں: بس یہی حالت وحدۃ الوجود کی ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ جس وقت حضور خداوندی ہوتا ہے (جس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا استحضار ہوتا ہے) اپنی تعظیم سے بلکہ اپنے کو موجود کہنے سے شرم آتی ہے۔

اور جس قدر حضور میں ترقی ہوگی اس کیفیت میں ترقی ہوتی جائے گی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ اعلم باللہ ہیں چنانچہ ارشاد ہے: **اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ**۔ میں سب سے اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوں۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی انداز سے بھی امتیاز اور بڑائی کی شان نمایاں نہیں ہوتی

آپ کی کیفیت ملاحظہ فرمانے کہ باوجود آپ سرور عالم ہونے کے باوجود کس قدر سادگی آپ کے ہر ہر انداز میں تھی، بیٹھنے میں کبھی آپ نے کوئی ممتاز جگہ نہیں بنائی، حتیٰ کہ لوگ زیارت کو آتے تو

صحابہؓ سے دریافت کرتے ،من محمد فی کم۔(تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کونسے ہیں ) صحابہؓ جواب دیتے :ھذا الا بیض المتکی ۔یہ جو گورے گورے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور سہارا لگانے کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ حضور کوئی گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے ،عربی محاورہ میں ہاتھ پر سہارا لگانے کو بھی انکار کہا جاتا ہے یہ ضروری نہیں کہ تکیہ وغیرہ ہی ہو چلنے میں یہ حالت تھی کہ ہمیشہ ملے جلے چلتے تھے ،آخر کیا وجہ تھی کہ باوجودیکہ آپ کی شان یہ ہے کہ

بعض از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مختصر بات یہ ہے کہ بس اللہ کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں ، بات یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات باری کی عظمت ہمیشہ پیش نظر تھی غرض آپ کے کسی انداز سے بھی امتیاز اور بڑائی کی شان نمایہ نہیں ہوتی اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان نہیں سکے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کرتے تھے ، کیونکہ ان کے کچھ بال پک گئے تھے ،حضرت صدیق اکبرؓ کا ادب دیکھئے کہ برابر خود بھی مصافحہ کرتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہیں ہونے دی اس طرح دوسرے صحابہ خاموش دم بخود بیٹھے رہے کیونکہ سب حکیم تھے ،اگر آجکل کوئی شیخ مجلس کے سوا غلطی سے کسی دوسے سے مصافحہ کرلے تو جملہ حاضرین غل مچانا شروع کر دیں اور جس سے مصافحہ کرلیا ہے تو اس کی تو ایسی بری گت بنے کہ الامان حتی کہ جب دھوپ آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک پر شعائیں پڑنے لگیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑا تان کر کھڑے ہو گئے اس وقت حاضرین نے پہچانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں ۔اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہے :انی اکل کما یأکل العبد ۔کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکڑو بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے ،صاحبو! یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں اس کی قدر اس وقت ہو گی کہ جب

اپنے اوپر یہ کیفیت غالب ہواور یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کھانا کھانے میں کوئی لقمہ گر جائے تو مٹی صاف کر کے کھالو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا جلدی جلدی تناول فرمایا کرتے۔آج اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس طرح کھاتا ہے گویا کبھی اس کو کھانے کو نہیں ملا، وجہ یہ ہے کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر تھی ہم اس سے محروم ہیں، صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی والی الملک کسی معمول سے آدمی کو بلا کر حلوا کھانے کو دے اور کہے میرے سامنے بیٹھ کر کھاؤ تو ذرا غور کیجئے کہ یہ شخص کس طرح کھائے گا، ظاہر ہے کہ اس کے ہر لقمہ کا انداز یہ ہوگا کہ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ بڑی رغبت اور شوق سے کھا رہا ہے اور یہی انداز اس وقت محبوب ہے اس کو طمع کہنا ہرگز درست نہیں اور اگر فرض کرو کہ یہ طمع ہی ہے تو سمجھ لو کہ ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دمن
خاک برفرق قناعت بعد ازیں

ترجمہ: جب بادشاہ دین ہم سے طمع ولالچ ہی چاہے تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک ہوگی ؎

ہر عیب کہ سلطان بہ پسند و ہنر است

ترجمہ: جو عیب بھی کہ بادشاہ اس کو پسند کر لے وہی ہنر ہے۔

اور اگر کھاتے ہوئے کوئی لقمہ اس کے ہاتھ سے گر جائے تو یہ کیا کرے گا، ظاہر ہے کہ اس کو اٹھائے گا اور صاف کر کے کھا جائے گا علی ھذا یہ بھی سوچا کہ بادشاہ کے سامنے کس انداز سے بیٹھ کر کھائے گا، کیا اس طرح جیسے اپنے گھر میں بیٹھ کر کھاتا تھا کبھی نہیں، بلکہ نہایت ادب سے بیٹھ کر کھائے گا تو جب رحمانان دنیا کے سامنے ان تینوں باتوں کا لحاظ ضروری ہے تو کیا خداوند عزوجل وعلا کے سامنے ضروری نہیں، آجکل کی تہذیب نری لفاظی رہ گئی ہے جس میں اصل حقیقت کا نام

ونشان بھی نہیں ہے، بہتر ہے کہ اس میں ہ کے جگہ عین دیا جائے کہ اسم بھی مسمی کے مطابق پڑے۔مرتب کہتا ہے کہ: آخری جملہ کی تشریح یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ نام بھی نام والی چیز کے موافق ہو جائے ،تہذیب کی جگہ تعذیب وعذاب دینا ہو کیونکہ یہ تہذیب جدید تکلیف دینے والی ہی ہے۔

## ظاہری افعال کا اثر بھی باطن پر پہنچتا ہے

اور صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کے آداب کی تعلیم جو فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح باطنی حالات کا اثر ظاہری اعضاء پر پڑتا ہے یوں ہی ظاہری ہیئت کا اثر بھی انسان کی اندرونی حالات پر پہنچتا ہے، اگر ظاہری ہیئت پر رعونت تکبر کا برستا ہے تو دل تک بھی اس کا چھینٹا ضرور پہنچے گا اور یہ ملکۂ بد دل میں ضرور پیدا ہونا شروع ہوگا اور اگر ظاہری حالت منکسرانہ ہے تو دل میں بھی انکسار خشوع تذلل کے آثار نمایہ ہوں گے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے ظاہر کو اتباع سنت سے آراستہ کیا اور راہ سنت پر گامزن ہوا اس نے کسی قدر قرب کا قصد کیا اور وعدہ ہے کہ: مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْراً اَتَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعاً۔

ترجمہ جو میری طرف ایک بالشت قریب آئے گا میں اس کی طرف ایک ہاتھ آؤں گا، اور جو میرے طرف ایک ہاتھ قریب ہوگا میں اس کی طرف چار ہاتھ قریب ہوں فگا، جو میری طرف تھوڑا سا بھی بڑھتا ہے میں اس کی طرف بہت سا بڑھ جاتا ہوں۔اور ظاہر ہے کہ خدا کا قرب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ قرب باطنی میسر ہو جائے تو لازم آگیا کہ درستی ظاہر سے قرب باطنی نصیب ہوتا ہے ،مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

تشنگاں اگر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں

پیاسے لوگ اگر دنیا سے پانی ڈھونڈتے ہیں تو پانی دنیا میں پیاسے کو ڈھونڈتا ہے وہ پانی ہے کہ پیاسے ڈھونڈتے نہیں ملتا، بلکہ وہ خود پیاسے تک پہنچتا ہے یہ شرط ہے کہ پیاس ہو ورنہ خدا پر بار نہیں ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو سر مڑھیں، ارشاد ہے: اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْن۔

یعنی کیا ہم رحمت کو تمہارے سر مڑھ دیں باوجودیکہ تمہارے دلوں میں اس سے کراہت ہے ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اس قدر خشوع وخضوع بڑھا ہوا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ذات خداوندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت پیش نظر تھی۔

## اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ احکام سے واقف ہونے کا صحیح طریقہ

فرمایا: (اگران پوشیدہ احکام کو) سمجھنا چاہو تو قلب میں نور پیدا کرو خود یہ کیفیات پیدا ہوں گی اور ہر چیز کی سینکڑوں حکمتیں نظر آنے لگیں گی، دیکھو اگر کوئی معمولی شخص کسی والی ملک سے کہے کہ مجھے اپنے خزانے کے جواہرات دکھا دو تو اس کی سخت غلطی ہے اور کبھی یہ شخص کامیاب نہیں ہو سکتا ،البتہ کامیابی کی یہ صورت ہے کہ پہلے صاحب جواہرات سے ایک خاص تعلق پیدا کرے اور اس کے خواص میں داخل ہو جائے اس کے بعد بغیر درخواست ہی کے کبھی مہربان ہوگا تو خود کھلا دے گا اس کو کہتے ہیں بینی اندر خود علوم انبیاء اپنے اندر انبیاء کے جیسے علوم دیکھ لو گے ؎

علم چوں برتن زنن مارے بود

علم کو جب بدن پر اثر ڈالنے والا کرو گے تو ایک سانپ بن جائے گا، جب دل پر اثر ڈالنے والا

بناؤ گے تو مددگار بن جائے گا تو دل پر مؤثر بناؤ اس کے بعد دیکھو ان علوم کا انکشاف ہوتا ہے اب لوگ چاہتے ہیں کہ ساری باتیں استاد کے سامنے بیٹھ کر حل کر لیں یہ محض فضل خداوندی سے ہوتا ہے وہ بھی جب کہ خدا تعالیٰ چاہے کہ فضل اس خاص طریقہ سے ہو۔

## جنید بغدادی نہ بنیں لیکن یہ بھی تو نہ ہو کہ بالکل نکمے رہیں

اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب کیا ہم جنید بغدادیؒ بن جائیں، میں کہتا ہوں آپ جنید بغدادی نہ بنیں یہ بھی تو نہ ہو کہ بالکل نکمّے رہیں۔

غور کیجئے آپ جنید بغدادیؒ کے برابر تو کسی بادشاہ میں بھی نہیں، مثلاً ایک نمازی ہے کیا کوئی شخص کہتا ہے کہ میں جنید بغدادیؒ کی برابر نماز پڑھتا ہوں۔

ایک بزرگ کی یہ حالت تھی کہ ایک رات قیام کی نیت کی ہے تو نیت باندھ کر ساری رات کھڑے ہی گزار دی ایک رات رکوع کیلئے تجویز کی ہے تو تمام رات رکوع ہی میں ختم ہوگئی اور فرمایا کرتے تھے کہ افسوس رات بہت جلد ختم ہو جاتی ہے، دل نہیں بھرتا یہ حالت تھی کہ ؎

نہ آیا وصل میں بھی چین ہم کو

بس جب کسی حالت میں بھی ہم ان کے برابر نہیں، لیکن ہم پھر بھی کسی بات کو چھوڑ نہیں دیتے نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں مثل مشہور ہے کہ گندم اگر ہم بہم نرسید جو غنیمت است سا (اگر گندم نہ مل سکے تو جو بھی غنیمت ہے)

تو جب ساری چیزیں ہم میں ادنیٰ درجہ کی ہیں تو یہ حالت بھی ادنیٰ درجہ کی سہی۔

اور اس کا طریق یہی ہے کہ کسی صاحب باطن سے تعلق پیدا کیا جائے اگر صحبت ممکن ہو تو

بہت خوش قسمتی کی بات ہے، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہوتو کم از کم مراسلت (رابطہ) تو ضرور ہی رکھنی چاہئے اوران پر اپنا پورا حال بیان کر کے علاج کی تدبیر دریافت کیجئے۔

## جس طرح بدن کے مرض کا ازالہ خود سے ممکن نہیں اسی طرح نفس کے مرض کا ازالہ بھی خود سے ممکن نہیں

فرمایا: صاحبو! اپنی رائے سے کوئی شخص اپنی اصلاح کی تدبیر سوچ کر اس میں مشغول رہنے کیلئے مقرر کر لے تو اس میں وہ بات حاصل نہ ہوگی جو کسی ماہر کی تجویز پر نصف گھنٹہ عمل کرنے میں حاصل ہو جائے گی، مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ بخار میں مبتلا ہوا ایک طبیب سے رجوع کیا انہوں نے نسخہ تجویز کر دیا اس کے استعمال سے چند روز میں فائدہ ہو گیا میں نے اس نسخہ کو مفید دیکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھا اتفاق سے دوسرے برس پھر کچھ شکایت ہوئی تو میں نے اس نسخہ کو منگا کر استعمال کیا، لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اس کے بعد پھر آخر اسی طبیب سے رجوع کیا اوران کے تجویز کردہ نسخہ سے صحت ہوگئی، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اول حکیم صاحب کی زبان میں یا قلم میں کوئی خاص اثر رکھا تھا کہ صحت اس پر موقوف تھی، بلکہ وجہ یہ تھی کہ نسخہ کی تجویز میں جس طرح مریض کے مزاج کی اعانت آجاتی ہے اور زمان ومکان کی رعایت بھی کی جاتی ہے یعنی ایام ربیع میں ایک نسخہ تجویز کی جاتی ہے تو ایام خریف میں دوسرا کیونکہ دونوں موسموں کے مزاج بالکل الگ الگ ہیں، اسی طرح سرد ملک میں جو دوا مفید ہوگی گرم ملک میں اس کا مفید ہونا ضروری نہیں ہے، تو جیسے بدن کے امراض میں محض اپنی تدبیر اور رائے مرض کے زوال کیلئے کافی نہیں ہے، یوں ہی نفسیاتی امراض میں بھی اپنی تدبیر اور رائے مرض زوال کیلئے کافی نہیں ہیں یوں ہی نفسیانی امراض میں بھی ہوتا ہے اور کہتا ہوں کہ اہل اللہ کی زبان میں بھی اثر ہے۔

# کیا شادی کے رسوم بھی گناہ میں شمار ہوتے ہیں

فرمایا: صاحبو! گناہ کی علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن گناہوں سے منع فرمایا ہو دیکھ لیجئے کہ ان گناہوں پر کیا وعید ہیں، غیبت پر کیا وعید ہے، تکبر پر کیا وعید ہے، اسی طرح بلاتحقیق کسی واقعہ کا حکم کر دینا اس پر کیا وعید ہے، شادی میں اس قدر رسومات خلاف شریعت ہوتی ہیں جن کی کوئی حد نہیں، اکثر لوگ شادی میں یہ سمجھتے ہیں، اگر ناچ نہ کرایا، اور اگر گانا نہ ہوا تو بس کوئی رسم ہم نے نہیں کی شرعی نکاح ہو گیا، حالانکہ اس کے علاوہ بھی بہت رسمیں اس میں ایسی ہیں کہ وہ بدعت بلکہ بعض شرک ہیں، اگرچہ الحمداللہ ایسی رسموں میں سے اکثر چھوٹ گئی ہیں جیسے دولہا کو، الّو کا گوشت کھلانا یا دامن میں ہلدی باندھنا، میانہ سے اتر کر چارپائی پر نہ بیٹھنا وغیرہ وغیرہ، کہ اس قسم کی اکثر رسمیں ترک ہوگئی ہیں لیکن ان کے ترک کے ساتھ ہی وہ رسمیں کہ جس میں فخر اور مباہات اور زیادہ ہوگئی ہیں کیونکہ بنسبت سابق کے اس وقت نمول (مالداری) زیادہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

پہلے لوگوں میں اس قدر تمول کہاں تھا، ایسا ساز وسامان کہاں تھا، یہ رنگ برنگ کے کپڑے کوئی جانتا بھی نہ تھا، چنانچہ اب بھی جو لوگ پرانی وضع کے باقی ہیں ان کی زندگی بالکل سیدھی سادی ہے اور آجکل کے نئے رنگینوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک مقام پر پہونچ کر مجھے معلوم ہوا کہ شادی میں ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا دیا گیا اور شاید تو اس کی ساری عمر میں بھی اس کپڑے کا نصف بھی اس کو پہننا نصیب نہ ہو کیونکہ اول تو اتنا کپڑا دوسرے عورت کا پہننا کہ ایک ایک کپڑے کو دس دس برس تک احتیاط سے رکھ کر پہنتی ہے، کیونکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اپنے گھر

میں ایسی حالت میں رہیگی کہ صورت دیکھ کر بھی نفرت پیدا ہو اور دوسری جگہ جائیں گی تو بن سنور کر۔ خدا جانے دوسری جگہ کس کس کو دکھلانا منظور ہوتا ہے۔ اور پھر اس کپڑے سے اس قدر مشغولی ان کے قلب کو ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ آج دھوپ دکھلائی جارہی ہے، اور کل صاف کیا جا رہا ہے کپڑا جو کہ خادم تھا ان کا مخدوم ہو گیا، تعجب ہے کہ ان کا جی نہیں گھبراتا، لیکن جب دوسرا کوئی کام نہیں تو آخر یہ بیچاری دن کس طرح کاٹے۔

اسی طرح شادی میں فضولیات ہوتے ہیں مثلاً کھانا کھلانا ہے کہ ساری برادری کو نوتا (دعوت) ہوجاتا ہے، مشورہ کرتا ہے کہ ایک ایک سے رائے لی جاتی ہے، ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہا اور یہ رائے ہوئی کہ اس خوشی میں ایک ہزار روپئے کسی اسلامی مدرسہ میں دے دیں ان بیچاروں سے یہ خطا ہوئی کہ برادری کو جمع کر کے رائے لی تمام برادری نے ان کو دق کیا اور کہا کہ ہمارا جو کبھی آپ نے کھایا ہے وہ واپس لیجئے آخر مجبور ہوکر بیچاروں کو ساری رسمیں کرنا پڑے ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ اس رقم کے برباد کرنے سے آپ کا کیا نفع ہوا، ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ اس میں کیا گناہ ہے کہ برادری کو کھلا دیا، پلا دیا۔ صاحبو! یہ عنوان تو بہت پیارا ہے، مگر ذرا اس کی حقیقت کو تو دیکھو یہ ایسا ہی عنوان ہے جیسا کہ ایک چور نے کہا تھا ہم تو جو کچھ کھاتے ہیں خلال کر کے کھاتے ہیں، دیکھئے رات کو نیند سو یا کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں جب کہیں کھانے کو نصیب ہوتا ہے جیسا اس چور نے نیا عنوان نکال کر چوری کو حلال کیا تھا ایسی ہی ہماری حالت ہے کہ ایسا عنوان اختیار کرتے ہیں، گناہ بظاہر گناہ ہی نہیں معلوم ہو کہ برادری کو کھلا دیا ادائے حق کیا لڑکی کو دیا، صلہ رحمی کی تو اس میں کیا حرج ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر لڑکی کے ساتھ صرف صلہ رحمی کرنا ہے تو کیا وجہ ہے کہ برادری کو جمع کر کے ان کو دکھلایا جاتا ہے، اگر

صلہ رحمی کیلئے برادری کو جمع کرنا ضروری ہے تو کیا وجہ ہے کہ پندرہ سولہ برس تک جو صلہ رحمی لڑکی کے ساتھ کی گئی ہے اس میں برادری کو جمع نہیں کیا گیا کہ صاحبو! دیکھو آج لڑکی کے واسطے کپڑا بنایا ہوں آجکل اس کیلئے حلوہ تیار کرایا ہے۔ معلوم ہوا کہ شادی کو موقع پر مقصود تفاخر ہوتا ہے نہ کہ صلہ رحمی، دوسری علامت تفاخر مقصود ہونے کی یہ ہے کہ سامان دینے کے بعد اس طرف کان جھکتے ہیں کہ دیکھیں لوگ ہماری نسبت کیا کہہ رہے ہیں، اگر کسی نے کہہ دیا کہ واقعی صلہ سے زیادہ کام کیا تو سمجھا جاتا ہے کہ بہت بڑی تعریف کی حالانا کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بہت بڑی ہجو (بے عزتی) کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے سب سے بڑی حماقت کی اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کر دیا، لیکن یہ تعریف کم نصیب ہوتی ہے، اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ اس کی یہ نیت بھی پوری نہیں ہوتی، بلکہ جتنا بھی زیادہ خرچ کرتا ہے، برادری زیادہ عیب نکالتی ہے اور ہمدردی بھی کی جاتی ہے تو دل میں اس کی بگاڑنے کی فکر کی جاتی ہے، ہمارے اطراف میں ایک قصبہ ہے۔ بگھرہ وہاں ایک تو دولت تھے انہوں نے اپنے لڑکے کی شادی کیلئے برادری کے لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے، یہ شخص بہت بڑھ گیا ہے، اس کو اپنے جیسا بنا چاہیئے، چنانچہ دو چار آمیوں نے متفق ہوکر ان کو یہ رائے دی کہ اس شادی میں طائفہ (یعنی بازاری گانے والی عورتوں کی جماعت) کو ضرور بلانا چاہیئے اور کہا کہ میاں کوئی روز یہ موقع آتا ہے، چنانچہ طائفہ کو بلایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ جمع کیا تھا سب کھو کر بیٹھ رہے برادری نے جب دیکھا یہ بھی ہماری طرح کنگال ہو گیا تو بہت خوش ہوئے۔

واقعی لوگوں کی وہ حالت ہے کہ کسی اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتے کسی کپڑے سے پوچھا تھا تیری کیا تمنا ہے اس نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ سب لوگ کپڑے ہو جائیں تا کہ میں بھی

ان کو ہنسوں اور اگر اتفاق سے کسی نے ایسا سامان کر بھی لیا کہ اس میں کوئی عیب نہ نکل سکا تو کہتے ہیں کہ میاں اگر کیا تو کیا بڑی بات ہوئی جن کے پاس ہوا کرتا ہے کیا کرتے ہیں، بتلائے کہ جب برادری بھی خوش نہ ہوئی اور خرچ بھی ہوا تو کیا فائدہ ہوا۔

صاحبو! کیا اس ساری کاروائی کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کھلا دینا پلا دینا ہے کیا یہ اسراف اور تفاخر نہیں ہے اور کیا تفاخر گناہ نہیں۔

قرآن شریف سے ثابت، حدیث شریف سے ثابت دیکھ لیجئے حدیث میں ہے، **من لبس ثوب شهرة البسه الله ثواب الذل يوم القيامة**۔

**ترجمہ:** جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں ذلت کا کپڑا پہنائیں گے، غور کیجئے کہ کپڑے میں خرچ ہی کیا ہوتا ہے جب اس میں یہ وعید ہے تو دوسرے فضولیات جن میں زیادہ خرچ ہوتا ہے کیا ان میں یہ وعید نہ ہوگی، اسی طرح اور بہت گناہ ہیں سرسری سمجھے جاتے ہیں۔

## گناہوں سے توبہ کرنے میں کون کون سی رکاوٹ سامنے آجاتی ہے اور وہ دور کیسے ہوں گی

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب انسان ایک گناہ کو چھوڑتا ہے تو سب گناہ اس کے چھوٹ جاتے ہیں، یعنی گناہ کا ترک دوسرے کے ترک میں معین ہوتا ہے۔

(۱) پہلا مانع (رکاوٹ) سبب توبہ کا یہ ہے کہ ہم کو گناہوں کی تفصیل معلوم نہیں تو جب گناہ ہی کا علم نہ ہوگا تو گناہ سے توبہ کیونکر ہوگی، افسوس ہے کہ ہم لوگوں کو علم سے اس قدر اجنبیت ہوگئی کہ اگر کوئی عالم ہمارے سامنے ہمارے افعال کا گناہ ہونا بیان کرتا ہے تو سن کر تعجب ہوتا ہے، سو

اس کا علاج یہی ہے علم دین پوری طرح سے حاصل کیا جائے اور کچھ بھی نہ ہوتو کم ازکم بہشتی زیور دسوں حصے پڑھا دیں۔

(۲) دوسرا مانع تو یہ ہے کہ بعض لوگ گناہ کو گناہ ہونا تو جانتے ہیں لیکن اس کو کوئی بُری چیز نہیں سمجھتے ، بلکہ ایک ہلکی سی بات سمجھتے ہیں اور علامت اس کی یہ ہے کہ کبھی گناہ کر کے ان لوگوں کا جی بُرا نہیں ہوتا ، دوسرے توبہ نہیں کرتے دیکھئے اگر اس شخص کو جو کہ شراب نہ پیتا ہو دھوکے میں کوئی شراب پلا دے تو دل پر کتنا صدمہ ہوگا ، لیکن لوگوں کی عادت ہوگئی ہے اور عادت کی وجہ سے ان کو خفیف سمجھ لیا ہے ، جیسے غیبت کہ اس کے کرنے سے ذرا بھی دل بُرا نہیں ہوتا اور گناہ کے خفیف ہونے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں اس گناہ کے کرنے سے ہم کو کیا سزا ملے گی اور کتنا عذاب ہوگا اس کا علاج یہ ہے کہ احادیث ترغیب وترہیب کو ایک جگہ جمع کر کے ان کا ترجمہ کر دیا جائے اور ایسے لوگ ان کو مطالعہ میں رکھا کریں ، لیکن ابواب قصۃ کے دیکھنے کی اجازت عوام کو نہ دی جائے۔

دوسرا سبب گناہ کے خفف سمجھنے کا یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے ہماری عادت ثانیہ ہوگئی ہے کہ اس سے ذرا بھی طبیعت میلی نہیں ہوتی بلکہ اس کی طرف التفات بھی نہیں کیا جاتا کہ ہم نے فلاں گناہ کیا ہے چنانچہ بعض اوقات اگر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے تو تعجب سے پوچھا جایا کرتا ہے کہ خدا نے جانے ہم نے کیا گناہ کیا تھا جس کے پاداش میں ہم پر یہ مصیبت نازل کی گئی ہے ، میں اس تعجب پر تعجب کرتا ہوں صاحبو! کیا کوئی وقت بھی گناہ سے بچا ہے ، پھر اس کے کیا معنی کہ جانے کونسا گناہ ہوگیا ، بلکہ انصاف اور عقل کی رو سے تو یوں چاہئے اگر ہم پر خدا تعالیٰ کو کوئی انعام ہو تو تعجب کریں کہ ہم جیسے گناہگاروں سے کہا بھلائی بن پڑی ہوگئی جس پر یہ انعام ہوا ، عادت ایسی بُری چیز ہے کہ اس کی بدولت معصیت کا معصیت ہونا بھی ذہن سے نکل جاتا ہے اس کا علاج یہ کہ گناہ کی عادت چھوڑی

جائے اور اپنے اوپر جبر کر کے گناہ کو ترک کیا جائے مثلاً غیبت کا گناہ ہے کہ اس میں علی العموم لوگ مبتلا ہیں، اس کے چھوٹ جانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہمت کر کے ایک ہفتہ تک زبان کو غیبت کرنے سے اور کان کو غیبت سننے سے بند رکھا جاوے، جب ایک ہفتہ اس طرح گز جائے گا تو ان شاء اللہ دیکھو گے کہ غیبت کرنا تو درکنار غیبت سننا بھی گوارا نہ ہوگا، بلکہ ایسا معلوم ہوگا گویا کسی نے ایک پہاڑ تم پر رکھ دیا ہے ؎

بر دل سالک ہزار غم بود

گرز باغ دل خلالے کم بود

ترجمہ: اللہ کے راستے والے کے دل پر تو ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں اگر دل کے باغ سے ایک تنکا بھی کم ہو جاتا ہے

(۳-۴) تیسرا اور چوتھا مانع توبہ کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کو بہت بڑی چیز سمجھ لیتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اتنے بڑے گناہ کے مقابلہ میں سے کیا کام نکل سکے گا، علی ھذا البعض کو یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ اس قدر کثیر ہیں کہ معافی ممکن ہی نہیں اگر چہ ہم کتنی ہی توبہ کریں ان دونوں غلطیوں کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی بارگاہ کو بندوں پر قیاس کرتے ہیں کہ حضرت دنیا میں عادت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بہت بڑے امر میں کسی کی نافرمانی کرے یا معمولی باتوں میں ہمیشہ نافرمانی کرے تو ان دونوں کے قصور کو معاف نہیں کیا جاتا ہے اسی طرح گویا خدا کے کارخانے کو بھی سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہے بندہ اول تو محتاج ہے اس کو اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی بھی ضرورت ہے دوسرے کے مقابلہ میں اپنی بات رکھنے کی بھی ضرورت ہے، دوسرے بندہ متأثر ہے کہ جب کسی نے اس کی مخالفت کی تو اس پر کچھ اثر ہوگا اگر مکرر مخالفت ہوئی اس اثر اور انفعال میں ترقی ہوئی، اسی طرح ترقی ہوتے ہوتے اس حد تک پہنچ

جاتی ہے کہ استعداد موافقت سلب ہو جاتی ہے اسی لئے یہ معاف نہیں کرسکتا، برخلاف خدا تعالیٰ کے کہ ان کا ہر فعل اختیاری ہے، وہاں تأثر کا نام بھی نہیں (یعنی اللہ اثر نہیں لیتا) وہ عذاب بھی کرتے ہیں تو ارادۂ محض سے کہ اس میں غیر اختیاری جوش کا شائبہ بھی نہیں ہوتا، اس کا علاج یہ ہے کہ اس خیال فاسد سے توبہ کرے اور رحمت کی حدیثیں مطالعہ میں رکھیں، یقین ہے کہ ان سے یہ مایوسی مبدل بامید ہو جائے گی، حدیث میں ہے کہ اگر کسی شخص نے تمام روئے زمین کے برابر گناہ کئے اور وہ توبہ کرلے تو خدا تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرما دیں گے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عدد گناہوں کا بڑھ جانا موجب (سبب) یاس (ناامیدی) نہ ہونا چاہئے رہی کیفاً (کیفیت وحیثیت) زیادتی اس کو یوں سمجھے کہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کفر ہے کہ اس کے برابر کوئی دوسرا گناہ نہیں، پھر دیکھ لیجئے جس وقت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وبارک وسلم رونق افروز عالم ہوئے، دنیا کا کیا حال تھا، بجز معدودے چند فرقوں کے اور ان میں گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ ساری دنیا کفر وجہل سے پر تھی، خصوصاً اور پھر اس میں بھی خاص کر قریش کے انہوں نے تین سوساٹھ بت اپنے لئے بنا رکھے تھے، یعنی ہر دن ایک نیا خدا بزعم شان (خود ان کے گمان میں) ان سے سر تسلیم خم کراتا تھا، لیکن دیکھ لیجئے خدا تعالیٰ نے اس قبیلۂ قریش سے اسلام کیلئے کیسے نیر اکبر پیدا کئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قبیلہ کے تھے جن کے بارے میں ارشاد ہے: اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ (جب آپ اپنے ساتھی سے کہتے تھے فکر نہ کرو یعنی ہجرت کے وقت غار ثور میں ساتھ تھے اور کفار کی طرف سے بے فکری کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبیلہ کے ہیں جن کے لیئے حدیث ہے: **اشدھم فی امر اللّٰہ عمر۔** (اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت عمرؓ ہیں) وعلی ھذا (اور

ایسے ہی دوسرے حضرات ) غرض یہ سمجھنا کہ ہمارے گناہ معاف نہ ہوں گے ) غلطی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بغیر توبہ کئے مر جاتا ہے۔

(۵) پانچواں مانع توبہ سے یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے پھر گناہ ہو جائے گا اور جب کہ ہنوز صدور گناہ کا احتمال باقی ہے تو توبہ سے کیا فائدہ ہوگا، لہذا توبہ اس وقت کرنی چاہئے کہ اس کے بعد پھر گناہ نہ ہو صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ زندگی کا کونسا حصہ ہے کہ جس میں گناہ نہ ہونے کا یقین کرلیا ہے، جوانی میں اگر چان کر کی عیاری نہیں ہوتی تو بدمستی لاابالی پن ہوتا ہے، (لاپرواہی) بڑھاپے میں اگر آوارگی بدمستی نہیں ہوتی تو حرص طول امل (لمبی آرزو) حیل سازی (حیلے گھڑنے) مکروفریب حسد، بغض غرض بیسیوں امراض باطنی پیدا ہو جاتے ہیں تو حاصل اس عذر کا یہ ہوا کہ مر کر توبہ کریں گے، مگر سمجھ لو کہ: مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ۔ (جو مر گیا اس کی قیامت تو قائم ہوگی ) اور قیامت میں قبول توبہ ہے ہی نہیں اور سبب مانع کے پیش آنے کا یہ ہوتا ہے کہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب توبہ کے بعد بھی گناہ کا صدور ہوا تو وہ توبہ ٹوٹ گئی حالانکہ یہ غلط خیال ہے، پچھلے گناہ جو معاف ہو چکے ہیں ان پر اب دارو گیر نہ ہوگی، اس طرح جس جس گناہ سے توبہ کرتے جاؤ گے وہ محو ہو جاتا جائے گا، لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تو بہت آسان ترکیب نکل آئی پس آئندہ سے یہی کیا کریں گے، کہ خوب جی بھر کر گناہ کر لئے پھر توبہ کر لی کیونکہ جس توبہ کے وقت آئندہ گناہ کرنے کا بھی قصد ہو وہ توبہ قبول نہیں، جیسا کہ میری پچھلی تقریر بابت حقیقۃً توبہ سے معلوم ہوا ہوگا اور قبول توبہ کے مضمون میں یہ خیال کہ خوب گناہ کریں اسی کو پیدا ہوگا جو نہایت بلید الطبع (کند طبیعت ) اور بالکل گیا گزرا ہو ورنہ سلیم الطبع کو تو اس سے اطاعت کا زیادہ جوش پیدا ہوگا کہ اللہ اکبر جب بارگاہ خداوندی میں اس قدر رحم وکرم ہے تو ہم کو

ہرگز مناسب نہیں کہ اس کی مخالفت کریں، حاصل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: **ما اصر من استغفر** ۔یعنی جس شخص نے گناہ کے بعد توبہ کرلی وہ گناہ پر قائم کرنے والوں میں نہیں ہے اور فرماتے ہیں: **كُلُّهُمْ خَطَّاؤُنَ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ** ۔کہ گناہگار تو سب ہیں مگر ان میں اچھے گناہگار وہ ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں پس اگر اتنی ہمت نہ ہو کہ گناہ کو چھوڑ دو تو توبہ کرنے سے تو ہمت نہ ہارو بلکہ جو گناہ ہو جایا کرے اس سے توبہ کرلیا کرو، پھر ہو جائے پھر توبہ کرلو، دیکھو ایک شخص بیمار ہو جائے اور اس کو کوئی یہ رائے دے کہ علاج سے کیا فائدہ آخر پھر بھی احتمال ہے کہ بیمار ہو جاؤ گے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میاں اگر پھر بیمار ہوں گے تو پھر علاج کر لیں گے، آئندہ کی بیماری کے خوف سے موجودہ بیماری کا علاج کیوں نہ کریں۔تو جو فتوی آپ کی عقل نے جسمانی میں دیا ہے وہ فتوی روحانی امراض میں کیوں نہیں ہوتا اسی حدیث ما اصر میں ہے: **وَاِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً** ۔یعنی اگرچہ ستر دفعہ توبہ ٹوٹ جائے۔

(٦) چھٹا مانع توبہ سے یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے، اس کو ہمارے گناہ بخشنے دینا کیا مشکل ہے، لیکن صاحبو! جواب ظاہری بیماریوں میں کیوں نہیں دیا جاتا اور امراض سمی (زہر کی بیماریوں میں) میں اس پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا، کیا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اس نے اس خیال سے کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے وہ ہم کو ضرور تندرست کردے گا، امراض جسمانی کا علاج نہ کیا ہو یا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اس نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کر کے زہر کھالیا ہو، کبھی نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا یوں کہے کہ میاں خدا کی رحمت پر بھروسہ کر کے سنکھیا کھاؤ تو ضرور نہ کرے بلکہ سنکھیا ضروری بھی کرے گا اور خدا غفور رحیم بھی رہے گا، اسی طرح گناہ کا ضرر ہوتا ہے، لیکن اس سے خدا تعالیٰ کے غفور رحیم رہنے میں کوئی نقص نہیں آتا۔

## اللہ تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے کا صحیح معنی

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس خبر سے کہ اللہ غفور رحیم ہیں مقصود یہ ہے کہ جو گناہ تم سے ہو گئے ہیں ان کی وجہ سے پریشانی خاطر مت ہو اور توبہ کو بیکار نہ سمجھو ہم سب کو معاف کر دیں گے، چنانچہ اس آیت: قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْ عَلیٰ اَنْفُسِہِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کر رکھی ہے ہم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیں گے، بلاشبہ وہی بڑا بخشنے والے ہیں بڑے رحم کرنے والے ہیں، کا زان نزول یہی ہے کہ جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول مکہ میں مبعوث ہو کر دعوت اسلام فرمائی تو لوگوں نے آکر عرض کیا کہ ہم آپ پر ایمان تو لے آئے لیکن جو گناہ ہم نے اس سے قبل کئے ہیں ان پر تو ہم کو ضرور سزا ہوگی بس جب دین آبائی بھی چھوڑا، بدنامی بھی اٹھائی اور آخرت کا عذاب بھی باقی رہا تو ہم کو فائدہ ہی کیا ہوا اس پر آیت نازل ہوئی کہ تم لوگ پچھلے گناہوں کا اندیشہ نہ کرو ہم غفور رحیم ہیں سب پچھلے گناہ بھی معاف کر دیں گے اور ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیں گے اور ان کے بھی بس معلوم ہوا کہ مقصود آیت سے ان لوگوں کی ناامیدی کو دور کرتا ہے جو اسلام اور توبہ سے اس خیال پر رکھتے تھے نہ کہ وہ مقصود چونکہ لوگوں نے سمجھا۔

(۷) ساتواں مانع یہ ہے کہ یوں سمجھتے ہیں بلکہ زبان سے کہتے ہیں جو تقدیر میں لکھا ہے، جنت یا دوزخ وہ ضرور ہو کر رہے گا، پھر نہ طاعت سے کچھ فائدہ اور نہ گناہ سے کوئی ضرر مگر تعجب ہے کہ یہ تقدیر دنیا کے کاموں مثلاً کھانا کھانا، مال دولت جمع کرنا، ان میں کہاں چلی جاتی ہے ہم نے کسی

کو نہ دیکھا کہ اس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو یا کھانا کھایا ہو یا کھیتی کرنی چھوڑ دی ہو اور اس میں تخم ریزی نہ کی ہو اگر تقدیر میں ہے تو خود بخود سب کام ہو جائیں گے، اس واقعہ پر کہتے ہیں کہ صاحب تقدیر حق ہے، لیکن تدبیر بھی تو کرنی چاہئے بدون تدبیر کے کوئی کام نہیں ہوتا افسوس یہاں تو تدبیر کی ضرورت اور دین کے کام میں تدبیر کی ضرورت نہیں حالانکہ آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاش کی خدا تعالیٰ نے ایک حد تک ذمہ داری بھی کی ہے، فرماتے ہیں: **وَمَامِنۡ دَابَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا۔** اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ کے ذمہ ہے اس کا رزق اور معاد (آخرت) کے بارے میں ذرا بھی ذمہ داری نہیں فرمائی بلکہ صاف ارشاد ہے: **لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی۔**

نہیں انسان کیلئے اس کے جو اس کوشش کی یعنی عمل کیا، **وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفۡسِه وَمَنۡ اَسَاءَ فَعَلَیۡهَا۔** اور جو شخص نیک عمل کرے گا تو اپنے فائدہ کیلئے کرے گا بر کلام کرے گا تو وہ اس پر وبال ہوگا کہ ہم بالکل وعدہ نہیں کرتے جیسا کرے گا بھرے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ ارشاد فرمایا:: **اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٴٍ اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّةَ نَعِیۡم۔**

ترجمہ: کیا لالچ رکھتا ہے ہر آدمی اس بات کا کہ وہ نعمتوں کی جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ (ہرگز نہیں) تو جب تک پاک نہ ہوگے ہرگز دخول جنت کے قابل نہ ہوگے۔

غرض معاش کو تدبیر پر رکھنا اور معاد کو تقدیر پر چھوڑنا سخت غلطی ہے بالخصوص جب کہ تحصیل معاد کی تدبیر خود اللہ تعالیٰ ہی نے بتلائی ہے اگر معاد کا حصول محض تقدیر سے ہوتا اور تدبیر کہ اس میں دخل نہ ہوتا تو تدابیر بتلانے کی ضرورت کیا تھی، اس طرح اور بہت سے موانع ہیں گویا یہاں سب مذکور نہیں ہوئے، مگر اس مختصر سی فہرست سے تھوڑے سے غور کے بعد وہ بھی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

پس جب موانع اوران کے ازالہ کی تدبیر معلوم ہوگئیں تو جلدی سے ان موانع کو زائل کرنا چاہئے اورتوبہ کرلینا چاہئے ،تاخیر نہ کرنا چاہئے ، کیونکہ تاخیر کی خاصیت یہ ہے کہ پھرا کثر توبہ میسر نہیں ہوتی یہ حالت ہوتی چلی جاتی ہے ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم
باز چوں فردا شود امروز افراد کنم

میں ہر رات کہتا ہوں کہ کل اس محبت کو چھوڑوں گا، پھر جب کل ہوتی ہےتو آج کوکل بنالیتا ہوں۔

کیونکہ توبہ ندامت کا نام ہے،اورندامت کہتے ہیں جی بُرا ہونے اورقصور پرشرمندہ ہونے کو اورشرمندگی اس وقت ہوتی ہے کہ طبیعت پراثر باقی رہےاوراثر تھوڑے دنوں کے بعد زائل ہو جاتا ہےتو جب دل سے مقدمہ توبہ ہی نکل گیا تو توبہ کیونکر نصیب ہوسکے گی ،غرض کبھی توبہ کرنے میں دیر نہ کرے بلکہ دن کے گناہوں سے رات آنے کے قبل توبہ کرلے اوررات کے گناہوں سے دن ہونے سے پہلے اوراگر کہو کہ سب سے آخری جوتوبہ ہوگی اس کے بعد کے گناہ تو پھر بھی بلا توبہ کے رہ جائیں گےتومواخذہ ہرحال میں ہوا، پھر روز کی توبہ کیا مفید ہوئی تو جواب یہ ہے کہ کیا وہ شخص جس پردس برس کے گناہوں کا بار ہواوروہ شخص جس پرایک دن کے گناہوں کا بار ہو برابر ہوسکتے ہیں،مثلاً کسی شخص پردس مقدمہ فوجداری کے ہوجائیں اوراس سے وکیل یوں کہے کہ اگر پیروی کی جائےتو امید ہے کہ تومقدموں سے بری ہوجاؤ گے،لیکن ایک مقدمہ میں باوجود پیروی کے بھی تم کوسزا ہوگی تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسی صورت میں کیا رائے قائم کی جائے گی ،آیا یہ کہ جب ایک میں سزا ہوگی تو پیروی کی کیا ضرورت ہے،بقیہ نو میں بھی ہونے دو، یا یہ کہ باوجود ایک میں یقین سزا ہونے کے دوسرے مقدمات کی اسلئے پیروی کی جائے گی کہ جس قدرا بھی سزا ہو بہتر

ہے، ظاہر ہے کہ دوسری تجویز پر عمل ہوگا تو یہ شخص پچاس برس کے گناہوں کی پوٹ لے گیا اور جو شخص ایک دن کے گناہ لے گیا دونوں برابر ہیں، ہرگز نہیں اور اگر کہے کہ برابر ہیں کیوں نہیں سمجھا گیا اور نومقدمات کی پیروی کیوں کی گئی۔

آٹھواں مانع توبہ سے یہ ہے کہ گناہ ہم سے چھوبٹ نہیں سکتے، کیونکہ ہم کھانے کمانے کی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں ان میں حلال وحرام کی تمیز بہت مشکل ہے، ہاں مولوی کو گناہ چھوڑ دینا آسان ہے، کیونکہ ان لوگوں کو مفت ملتا ہے، اس لئے یہ بآسانی گناہ چھوڑ سکتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو میں اس وقت ترک گناہ کیلئے نہیں کہہ رہا ہوں میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جب گناہ ہوجایا کرے، توبہ کرلیا کرو تو گناہ کے نہ چھوٹنے سے یہ تو لازم نہیں آیا کہ توبہ بھی نہ ہوسکے، دوسرے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کوئی ناجائز ذریعہ ایسا نہیں ہے کہ جس کو ترک نہ کیا جاسکے اور یہ جو ہم کو ترک کرنا گراں معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے اخراجات روزمرہ میں بعض ایسی چیزیں بڑھالی ہیں کہ جن کی ہم کو کوئی ضرورت نہیں، لیکن ہم ان کو ضروری سمجھ رہے ہیں تو اس کا جواب وہی ہے جو کہ کسی شخص نے ایک ادھورے شاعر کو جس نے شعر میں تشدید آنے میں ضرورت کا عذر کیا تھا اس کو جواب دیا تھا کہ شعر گفتن چہ ضرور (شعر کہنا ہی کیا ضروری ہے مت کہو) تو اگر بضرورت کثرت تعلقات گناہ ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ تکثیر تعلقات کی وجہ ضرور اصل جواب تو یہی ہے، لیکن یہ جواب ان لوگوں کیلئے ہے جو کہ عالی ہمت ہوں اور دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح نہ دیتے ہوں، کم ہمتوں کیلئے دوسرا جواب بھی ہے، مگر میں اس جواب کو زبان پر لاتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کم فہم لوگ اس سے گناہ کی اجازت نہ سمجھ جائیں، مگر حاشا وکلا گناہ کی اجازت دینا ہرگز مقصود نہیں، بلکہ منظور تقلیل اثم ہے، حاصل اس

جواب کا یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ،ایک تو وہ ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے،مثلاً لباس خلاف وضع اسلامی لباس پہننا اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی بھی نقصان نہیں اسی طرح ٹخنوں سے نیچے پاجامے پہننا کہ ان کے ترک سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے یا مثلاً عورتیں اس قدر باریک لباس پہنتی ہیں کہ اس میں پورے طور پر ستر نہیں ہوتا تو ان باتوں کو اگر چھوڑ دیا جائے تو کوئی نقصان بھی نہیں ہے، رشوت وغیرہ میں تو آپ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ بغیر ان کے ہمارے کام چلنے دشوار ہیں ،لیکن ان معاصی بے لذت میں کیا نفع ہے۔ اور ان کے ترک میں کیا نقصان ہے علی ھذا ،کسی مرد یا اجنبی عورت کو بُری نظر سے دیکھنا کہ اس میں کچھ نفع نہیں نہ اس کے ترک میں کوئی ضرر اگر کہو کہ صاحب نہ دیکھنے میں تکلیف ہوتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ تکلیف دیکھنے میں ہوتی ہے اول نظر پڑتے ہی قلب میں ایک سوزش پیدا ہوتی ہے اس کے بعد جب وہ نظر سے غائب ہو گیا تو اس سوزش میں ترقی شروع ہوئی حتی کہ بعض لوگوں کا اس میں خاتمہ ہو گیا، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ نہ دیکھنے میں کچھ تکلیف ہوتی ہے تو تھوڑی سی تکلیف کا پھر بھی چند دن کی برداشت کر لینا کیا دشوار ہے، اور اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ بہت سی تکلیف ہوئی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ آخر ضرر کیا ہوا اس تکلیف سے تنخواہ بند ہو گئی یا کھانا بند ہو گیا ہر گز نہیں اور خود یہ تکلیف وہمی کوئی متعد بہ ضرر نہیں غرض ان معاصی کو تو فی الفور چھوڑ دیا جائے ،اور جن معاصی کو بزعم خود موقوف علیہ حوائج دنیویہ کا سمجھ رکھا ہے ان کو اکثر ترک نہ کر سکیں تو راز ونہ ندامت واستغفار اور یہ دعاء کہ اے اللہ ہم کو اس سے نجات دے یہ تو ممکن ہے اتنا ہی کر لیا کرو، بے فکری اور بے پرواہی تو بہت بُری چیز ہے۔

(۹) نواں مانع توبہ سے یہ کہ لوگ گناہ کو لذیذ سمجھتے ہیں اور اسی لئے نہیں چھوڑ سکتے اس کا ایک

علاج توبہ ہے کہ مآل پر نظر کرے اور سوچے کہ یہ ساری لذت ایک دن ناک کے راستے نکلے گی، دوسرے اہل فہم کیلئے اس کا یہ جواب ہے کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ گناہ میں لذت ہوتی ہے، دیکھئے اگر عادت سے زیادہ مرچیں سالن میں ڈال دی جائیں تو اگر چہ ان میں لذت ہوگی، لیکن اس لذت کے ساتھ سوزش ہوگی کہ اس کے سامنے لذت کا ادراک بھی نہ ہوگا، اور اگر کچھ ادراک ہو بھی تو لذت کا ادراک تو فوراً ہی ختم ہو جائے گا، لیکن سوزش بہت دیر تک باقی رہے گی اسی طرح گناہ کرنے میں جو کچھ لذت بھی ہو لیکن اس روحانی تکلیف و پریشانی کے مقابلہ میں جو کہ گنا ہوتی ہے یہ لذت کچھ بھی نہیں، دوسرے اس ندامت کا خاتمہ تو فوراً ہی ہو جاتا ہے اور اس روحانی تکلیف کا اثر مدت تک باقی رہتا ہے، ہم کو التفات نہیں ورنہ معلوم ہوسکتا ہے کہ گناہ کر کے کس قدر کدورت اور طبعی توحش پیدا ہوتا ہے، فوراً ہی مریض کی طبیعت یہ فتوی ہے کہ تم نے بہت بُرا کام کیا کبھی اس کو مسرت نصیب نہیں ہوتی، چونکہ نیکی کر کے مثلاً نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر ہوتی ہے کہ قلب میں اطمینان اور نور سا معلوم ہوتا ہے برخلاف گناہ کے کہ اس کے بعد وصول معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سر پر جوتیاں ماردیں، مگر افسوس ہے ہم پھر بھی باز نہیں آتے گویا جوتیاں کھانے کی عادت ہوگئی ہے، جیسے چماروں کی عادت ہوجاتی ہے یا جیسے نمرود کی عادت ہوگئی تھی، اور یہ تکلیف تو فی الحال ہوتی ہے پھر اس کا ایک مآل (انجام) ہوتا ہے یعنی دنیا ہی میں کہ اس پر طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں ہوتی ہیں، اکثر رزق سے محروم ہوجاتا ہے، اور اس کو بشرط غور معلوم بھی ہوجاتا ہے، کہ فلاں گناہ کی شرح ہے، خوب کہا ہے ؎

ہر چہ بر تو آید ظلمات وغم
آن زبیا کی وگستاخی ست ہم

جو کچھ تم پر آتی ہیں تاریکیاں اور غم یہ بھی بیباکی اور گستاخی سے ہی ہے۔

غم چو بینی زود استغفار کن

غم بامر خالق آمد کارکن

جب تم غم دیکھو فوراً استغفار کرو، غم تو خدا کے ہی حکم سے کام کرتا ہوا آیا ہے، استغفار سے گناہ اور گستاخی معاف ہوگی تو یہ سزا غم پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: **ان العبد یحرم الرزق بخطیئة یعملها** ۔(بے شک انسان رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے، کسی گناہ کی بدولت جو وہ کرتا ہے اور کھانے کو ملے بھی تو اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔

اس کا صحیح طریقہ مشاہدے کا یہ ہے کہ آپ دو مہینے کی رخصت لے کر ان میں سے ایک مہینے تو کسی ایسے شخص کے پاس گزاریں جو کہ نہایت متنعم اور آرام میں زندگی بسر کرتا ہو، اور کسی گناہ سے نہ بچتا ہو اور دیکھئے کہ ان گناہوں کی بدولت اس کے قلب کی کیفیت ہے آخر بات چیت سے اس کے انداز کا پتہ لگ ہی جائے گا، خاص کر اس وقت میں جب کہ اس پر کوئی مصیبت آئے، مثلاً بیمار ہو جائے یا کسی دشمن کی مخالفت کا اندیشہ ہو اس کے بعد کسی ایسے شخص کے پاس رہئے کہ اس کو اچھی طرح کھانے کو بھی میسر نہ آتا ہو، مگر خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہو اور اس کے قلب کی کیفیت دیکھئے خاص کر کسی مصیبت کے وقت اس کے بعد ان دونوں کی قلبی حالت کا موازنہ کیجئے اور دیکھئے کہ سرور اصل کس کے قلب میں ہے، آپ پائیں گے کہ وہ فاقہ مست ہر وقت شاداں وفرحاں ہے اور یہ متنعم ہر وقت غم والم میں مبتلا ہے اور یہ ایسا یقینی اور بین فرق ہے کہ جب چاہے جس کا جی چاہے امتحان کر کے دیکھے اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ پریشانی کس چیز کی ہے۔

اور وہ سرور کس چیز کا ہے ظاہر ہے کہ پریشانی نافرمانی کی اور سرور فرمانبرداری کا ہے بس نافرمانی میں لذت اور فرمانبرداری میں کلفت کہنا غلط ہوا بلکہ امر بالعکس ہے، قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔(اور ہم لوگوں کو زندگی دیں گے یہ پاکیزہ زندگی۔

یہ فرمانبرداری کیلئے ارشاد ہوتا ہے: فَاِنَّ لَهُ مَعِيْشَةَ ضنکا۔ (تو اس کیلئے زندگی ہے تنگ) یہ نافرمان کیلئے غرض فرمانبرداری میں پوری راحت ہے اور راحت ہی کا نام عیش ہے۔ دلیل اس کی یہ کہ اگر امیر کبیر کو پھانسی کو حکم ہو جائے اور اس سے کہا جائے کہ تم اس پر راضی ہو کہ یہ تمام دولت اس غریب کو دے دو اور یہ تمہارے عوض پھانسی لے لے تو ایک مصیبت سے نجات ہوئی اور راحت نصیب ہوئی غرض یہ کہنا کہ لذت کی وجہ سے گناہ نہیں چھوٹ سکتے غلط ہوا۔

## امیری کے ساتھ بیماری لازم ہے

حکیم الامتؒ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سب خاندان سے زیادہ محبوب تھیں اور جن کے لئے آپ فرط محبت سے سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جن کے لئے آپ نے یہ فرمایا کہ **سيدة نساء اهل الجنة فاطمة**: نیز حضرت علی نے جب نکاح ثانی کا قصد فرمایا تو آپ نے یہ فرمایا کہ :**يؤ ذيني ما آذاها** اتنی پیاری بیٹی نے جب ایک مرتبہ چکی چلانے سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جانے کی شکایت کی۔ جس کو آج کل اس قدر معیوب سمجھا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے خاندان کی عورتوں کو بوجہ مصلحت صحت یہ رائے دی کہ نئی لڑکیوں سے چکی پسواؤ۔ کیونکہ اکثر امارت کے لئے بیماری لازم ہوگئی ہے۔ وہ امیر بھی کیا ہوا جس کے پاس صحت جیسی خدا کی نعمت نہ ہو۔ اور وجہ اس کی یہی آرام طلبی ہے۔ اس لئے میں نے جو کہا کہ تم ایسا کیا

کروتو ان میں سے بعض کہنے لگیں کہ خدا نہ کرے تم ایسی فال کیوں نکالتے ہو۔اور یہاں تک ہم لوگوں کی شان بڑھ گئی ہے کہ اکثر عورتوں نے چرخہ کا تنا تک چھوڑ دیا۔ حکایت: ہمارے وطن میں ایک عورت کا قصہ ہے کہ وہ چرخہ کات رہی تھیں اوراس زمانہ میں ان کی ساس مرگئی تھیں تو کوئی عورت جوان کے یہاں تعزیت کے لئے آئی تو آہٹ پاتے ہی چرخہ کو اٹھایا اور اندھے باولوں کی طرح کوٹھڑی میں پھینک کر آگے سے کواڑ بند کردیئے۔تا کہ مہمان کو معلوم نہ ہو۔غرض حضرت فاطمہ کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے۔حضرت علی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی غلام لونڈی لے آؤ۔تا کہ کچھ مدد دے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ حضور کے پاس گئیں اپنی راحت کے لئے یا شوہر کے امتثال امر کے لئے جس وقت حضور کے گھر پہنچیں تو حضور تشریف فرما نہ تھے۔ یہ حضرت عائشہ سے کہہ کر چلی آئیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ سے معلوم ہوا۔آپ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے۔اس وقت حضرت فاطمہ لیٹی ہوئی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اٹھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لیٹی رہو۔غرض اس وقت پھر حضور سے عرض کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اگر کہو تو غلام لونڈی دے دوں اور کہو تو اس سے بھی اچھی چیز دے دوں۔ یہ سن کر فاطمہ نے پھر یہی پوچھا کہ وہ اچھی چیز کیا ہے۔ بلکہ فوراً عرض کیا کہ اچھی ہی چیز دیجئے۔آپ نے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد اللہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔بس یہ غلام لونڈی سے بھی بہتر ہے۔اس خدا کی بندی نے خوشی خوشی قبول کرلیا۔(ملفوظات حکیم الامتؒ ص/36)

فائدہ: اس پورے واقعہ سے پتہ چلا کہ دولت کے ساتھ جسمانی ریاضت ضروری ہے خواہ گھر میں کام کر کے ہو یا باہر جا کر، بہرحال حفظان صحت کیلئے خود کو جسم کو مشقتوں اور محنتوں کا عادی

بنانا چاہیئے، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہدایت فرمائی، خادموں کے عوض آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ذکر کا تحفہ بطور نعم البدل کے فرمایا جس کو لے کر وہ خوش ہوگئیں، اور پھر کبھی جسمانی تھکاوٹ کی شکایت نہیں کی۔

بے شک جو بندہ اللہ کا ذکر اخلاص کے ساتھ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم وروح کو اپنے نور سے نہا دیتے ہیں اور ظاہر ہے خدا کی نورانی غذا تلاوت اور ذکر اللہ سے بڑھ کر نہ گیہوں ، چاول ہے اور نہ ہی ماکولات ومشروبات کی قبیل کی دوسری غذائیں اسی لئے سینکڑوں اولیاء اللہ کی زندگیوں سے یہ ثابت ہے کہ وہ چھ چھ ماہ اور سال سال بھر بھی غذا سے دور رہتے ہوئے بھی زندہ رہتے تھے، یہ اسی نورانی غذا کی کارفرمائی ہے، بہرحال جسے تجربہ نہ ہو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جس کو جتنا آرام ملتا ہے اتنا ہی وہ خدا سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، اس لئے زیادہ آرام طلبی جو بددینی اور غفلت کا سبب بنے اس سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیئے۔ (مرتب)

## اگر کوئی طالب علم کسی بزرگ کی صحبت میں رہنا چاہے تو کیا کرے

حکیم الامتؒ نے فرمایا: ابتدا ہی سے اپنی اولاد کو کسی بزرگ کی صحبت میں وقتاً فوقتاً رکھیئے اور خود بھی رہیئے اس کی صحبت میں خدا تعالی نے اصلاح کا اثر رکھا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

قال را بگذار و مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو
صحبت نیکاں اگر یک ساعتست
بہتر از صد سالہ زہد و طاعست

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضور اولیاء

بات بنانا چھوڑ و صاحب حال بنو اور یہ حاصل ہوگا کسی کامل شخص ک آگے پامال ہونے سے۔

نیکوں کی صحبت تھوڑی دیر بھی سو سالہ زہد و طاعت س بڑھ کر ہے، جو خدا کی صحبت میں رہنا چاہے اسے اولیاء کی صحبت میں رہنا چاہئے۔

مگر صحبت کا ہم لوگوں میں بالکل ہی اہتمام نہیں۔ میں نے ایک موقع پر اس کو ایک مستقل تقریر میں بیان کیا ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ جہاں اور تمام ضروریات اپنی اولاد کے لئے تجویز کی جاتی ہیں چندروز کے لئے اس کا بھی انتظام کر لیجئے کہ اس کو کسی بزرگ کے سپرد کر دیجئے اور کم سے کم ایک سال تک ان کے پاس ضرور رکھئے اگر کہیں کہ اس میں تو ان کی دنیوی تعلیم کا بڑا نقصان ہوگا تو میں کہتا ہوں کہ اس کی سی صورت کیجئے کہ ہر چھٹی میں چندروز رکھا کیجئے، اس طرح چندمرتبہ میں یہ مدت پوری ہو جائے گی۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص/6)

## اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ کا ہونا نہ ہونا دونوں مضر نہیں

حکیم الامتؒ نے فرمایا: نافع فی الدین واقع میں کوئی دوسری چیز ہے اور وہ قلب سلیم ہے یعنی اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ کا ہونا نہ ہونا دونوں مضر نہیں۔ اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپئے کا نہ ہونا تو کم مضر ہوتا ہے اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہو جاتا ہے۔ روپیہ اور قلب سلیم کی مثال بالکل تلوار اور ہاتھ کی سی ہے کہ تلوار کاٹتی ہے لیکن اس وقت جب کہ ہاتھ بھی ہو اور اس میں قوت بھی ہو اور اگر ہاتھ نہیں یا ہاتھ تو ہے لیکن اس میں قوت نہیں تو نری تلوار کیا کام دے سکتی ہے۔

بلکہ بعض اوقات خود اپنے ہی زخم لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر قلب سلیم نہ ہوتو نزا روپیہ کیا کام دے سکتا ہے۔ اصل چیز قلب سلیم ہے۔ اگر ایسے شخص کے پاس مال ہے تو وہ بیشک حدیث نعم المال الصالح عندالرجل الصالح کا مصداق ہے۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ مال راگر بہر دیں باشی حمول نعم مال صالح گفت آل رسول اور فرماتے ہیں۔ آب در کشتی بلاک کشتی - آب زیر کشتی است آن راپشتی ست یعنی اگر کشتی کے اندر پانی بھر جائے تو اس کے ہلاک کا سبب ہوتا ہے اور اگر کشتی کے نیچے رہے تو اس کے لئے معین ہوتا ہے اسی طرح اگر مال قلب کے اندر گھر گیا تو وہ قلب کے لئے مہلک ہے اور اگر قلب سے باہر ہے تو وہ عین ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب صاحب قلب سلیم کے پاس روپیہ ہو۔ غرض ایسے شخص کے لئے روپیہ کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہوگا۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص/ 7)

## شیطان کس کس سمت سے بہکاتا اور کس کس سے نہیں بہکاتا ہے

حکیم الامتؒ نے فرمایا: اہل لطائف نے لکھا ہے کہ شیطان نے بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں بیان کی ہیں:

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ۔

ترجمہ: پھر آؤں گا میں ان کے پاس آگے سے پیچھے سے دائیں سے اور پھر بائیں سے۔

اور دو سمتوں کو بیان نہیں کیا۔ یعنی فوق اور تحت اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سمتیں محفوظ ہیں ۔لیکن اوپر سے مراد دہلی کے چاندنی چوک کا کوٹھا نہیں ہے بلکہ آسمان مراد ہے۔ لیکن ہر وقت اوپر دیکھنا بہت دشوار تھا۔ اس لئے سب سے اسلم سمت تحت ہے باقی چار سمتیں قدام خلف

یمین شمال ان کی یہ حالت ہے کہ ان کی طرف دیکھنے میں اکثر انسان فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس سبب سے بعض اکابر نے یہاں تک کیا ہے کہ شہر چھوڑ کر جنگل میں بود و باش اختیار کر لی۔

حکایت: شیخ سعدی نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے۔(ملفوظات حکیم الامتؒ جلد،7 ص21)

بزرگے کے دیدم اندر کوہسارے
نشستہ از جہاں در کنج غارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی
کہ بار بند از دل بر کشائی
بگفت آں جا پریہ دیاں نغز ند
چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

ترجمہ: میں نے ایک بزرگ کو پہاڑ میں دیکھا سارے جہاں سے الگ ہو کر ایک غار میں بیٹھے تھے، میں نے پوچھا آپ شہر میں کیوں نہیں آتے کسی وقت تو دل پر سے بندش کو کھول دیتے، بولے وہاں تو حسین اور پری چہرہ لوگ ہیں اور جب کیچڑ زیادہ ہو جاتا ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتے ہیں۔

اسی حالت کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے زاہد نہ داشت تاب جمال پریر خاں کنج گرفت وترس خدارا بہانہ ساخت بہر حال ایسا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ ان چاروں سمتوں کی جانب دیکھنا بہت کم کر دیا جائے اور اوپر کے دیکھنے میں گرنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس تجر اور نقل سب سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت اور امن کی سمت سمت تحت ہے (تحت نیچے)۔

## ہر بزرگ کی شان اور حال مختلف ہوتا ہے

حکیم الامتؒ نے فرمایا: ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اور ان کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں ۔انھوں نے جواب دیا کہ فلاں مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ معلوم ہوجائے گا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہوتا ہے چنانچہ وہ شخص گیا اور جا کر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اور ان بزرگوں میں سے اول ایک کے ایک چپت رسید کی ۔انھوں نے اٹھ کر اتنے ہی زور سے ایک چپت اس کے بھی ماردی اور پھر بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوگئے ۔اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے بھی ماردی۔ وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے، اس کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے ماری۔انھوں نے اٹھ کر فوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کو دبانا اور پیار کرنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ تمہارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہوگی ۔ یہاں سے یہ تماشہ دیکھ کر ان بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ کہنے لگے کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کی حالت اور شان میں بھی ہے ۔(ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 24)

**فائدہ:** شریعت ،طریقت، معرفت اور حقیقت ان چاروں کی مثال یہ ہے ۔ایک چپت کے بدلہ ایک چپت ،شریعت، مارنے والے کو گھور کر دیکھ لینا اور چھوڑ دینا۔طریقت ۔اور مارنے والے کی طرف متوجہ نہ ہونا ،معرفت ۔اور مارنے والے کے ہاتھ اور اس کے حال کا پوچھنا یہ حقیقت ہے۔

## اللہ والا نہ کسی کی تعریف سے خوش ہوتا ہے اور نہ کسی کے برائی کرنے سے ناراض ہوتا ہے

حکایت: ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ چلے جارہے تھے چند مرید ساتھ تھے۔ راستہ

میں ایک شخص نے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص بڑا ٹھگ ہے ایک مرید کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس شخص کو مارنے کو چلا پیر صاحب نے روکا اور گھر پر لے گئے اور بہت سے لفافے جوان کے نام آئے ہوئے تھے اس کے سامنے ڈال دیئے ان لفافوں میں بڑے بڑے القاب وآداب لکھے ہوئے تھے۔ کسی میں قبلہ کونین وکعبہ دارین کسی میں رہنمائی جہاں وغیرہ وغیرہ اور فرمایا کہ بھائی نہ تو اس قدر برا ہوں جتنا اس شخص نے کہا اور نہ اس قدر اچھا ہوں جتنا ان لوگوں نے لکھا پس اگر خلاف واقع کہنے کی وجہ سے اس شخص پر غصہ آیا تو ان لوگوں پر بھی تو غصہ آنا چاہیے۔ اور ان کا منہ بھی تو بند کرنا چاہیے جو کہ جنید عصر اور فرید وقت کہتے ہیں۔ دوسری حکایت: مولانا احمد علی محدث سہارپوری کو ایک شخص نے آکر برا بھلا کہنا شروع کیا۔ مولانا چونکہ بڑے مرتبہ کے شخص تھے طالب علموں کو سخت غصہ آیا اور اس کے مارنے کو اٹھے۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی سب باتیں تو جھوٹ نہیں کہتا کچھ تو سچی بھی ہیں تم اسی کو دیکھو۔

تیسری حکایت: اسی طرح امام ابوحنیفہ کو ایک شخص نے برا کہا تو آپ نے اس کو ہدیہ بھیجا اور امام صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ آپ بھی کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت کرنا زیادہ مصلحت ہے تا کہ میری نیکیاں میری ماں ہی کے پاس رہیں۔ غیروں کے پاس تو نہ جائیں۔ حضرت اما سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ بڑے عقلمند ہیں کہ ہم لوگوں کی نیکیاں تو وہ لے لیتے ہیں (یعنی چونکہ ہم ان کی بابت بھی کچھ کہہ دیتے ہیں اور وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے (یعنی چونکہ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے) صاحبو! غور کرو کہ ایک یہ اسلاف ہیں جن کے وہ حالات تھے

ایک ہم اخلاف ہیں کہ جن کے یہ حالات ہیں خوب کہا ہے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلافست و جنگ

ترجمہ : سنا ہے کہ اللہ کے راستہ کے جوانمرد لوگوں نے کبھی دشمنوں کا بھی دل نہیں دکھایا، تم کو یہ مرتبہ کہاں میسر ہو سکتا ہے، کیونکہ تمہاری تو دوستوں سے بھی مخالفت اور لڑائی ہے۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 24)

## ہم لوگوں کا تقویٰ بی بی تمیزہ کے وضو کی طرح ہے

بی بی تمیزہ کا ایک قصہ مثنوی میں لکھا ہے کہ ایک عورت فاحشہ تھی کسی بزرگ نے اس کو نصیحت کی اور نماز پڑھنے کی تاکید کی اور وضو بھی کرا دیا اس نے نماز شروع کر دی ایک مدت کے بعد جوان بزرگ کا وہاں گذر ہوا تو بی بی تمیزہ بھی ملیں، انہوں نے پوچھا کہ بی بی نماز بھی پڑھا کرتی ہو کہنے لگی جی ہاں پڑھتی ہوں، انہوں نے کہا کہ وضو بھی کرتی ہو کہنے لگی کہ آپ نے اس روز کرا نہیں دیا تھا صاحب مثنوی نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کا تقویٰ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ نہ وہ زنا سے ٹوٹتا ہے نہ اور کسی فعل سے اسی طرح ہم لوگ اپنے ایسے معتقد ہیں کہ کوئی عیب بھی نظر نہیں آتا البتہ دوسرے پر طعن کرنے میں خوب پختہ ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 40)

## صرف کسی بزرگ کی توجہ سے کام نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی عمل کرنا ہوگا تب نتیجہ ملے گا

حضرت حکیم الامتؒ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں: بعض لوگوں کو توجہ بھی ہوتی ہے

تدبیر بھی کرتے ہیں لیکن یہ کہ کسی بزرگ کے پاس گئے اور اپنی حالت بیان کر کے فرمائش کی کہ آپ کچھ توجہ کیجئے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص طبیب کے پاس جائے اور اپنے امراض کو بیان کرے اور جب طبیب نسخہ تجویز کرے تو اس سے کہے کہ حکیم صاحب میری طرف سے نسخہ آپ ہی پی لیں۔

ظاہر ہے کہ اس کو ساری دنیا احمق کہے گی اور سب قہقہہ لگائیں گے۔ اس کی حالت طالبین توجہ کی بھی ہے کہ مریض تو یہ مگر توجہ کریں بزرگ اور یہ توجہ نہ کریں۔

حکایت: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جب بمبئی تشریف لے گئے تو ایک سوداگر نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے حج نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شرط پر دعا کروں گا وہ یہ کہ جس دن جہاز چلے اس دن مجھے پورا اختیار اپنے نفس پر دے دو کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں تم کو بٹھلا دوں اور وہ جہاز تم کو لے کر روانہ ہو جائے اور جب تک یہ نہ ہو صرف میری دعا سے کیا کام چل سکتا ہے کیونکہ جب تم قصد نہ کرو گے دنیا کے کاروبار کو نہ چھوڑو گے نہ وہ خود کم ہوں گے تو صرف میری دعا تم کو حج کیونکر کرا دے گی۔ کیونکہ خود کعبہ تو تم تک آنے سے رہا۔

اس کو کیا غرض پڑی ہے اور جن کو یہ شرف نصیب ہو بھی گیا ہے تو ان کو بھی اس صورت سے حج نصیب نہیں ہوا۔ حج کرنے کے لئے ان کو بھی خود کعبہ ہی میں آنا پڑا اور جب ایسوں کو بھی خود کعبے کی طرف جانے کی احتیاج تھی تو اس سوداگر کو تو کیوں ضرورت نہ ہو گی اور یہ تجارت چھوڑ کر جائیں نہیں تو محض حاجی صاحب کی دعا سے ان کو کیا نفع ہو سکتا ہے تو جو لوگ کچھ تدبیر کرتے بھی ہیں صرف اس قدر کرتے ہیں کہ بزرگوں سے دعا کرا لیتے ہیں۔ اور خود کچھ نہیں کرتے۔ صاحبو!

خیال کیجئے ابوطالب جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں اور بہت بڑے محب کہ جس موقع پر تمام قریش نے مخالفت کی اور آپ کے دشمن ہو گئے اس موقع پر بھی ابوطالب نے ساتھ دیا اور اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے بہت محبت تھی اور آپ نے بے حد کوشش ان کے مسلمان ہونے کی فرمائی ۔لیکن محض اس وجہ سے کہ انہوں نے ارادہ نہیں کیا حضور کی کوشش اور محبت کچھ بھی ان کے کام نہ آئی اور آخر کار اپنی قدیم ملت پر ان کا خاتمہ ہو گیا ۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت رنج ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّکَ لَا تَھْدِی مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِی مَنْ یَشَآءُ۔ (القصص،56)

جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرے۔

(ملفوظات حکیم الامتؒ جلد،7 ص78)

## تمنا الگ چیز ہے اور ارادہ الگ

موجودہ دور میں خاص و عام میں یہ مرض ہے کہ ہر اچھے کام اور نیک عمل کیلئے تمنائیں خوب کرتے ہیں ،مگر ارادہ بالعمل نہیں کرتے اس لئے ناکام اور محروم رہتے ہیں اور بلاوجہ میں پریشان ہوتے رہتے ہیں ،اسی کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ تمنا ایک چیز ہے اور ارادہ دوسری چیز ہے۔

ایک مرتبہ دو شخص حج کو جانے کی بابت تذکرہ کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے میں نے کہا کہ صاحب یہ بالکل غلط ہے اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے۔ ہاں تو یوں کہیے کہ تمنا ہر مسلمان کی ہے۔سونری تمنا سے کام نہیں چلتا۔ارادہ کہتے ہیں سامان کے مہیا کرنے کو مثلاً ایک شخص زراعت تو کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا کوئی

سامان مہیا نہیں کرتا اور ایک شخص اس کا سامان بھی جمع کر رہا ہے تو پہلے شخص کو متمنی اور دوسرے کو مرید کہیں گے۔اسی طرح اگر دو شخص جامع مسجد پہنچنا چاہیں مگر ایک تو اپنی جگہ بیٹھا ہوا تمنا ظاہر کئے جائے اور ایک شخص چلنا شروع کر دے تو دوسرے کو مرید کہیں گے اور پہلے کو متمنی تو جب ارادہ ہوتا ہے کام بھی ضرور پورا ہو جاتا ہے، اگر کسی وجہ سے خود قدرت نہیں ہوتی تو کوئی رہبر مل جاتا ہے جو معین ہو کر کام پورا کر دیتا ہے۔اس لئے کہتے ہیں کہ: **السعی منی و الاتمام من الله** میری طرف سے کوشش کرنا ہے اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔پس کام شروع کر دینا چاہیے خدا تعالیٰ خود مدد کریں گے اور کام پورا ہو جائے گا۔میں ایک عالی ہمتی کی حکایت آپ کو سناتا ہوں۔حکایت: اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے بلایا تو جس مکان میں ان کو لے کر گئی ہے تو یکے بعد دیگرے سات حصے اس مکان کے تھے اور ہر حصہ مقفل تھا۔اور قفل بھی ہر حصے کے نہایت مضبوط تھے۔غرض پورا سامان کیا گیا تھا کہ حضرت یوسف باہر نکل کر نہ جاسکیں۔آخر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، دھمکی بھی دی۔

لجاجت بھی کی لیکن عصمت نبوت کے سامنے ایک بھی نہ چلی۔واقعی یوسف علیہ السلام کا کام تھا کہ اس مصیبت میں بھی ان کو اتنا قوی توکل رہا جو آگے معلوم ہوگا۔آپ نے دیکھا کہ مکان سب مقفل ہیں نکلنے کی کوئی صورت بظاہر نہیں مگر ساتھ ہی قوت توکل نے ہمت دلائی کہ مجھ کو اپنا کام تو کرنا چاہیے خدا تعالیٰ ضرور مدد کریں گے چنانچہ آپ نے وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور زلیخاں آپ کے پیچھے ہوئی۔لکھا ہے کہ جس دروازے پر آپ پہنچتے تھے قفل ٹوٹ کر گر جاتا تھا اور دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا۔اسی طرح ساتوں دروازے کھل گئے اور آپ صحیح وسالم عفت کے ساتھ باہر نکل آئے۔اس کی طرف اشارہ کر کے مولانا فرماتے ہیں۔

گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف داری باید و دید!

کہ اگر چہ قصر عالم میں کوئی دروازہ نظر نہیں آتا کہ اس سے نکل کر تم نفس وشیطان کے پھندے سے بچ سکو، لیکن مایوس پھر بھی نہ ہونا چاہئے حضرت یوسفؑ کی طرح دوڑنا چاہئے پھر دیکھئے دروازہ پیدا ہوتا ہے کہ نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 80)

## عمل میں پختہ وہی شخص ہوتا ہے جو اپنے بوتہ پر کام کرے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ: جو لوگ اپنے بوتہ پر کام کرتے ہیں ان کی حالت ساری عمر یکساں رہتی ہے، البتہ ان میں شور وغل، اچھل کود نہیں ہوتی اور نہ یہ مطلوب ہے۔

## میں شروع میں مرید کو تھوڑا عمل دیتا ہوں تا کہ آسانی سے کر لے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: دیکھو اگر کوئی بچہ کی تربیت کرنا چاہے تو طریقہ اس کا یہ ہے کہ اس کو تھوڑا کھلائے وہ جزو بدن ہو اور اس سے نشو ونما پیدا ہو۔ اسی طرح شیخ کامل بھی ایک ہی دن سب کچھ نہیں بھر دیتا کیونکہ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ طالب کو حالات کا ہیضہ ہو اور ایک ہی دن میں خاتمہ ہو جائے۔ بلکہ وہ بتدریج اس کو آگے کو بڑھاتا ہے اور جو لوگ اناڑی ہیں اور طریق تربیت سے ناواقف و ناآشنا ہیں وہ ایک دم میں بھر دینا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو عوام الناس بہت بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے تعلقات اس سے چھوٹ جاتے ہیں۔ نہ بیوی کے کام کا رہتا ہے نہ بچوں کے۔ اور یہ کمال نہیں بلکہ نقص ہے۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 88)

## تجھے اجازت ہے تو ہیرا پھیری کرلیا کر

اہل اللہ کسی چیز کی اصلاح یکدم نہیں فرماتے بلکہ بتدریج اصلاح فرماتے ہیں اس لیے کہ اصلاح میں زیادہ شدت یا عجلت مرید کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت ملفوظات حکیم الامت جلد 27 صفحہ 110 پر ایک جگہ فرماتے ہیں ایک چور کسی بزرگ سے بیعت ہوا اور چوری کرنے سے توبہ کی لیکن چونکہ مدت کی عادت پڑی ہوئی تھی اس لیے ہر شب چوری کرنے کا سخت تقاضہ طبیعت میں پیدا ہوتا اور اس کو دبانے کے لیے وہ یہ کرتا تھا کہ تمام ذاکرین کے جوتے اٹھا کر گڑبڑ کر دیتا اس کے جوتے کے ساتھ اس کا اس کے جوتے کے ساتھ اس کا غرض کسی ایک کا جوتا بھی اپنے ٹھکانے نہ ملتا آخر لوگوں نے دق ہو کر ایک شب بیدار رہ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ نو گرفتار ہیں۔

صبح ہوئی تو شیخ سے شکایت کی شیخ نے اس سے دریافت کیا اس نے کہا حضور میں بے شک ایسا کرتا ہوں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مدت سے مجھے چوری کرنے کی عادت تھی اب میں نے توبہ کر لی ہے رہ رہ کر طبیعت میں تقاضہ پیدا ہوتا ہے جس کو پورا کرتا ہوں اب آپ اگر اس سے منع فرمائیں گے تو میں اضطرارا پھر چوری کروں گا غرض میں نے چوری سے توبہ کی ہے ہیرا پھیری سے توبہ نہیں کی شیخ نے کہا بھائی تجھے اس کی اجازت ہے تم ہیرا پھیری کرلیا کرو۔ ان مراتب کا سمجھنا بڑی بصیرت پر موقوف ہے۔۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 110)

## برکت ایسی بھی ہوتی ہے

میرا ہی خود قصہ ہے کہ کبھی زیور بنواتا تو چونکہ چاندی کے واسطے روپے دینے سے ربوا لازم آ

جاتا ہے۔اس لئے جب بھی زیور بنوانے کا اتفاق ہوتا میں چاندی دوسری جگہ سے خرید کرا سے دیتا۔ دوایک مرتبہ تو اس نے کہا کہ روپیہ دے دو پھر تول کر حساب کر دینا۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ یہ میرے دین کے خلاف بات ہے۔بس اس نے اس کو خوشی سے منظور کرلیا تو لوگ سب مان جاتے ہیں آدمی پکا چاہیے اور اللہ میاں کی طرف سے اسباب ویسے ہی پیدا ہو جاتے ہیں ۔خیال کر لیجئے کہ حاکم جب کسی کو امر شاق کا حکم دیتا ہے تو اس پر مامور کی اعانت بھی کیا کرتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دل کو مضبوط کر واور اس پر عزم کرلو کہ ہم کوئی کام بلا پوچھے نہ کریں گے ۔ ہاں پوچھنے سے بعض صورتیں عدم جواز کی بھی نکلیں گی اور اس میں آمدنی بھی کم ہو جاوے گی ۔تو خوب سمجھ لو اور تجربہ کرلو کہ اس میں کم ہی میں برکت ہو جاوے گی ۔اور اس کے یہ معنی نہیں کہ کم چیز مقدار میں بڑھ جاتی ہے کہ بازار سے ایک من گیہوں لائے اور گھر پر آکر دو من اترے ،ممکن ایسا بھی ہے کہ ایک صاحب خیر نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ مسجد بنواتے تھے اور ایک تھیلی میں روپے رکھتے تھے اور کا شروع کیا، جب ضرورت ہوتی اس میں ہی سے ہاتھ ڈال کر نکال لاتے یہاں تک کہ سب کام بن گیا حساب جو لگایا تو جتنا روپیہ تھا اس سے کم نہیں ہوا۔تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مگر ہمیشہ ضروری نہیں بلکہ اس کے معنی اور ہیں اور وہی اکثر واقع ہیں اور وہ یہ کہ یہ مقدار قلیل جب تمہارے ہی صرف میں آئے ۔ بیماری میں خرچ نہ ہو اور ایسے ہی فضول خرچیوں میں مقدمات میں لا طائل تکلفات میں ضائع نہ ہو جائے جو کچھ آئے تمہاری ہی ذات پر صرف ہونا چاہیے ۔گیہوں تھوڑا ہو اس سے بہتر کہ زیادہ آئے اور تم پر خرچ نہ ہو۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 268)

## ایک فقیر کا نصیب دیکھئے

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک ملفوظ میں فرمایا: کسی مصیبت زدہ کو دیکھو تو اس پر ہنسنے کے بجائے عبرت حاصل کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے مصیبت کو دور کر دے اور تم کو اس میں مبتلا کر دے۔

کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس وقت ایک فقیر مانگنے آیا۔ اس نے فقیر کو جھڑک دیا۔

اتفاق سے کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ یہ شخص بالکل تباہ و پریشان ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب بیوی کا نان ونفقہ بھی نہ چل سکا تو اس کو بھی طلاق دے دی۔ اور اس نے کسی اور دولتمند سے نکاح کر لیا۔ اتفاق سے اس دولتمند کے دروازہ پر کوئی شخص سوال کرنے آیا اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو بھیک دے آؤ۔ یہ جو دروازہ پر گئی تو وہاں سے روتی ہوئی لوٹی۔ شوہر نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ میرا پہلا شوہر ہے اور اسی تذکرہ میں وہ قصہ سائل کے جھٹک دینے کا بھی بیان کیا۔ اس شوہر ثانی نے کہا کہ وہ سائل جو جھڑکا گیا تھا میں ہوں خدا تعالیٰ نے مجھے مال بھی دیا اور اس کی بیوی بھی دی۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص/123)

## جس کا اللہ سے تعلق صحیح نہیں ہے مال واولاد ہوتے ہوئے بھی مصیبت میں ہے

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: اسی کو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یہی ارادہ کرتے ہیں کہ ان کافر لوگوں کو مال اولاد کے ذریعہ دنیا میں عذاب دیدیں حقیقت میں اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ جنہوں نے دنیا کو قبلہ وکعبہ بنا رکھا

ہے وہ کس قدر مصیبت میں ہیں عیش کے ذرائع سوچتے اور جمع کرتے ساری عمر گزر گئی اور کھانے پینے کو وہی چار چپاتیاں اور تین کپڑے ہی ملے جو کہ سب کو ہی ملتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ اس قدر انہماک کے بعد بھی ذرائع عیش نصیب نہ ہوئے اور غضب یہ کہ آج تک بھی اس کا احساس نہیں ہوا اب تک بھی وہی ترقی کی تعلیم دی جاتی ہے اور اگر پورا عیش حاصل بھی ہو گیا تو یہ کیا عیش ہے کہ خوب کھالیا اگر یہی عیش ہے تو بیل کو سب سے زیادہ عیش میسر ہے کہ اس کو نہ گذشتہ کل کی یاد نہ آئندہ کل کی فکر اس کی برابر سلطان بھی عیش میں نہیں غرض محض بے فکری سے کھالینا کوئی عیش نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد،7 ص202)

## عیش حقیقی یہ ہے

عیش یہ ہے کہ نہ ماضی کی فکر ہے نہ مستقبل کا اندیشہ بس وہ ابن الحال ہے کہ جو اس پر گزرتا ہے سب کو خوشی سے برداشت کرتا ہے اور اس کو نعمت سمجھتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں صوفی ابن الحال با شداے رفیق یعنی جو حالت اس پر طاری ہو وہ اس میں راضی ہے اور یہ کہتا ہے۔

ہر چہ از دوست میر سد نیکو ست

(دوست سے جو کچھ ملتا ہے وہ اچھا ہی ہوتا ہے)

اگر طیش بھی ہو تو عیش ہے اور اس پر کچھ عجب نہ کیجئے اگر ایک مدت کے بعد محبوب سے ملاقات ہو کہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جائے۔ نہ بات کی ہمت ہو نہ سلام کی جرات اور اسی حال میں محبوب اس پر رحم کرے اور اس کو سینہ سے لگالے اور خوب دبا دے کہ اس کا دم نکلنے لگے اور اسی حالت میں اس کا کوئی رقیب آجاوے اس کو دیکھ کر محبوب دریافت کرے کہ اگر تم کو تکلیف ہو رہی

ہوتو تم کو چھوڑ کر اس کو دبانے لگوں تو اس وقت کیا کہے گا کیا یہ تکلیف اس کو محسوس ہوگی کہ آخرت سے غافل رہ کر دنیا میں کھپ جانے کی کے دل کی کیفیت

وحالت والا سے صوفی تو اے میرے ساتھی حال والا ہی ہوتا ہے۔ کے غصہ اور تکلیف دینا بھی ہو تو محبت میں وہ بھی لطف و کیف ہی ہے۔

اور کیا اس کی وجہ سے وہ محبوب کے علیحدہ ہونے پر راضی ہوگا بھی نہیں بلکہ وہ یہ کہے گا۔

نہ نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(دشمن کو یہ نصیب نہ ہو کہ تیری تلوار سے ہلاک ہو ہم دوستوں کا سر سلامت رہے تا کہ انہی پر تو اپنا خنجر آزمائی اور یہ کہے گا۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

(تم طریقت کے سالکوں یعنی اللہ کے راستہ میں لگے ہوؤں سے تعجب کرتے ہو کہ وہ معنی ومقصود کے سمندر میں غرق ہیں)

اور ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

ناخوش تو خوش بود بر جان من

دل فدائے یار دل رنجان من

(آپ کی طرف کی ناگوار شے بھی میرے واسطے خوشی کا سبب ہے کیونکہ دل دل دکھانے والے دوست پر فدا ہے)

پس زبون وسوسہ باشی دلا

گر طلب را باز دانی از بلا!

(اے دل پھر تو تو وسوسوں کا بیوقوف بنایا ہوا ہو جائے گا اگر تو محبوب کی طلب کو مصیبت سے الگ جانتا ہے)

یعنی طلب اور بلا میں فرق کیا تو تم طالب خدا نہیں بلکہ تم طالب مخلوق ہو ایک مخلوق کو چھوڑ کر دوسری مخلوق کو لیا ہے، جس نے اس کی حقیقت سمجھ لی اس کی برابر کوئی دولت مند نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑی دولت ہے۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص203)

## بدعت کو چھوڑ و مگر بدعتی لوگوں سے مت لڑو

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ عوام میں سے جس کو بیعت کرتا ہوں اس سے یہ بھی کہتا ہوں کہ بدعت کو چھوڑ و لیکن بدعتی لوگوں سے مت لڑو۔ خدا تعالیٰ تم سے یہ نہ پوچھے گا کہ ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا اور قرآن شریف سے بھی اسی مشرب کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ۔

اور ہو تم میں سے ایک جماعت جو نیکی کی طرف دعوت دے اچھے کاموں کا حکم کیا کرے برے کاموں سے روکا کرے، لفظ منکم سے معلوم ہوتا ہے کہ سب اس کام کے لائق نہیں ہیں اور یہ تجربہ ہے کہ جو لوگ اس کے اہل نہیں سمجھے جاتے ان کا کہنا لوگوں کو ناگوار گزرتا ہے غرض یہ طعن و تشنیع کا شیوہ مناسب نہیں اپنے کام میں لگے رہو اگر کوئی برا ہو تو اس پر رحم کرو اور اس کے

لئے دعا کرو۔ چنانچہ اہل اللہ دنیا داروں پر رحم ہی کرتے ہیں کہ یہ بیچارے حمال ہیں لدے ہوئے ہیں ہانپے جارہے ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد،7 ص205)

## جس شئ سے بھی تم محبت کرتے ہو وہ محبت الٰہی کا ہی سایہ ہے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ محبت کسی نہ کسی کمال کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے علم و فضل، حسن صورت وحسن سیرت اور تیسرا مقدمہ یہ ہے اور مسلم ہے کہ ہر کمال ظل کمال خداوندی ہے تو ہر شخص اگرچہ وہ کسی کا عاشق ہو واقع میں کمال خداوندی کا عاشق ہے اور یہی معنی ہیں محبت خدا کے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے دیوار پر دھوپ دیکھی اور اس کی وجہ سے وہ دیوار کا عاشق ہو گیا اس صورت میں ہر شخص جانتا ہے کہ یہ شخص واقع میں دیوار کا عاشق نہیں آفتاب کا عاشق ہے کیونکہ دیوار کا عشق ایک کمال کی وجہ سے پیدا ہوا تھا یعنی نور اور وہ کمال واقع میں آفتاب کا کمال ہے نہ کہ دیوار کا یہی وجہ ہے کہ جب آفتاب چھپ جاتا ہے اور دونوں زائل ہو جاتا ہے تو عشق بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

عشق با مردہ نہ باشد پائیدار
عشق را با حی و با قیوم دار

مرجانے والے کے ساتھ عشق کرنا پائیدار نہیں ہوسکتا۔ عشق تو اس ذات سے رکھو جو ہمیشہ زندہ اور سب نظام والی ہے۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد،7 ص216)

**فائدہ:** مخلوق چاہے جتنی حسین ہو اس کے عشق میں مبتلا ہونا بہت بڑی غلط فہمی ہے، اس سے نجات پانا ضروری ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے حسن پر خدا کے حسن کو ترجیح دو جس نے

اس جیسے ہزاروں حسینوں کو پیدا کیا اس کا حسن کیا ہوگا راہ عشق کے سچے مسافر کو اپنے خدا کے حسن اور خزانۂ حسن پر نگاہ رکھنی چاہیئے ،اگر کسی کو اس کا عشق ہو جائے تو پھر محبت الٰہی کا سفر اس کیلئے نہایت ہی سہل ہوتا چلا جاتا ہے۔(مرتب)

## آپ کی اصلاح اپنی رائے سے نہیں کسی اہل اللہ کی رائے سے ہوگی

اگر اپنی رائے سے کوئی شخص اپنی اصلاح کی تدبیر سوچ کر چار گھنٹے اس میں مشغول رہنے کے لئے مقرر کر لے تو اس میں وہ بات حاصل نہ ہوگی جو کسی ماہر کی تجویز پر نصف گھنٹہ عمل کرنے میں حاصل ہو جائے گی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں بخار میں مبتلا ہوا ایک طبیب سے رجوع کیا انہوں نے نسخہ تجویز کر دیا جس کے استعمال سے چند روز میں فائدہ ہو گیا۔ میں نے اس نسخہ کو مفید دیکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھا۔ اتفاق سے دوسرے برس پھر کچھ شکایت ہوئی تو میں نے اسی نسخہ کو منگا کر استعمال کیا لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔اس کے بعد آخر پھر اسی طبیب سے رجوع کیا اور ان کے تجویز کردہ نسخہ سے صحت ہوگئی ۔اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اول حکیم صاحب کی زبان میں یا قلم میں کوئی خاص اثر رکھا تھا کہ صحت اس پر موقوف تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ نسخہ کی تجویز میں جس طرح مریض کے مزاج کی رعایت کی جاتی ہے زمان اور مکان کی رعایت بھی کی جاتی ہے یعنی ایام ربیع میں ایک نسخہ تجویز کیا جاتا ہے تو ایام خریف میں دوسرا۔ کیونکہ دونوں موسموں کے مزاج بالکل الگ الگ ہیں ۔اسی طرح سرد ملک میں جو دوا مفید ہوگی گرم ملک میں اس کا مفید ہونا ضروری نہیں ہے تو جیسے بدن کے امراض میں محض اپنی تدبیر اور رائے مرض کے زوال کے لئے کافی نہیں ہے یوں ہی نفسانی امراض میں محض اپنی تدبیر اور رائے مرض کے زوال کے لئے کافی

نہیں ہے۔ یوں ہی نفسانی امراض میں بھی ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کی زبان میں بھی اثر ہے۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 234)

## اساتذہ کے یہاں تو ظاہر درست ہوتا ہے اور مشائخ کے یہاں اخلاق درست ہوتے ہیں

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: دیندار کامل تو وہ ہے کہ ظاہراً بھی دیندار ہو اور باطناً بھی، کیونکہ اعمال کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی ظاہری تو روزہ، نماز، حج، زکوۃ وغیرہ اور باطنی انس، رضا، شوق صبر، قناعت وغیرہ ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں بداخلاقیاں غضب حقد تکبر بے صبری، حرص ہیں۔ یہی وہ چیزمیں ہیں جو مشائخ کے یہاں ملتی ہیں۔

اساتذہ کے یہاں تو ظاہر درست ہوتا ہے اور مشائخ کے یہاں یہ اخلاق درست ہوتے ہیں۔ اور اسی کا نام بزرگی ہے۔ آج کل تو درویشی اور بزرگی کشف وکرامت کو جانتے ہیں۔ مجھ کو ایک شیخ صاحب کے ارشاد پر تعجب ہوا کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ میاں تم ذکر وشغل کرتے ہو کچھ نظر بھی آتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ تو ہنس کر فرمایا کہ بھائی ثواب جمع کئے جاؤ۔ آہ افسوس ہے کہ ان شیخ نے ثواب کی کچھ بھی قدر نہ کی۔ میں تو اسی دن سے ان کی شخصیت سے بھی بے اعتقاد ہو گیا۔ جو خدا تعالی کی رضا کو چھوڑ کر کشف کو ڈھونڈے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وزارت کو چھوڑ کر گھاس کھودنے لگے۔ اس لئے کہ کشف کا حاصل بعض غیر معلوم و غیر مقصود اشیا کا معلوم ہو جانا ہے سو یہ کوئی کمال نہیں ہے کمال یہ ہے کہ ظاہر اور باطن موافق شریعت کے ہو۔ پس ایسے شخص کے لئے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ اس کو حیات طیبہ نصیب ہوگی اور کسی قسم کی پریشانی اس کو نہ ہوگی۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ جلد، 7 ص 302)

## جس کی فطرت صحیح ہے اس کیلئے خدا کا کوئی حکم خلاف عقل نہیں

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرتِ سلیمہ ہوتو ایک حکم بھی شریعت کا خلافِ فطرت نہیں ہے۔ چونکہ اکثر لوگوں کی فطرت سلیمہ نہیں اسلئے ایسے لوگوں کو وہ احکام فطرت اور عقل کے خلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے بخار کے مریض کا ذائقہ فاسد ہوجانے کی وجہ سے اسکو زردہ پلاؤ قورمہ تنجن فیرنی بریانی سب کا ذائقہ بُرا معلوم ہوتا ہے، وہ کسی کو میٹھا، کسی کو کڑوا، کسی کو پھیکا بتلاتا ہے اور یہ ہی چیزیں کسی تندرست کو کھلائی جائیں وہ انکو خوشذائقہ اور عمدہ بتلائے گا۔ (ملفوظ ۱۳۲)

## کپڑا یا چیزوں میں جو سلف سے طرز چلا آرہا ہے وہی سنت ہے اس سے زیادہ کے چکر میں نہ رہو

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ تہبند (تہ بند) ایسا باندھتے ہیں کہ ران کھل جاتی ہے فرمایا کہ اس کا حکم تو ظاہر ہے مستور بدن کھل جانے پر گنہگار ہوگا، گھٹنوں سے ناف تک مرد کے لئے بدن ڈھانپنا واجب ہے۔ عرض کیا کہ کیسا لباس پہننا سنت ہے اسکی کوئی ہیئت اور مقدار خاص ہے؟ فرمایا کہ یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ شلوار ہوتو اس میں اتنا کپڑا ہو، پاجامہ ہوتو وہ اتنے کپڑے کا ہو۔ رہا ہیئت سو سلف سے بزرگوں کا جو طرز چلا آرہا ہے اُسی کی مشابہت رکھنا چاہئے۔ باقی یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ عصاء اتنا بڑا ہو کہ نہ اتنا بڑا ہو، عمامہ اتنا ہو۔ اور ضروری نہ ہونے کی وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چیزیں استعمال فرماتے تھے وہ بنا بر عبادت نہیں تھیں بلکہ وہ عادت شریفہ تھی۔ جس میں آرام ملا اس کو اختیار فرمالیا۔ صاف تشبہ بالکفار سے احتراز کا حکم فرماتے تھے۔ غرض جس چیز کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام نہ فرمایا ہو امتی کا اسکو اختیار کرنا تو علامت محبت کی ہے مگر اسکا خاص اہتمام نہ کرے کیونکہ وہ سنت قرباتِ مقصودہ کے درجہ میں نہیں ہے۔ (ملفوظ 130)

یہ ہی وہ باتیں ہیں کہ جن میں فرق کرنا صرف مجتہد کا کام ہے اور ہر شخص مجتہد ہے نہیں، اسوجہ سے لوگوں کا بدعت میں زیادہ ابتلا ہوگیا۔ سنت اور بدعت میں فرق کرنا محقق ہی کا کام ہے، غیر محقق تو ٹھوکریں ہی کھائیگا۔ اور غیر منقولات کا تو ذکر ہی کیا ہے، حضرت امام صاحب تو عباداتِ منقولہ میں بھی اس مقصودیت وعدم مقصودیت کا فرق کرتے ہیں۔ امام صاحب کی نظر کا عمق اس قدر ہے کہ دوسرے وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ اسی وجہ سے حنفیہ پر اعتراض ہے کہ منقولات میں بھی رائے لگاتے ہیں۔ امام صاحب کا منقولات میں مقصود اور غیر مقصود کا فرق نکالنا بڑا ہی لطیف اور باریک علم ہے، کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔

امام صاحب کا اس کے متعلق مسلک یہ ہے کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقصود سمجھ کر نہ کیا ہو اسکو مقصود سمجھ کر کرنا نہ چاہیئے کہ اس میں تغیّر ہے مشروع کی۔ باقی بے سمجھے اعتراض کر دینا کون سا مشکل کام ہے مگر آدمی سمجھنے کی طرف بھی توجہ کرے کہ آخر کہنے والا کہہ کیا رہا ہے اور اسکا منشاء کیا ہے؟ اور جو اعتراض سمجھ کر ہوتا ہے اس کی نوعیت اور شان ہی جدا ہوتی ہے اور بے سمجھے جو اعتراض ہوتا ہے اس کی نوعیت اور شان جدا۔ جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ سو ایسا شخص تو اعتراض ہی کرلے گا اور کیا کرے گا۔ خصوص یہ زمانہ تو اس قدر پُرفتن اور پُرآشوب ہے کہ ہر شخص قریب قریب آشوبِ چشم ہی کا مریض بنا ہوا ہے، نظر کام ہی نہیں کرتی الا ماشاء اللہ مگر جن پر حق تعالیٰ کا فضل ہے اور انکو فہمِ سلیم اور عقلِ کامل عطاء فرمائی گئی ہے وہ بیشک سمجھ سکتے ہیں۔

## مجھے قیمتی کپڑے سے نہیں بلکہ اس کی تراش خراش سے نفرت ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کپڑے کے مادہ کو زینت میں زیادہ دخل نہیں زیادہ کپڑے کی صورت و ہیئت سے زینت ہوتی ہے کپڑا خواہ کتنا ہی قیمتی ہو مگر اس کی

ہیئت وتراش تکلف کی نہ ہوگی تو زینت نہ ہوگی مجھ کو قیمتی کپڑے سے نفرت نہیں بلکہ اس کی تراش و خراش سے نفرت ہے اس بناؤ سنوار ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جنٹلمین یا بڑی شان والے ہیں اور یہ شان اور اکڑ کپڑا پہننے والے کے طرز ہی سے معلوم ہوجاتی ہے کہ اس کو اس سے تفاخر مقصود ہے یا نہیں اور یہ تزین وتجمل بھی آج کل کے فیشن میں داخل ہوگیا ہے گو کوٹ پتلون نہ ہو ثقہ ہی لباس ہو مگر ہر لباس میں مادہ قلب میں وہی ہے کہ ہر وقت بناؤ سنوار ہو، اپنی دیکھ بھال ہو۔ جیسے بازاری عورت جس کو ہر وقت دکانداری ہی کا اہتمام رہتا ہے۔غرض ہر ہیئت میں تو مادہ قلب میں وہی ہے جو کوٹ پتلون میں ہے جس پر طرز و انداز نمایاں دلالت کرتی ہے اور اسی دلالت کی فرع ہے کہ ایک ہی چیز کا مادہ ایک شخص میں اور ہے دوسرے میں اور اسی لیے میں جس کیلئے جو مناسب سمجھتا ہوں اس کو وہی تعلیم کرتا ہوں اور ایک کی حالت پر دوسروں کی حالت کو قیاس کرنا سخت نادانی ہے جیسے بعض لوگ بزرگوں کا لباس دیکھ کر خود بھی اس کی نقل کرنے لگتے ہیں مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے دو شخصوں کا ایک ہی فعل ہو دونوں کی ظاہری ایک ہی صورت ہے مگر زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے مولانا جلال الدین رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں ؎

گفت منصور آنا الحق گشت مست

گفت فرعونے انا الحق گشت پست

ترجمہ: منصور نے انا الحق کہا تو وہ محبت حق کا مست ہوگیا اور فرعون نے انا الحق کہا تو وہ پست ہوتا چلا گیا۔

لفظی صورت ایک ظاہر میں دونوں کا دعویٰ ایک مگر ایک مقبول اور ایک مردود۔اسی وجہ سے مولانا یہ بھی فرماتے ہیں کہ اپنی حالت پر دوسروں کی حالت کو قیاس مت کرو۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

پاک لوگوں کے کاموں پر اپنے کاموں کو قیاس مت کرو۔ (دیکھو شیر جانور) اور شیر (بمعنی دودھ) ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں مگر دونوں میں حقیقت کے اعتبار سے کس قدر فرق ہے۔

تو اہل اللہ اور خاصان حق کا کھانا پہننا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا ہنسنا رونا بولنا خاموش رہنا سب اللہ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ کا مصداق ہوتا ہے ان کے اچھے لباس کو دیکھ کر ان کے سامان کو دیکھ کر نہ ان پر معترض ہوں نہ ہر موقع پر ان کی نقل کرو۔ اسی بناء پر جس کیلئے جو مناسب سمجھتا ہوں تعلیم کرتا ہوں سب کو ایک لکڑی سے نہیں ہانکتا اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ کسی نعمت کا استعمال مذموم اور برا نہیں جس قدر اس کی طرف درجہ مقصودیت میں التفات کا رہنا برا ہے اس لئے کہ ایسا التفات تو منعم کی طرف ہونا چاہئے۔ (ملفوظ 125)

## خاصان حق کی صحبت فرض ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل زمانہ نہایت پُرفتن ہے اس میں تو لوگوں کے ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، چہار طرف سے بددین ملحد زندیق بنانے کی سعی اور کوشش کی جارہی ہے اسلئے بزرگوں کی صحبت کی سخت ضرورت ہے اور اس موجودہ زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے میں تو خاصانِ حق کی صحبت کے فرضِ عین ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں انکے ساتھ وابستہ رہنے سے لوگ اپنے ایمانوں کو سلامت تو رکھ سکیں گے۔ تو جو چیز شرط ہو دین اور ایمان کی حفاظت کی اسکے فرضِ عین ہونے میں کیا کسی کو شبہ ہوسکتا ہے۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کے نیچری اور لیڈر اکثر عقل سے کورے ہیں، جب عقل صحیح ہی نہیں پھر ایسی عقل میں احکامِ اسلام کیسے آویں۔ عقل ہو تو بقدر ضرورت آویں بھی اجمالاً یا تفصیلاً، پھر نماز نہیں، زہد نہیں، تقویٰ نہیں، ان اعمال سے بھی عقل میں نور پیدا ہوتا ہے، اس پر احکامِ شرعیہ پر شبہ کہ ہماری عقل میں نہیں آتے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا کہے کہ ہم کو تو یہ نظر نہیں آتا کہ یہ چیز سفید ہے یا سرخ، تو اس پر یہی کہا جائے گا کہ اگر نگاہ ہو تو نظر آئے، جب نگاہ ہی نہیں تو نظر کیسے آئے۔ اسی طرح یہاں بھی جواب دیا جائے گا کہ عقل ہو تو کچھ عقل میں آئے جیسے اگر مشکیزہ یا پیالہ ہو تو اس میں پانی آئے اور جب یہ ہی نہ ہوں تو پانی کس چیز میں آئے۔ قصور تو اپنا اور الزام اور اعتراض احکامِ اسلام پر۔ جیسے ایک حبشی سفر میں چلا جار ہا تھا دیکھا کہ راستہ میں ایک آئینہ پڑا ہے اس کو اٹھا کر جو دیکھا تو اس میں ایک کالی بھیانک صورت، موٹے موٹے ہونٹ، بھدی اور بیٹھی ہوئی ناک، عجیب ایک بدصورت شکل نظر آئی اس نے آئینہ کو دور پھینک مارا اور کہا کہ ایسا بدصورت اور بدشکل نہ ہوتا تو تجھ کو یہاں کون پھینک جاتا۔ اب بتلایئے کہ کیا یہ آئینہ کا قصور تھا؟ اس میں کونسی ایسی چیز تھی کہ جس پر الزام اور اعتراض کیا۔ جناب ہی کی صورت تھی جس کے یہ اوصاف خود ہی بیان کئے۔ اسی طرح احکامِ شریعت تو آئینہ ہیں اور بالکل بے غبار اور صاف شفاف صیقل شدہ، ان میں کونسا نقص ہے سب نقص جناب ہی کے اندر ہیں۔

دوسری مثال غلط بینی کی اور سنیئے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب اسٹیشن پر دو گاڑیوں کا میل ہوتا ہے تو ایک پہلے چھوڑی جاتی ہے تو بعض اوقات جو گاڑی کھڑی ہے اس کے مسافروں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چل رہی ہے اور چلنے والی گاڑی کھڑی ہے۔ تو چل تو رہا ہے اپنا دماغ اور دیوانے خود ہیں، عقل اپنے اندر نہیں، بدفہمی کُوٹ کُوٹ کر اپنے اندر بھری ہوئی ہے اور عیب ناک سمجھتے ہیں دوسروں کو۔

ایک تیسری مثال سنئے، مثلاً ایک شخص کہے کہ میاں تمام زمین آسمان گھوم رہے ہیں، تمام درخت اور سڑک اور مکانات حرکت میں ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ بھائی تمہارا سر گھوم رہا ہے، چکر تمہارے دماغ میں ہے تمہارا دماغ خراب ہورہا ہے۔ اس پر وہ کہے کہ کیا غضب ہے کہ تم میرے مشاہدے کی تکذیب کرتے ہو؟ اس پر حقیقت شناس کہے گا کہ تیرے مشاہدہ کی تکذیب نہیں، مشاہدہ تیرا صحیح ہے مگر مشاہدہ کا آلہ ماؤف ہے۔ تو جناب حقیقت کے عدم انکشاف پر انسان کچھ سے کچھ سمجھنے لگتا ہے اور حقیقت سے دور جا پڑتا ہے۔

تو یہی حالت آج کل کے عقلاء کی ہے۔ پھر اس پر دعوٰی ہے کہ ہم قوم کی کشتی کے ناخدا ہیں۔ ایسوں ہی کی بدولت مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے ہر روز ایک نیا لباس بدل کر پلیٹ فارموں اور ممبروں پر آکھڑے ہوتے ہیں، ہر روز ایک نئی قسم کا لیکچر ہوتا ہے، ہر روز ایک نیا ترانہ اور نیا نغمہ سناتے ہیں جس میں ترقی کے لئے بہت زور لگا چکے ہیں اور لگا رہے ہیں اور لگادیں گے مگر مسلمانوں کا بجائے ترقی کے تنزل ہی کی طرف رخ جارہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مقصود ترقی ہے اور چاہتے ہو کہ قوم کی فلاح اور بہبود کا سامان ہو اور اسی کے لئے تم یہ سب کچھ کررہے ہو تو عقل کے دشمنوں جیسے تم یہ مُختَرَع (اختراع کردہ) تدابیر اختیار کررہے ہو اور تجربہ سے غلط ثابت ہورہی ہیں آخر خدا اور رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر سے تم کو کیوں ضد اور نفرت ہے اور ان کو کیوں نہیں اختیار کرتے۔ چند روز کے لئے ان کو بھی تو باعتقادِ دین نہیں بلکہ تدابیر ہی کا درجہ سمجھ کر اختیار کرکے تو دیکھ لو یعنی اگر اس خیال سے اختیار کرنے کی ہمت نہ ہو کہ ان کا دین میں کیا درجہ ہے اور اس پر خدا اور رسول کی خوشنودی ہوگی تو محض بطور امتحان ہی کے کرکے دیکھ لو، اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش

آزموں را یک زمانے خاک باش

بہت دن بتوں کی پرستش کرتے ہوئے ہو گئے سوائے ذلت اور خواری کے کچھ پلے نہ پڑا اب ذرا خدا کو راضی کر کے اور انکے سامنے ناک ماتھا رگڑ کر دیکھ لو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے گی اسی کی تعلیم ہے۔

چند خوانی حکمت یونانیاں

حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ بدون مشروع تدابیر کے اختیار کئے ہوئے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود مشکل بلکہ محال ہے اور یہ میرا دعوٰی بلا دلیل نہیں اور دلیل بھی ایسی کہ جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ اس وقت تک غیر مشروع تدابیر اختیار کرنے پر تم کو ناکامی ہی ناکامی رہی بھلا غیر مشروع تدابیر میں خیر و برکت کہاں؟ کیونکہ یہ سب اسباب تو اُنہیں کے قبضۂ قدرت میں ہیں بدون اُن کی مشیت کے نِری تدابیر و اسباب سے ہوتا کیا ہے؟ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

خاک و باد و آپ و آتش بندہ اند

با من و تو مردہ با حق زندہ اند

خاک، ہوا، پانی، آگ سب خدا کے بندے ہیں۔ ہمارے تمہارے سامنے مردہ ہیں مگر حق تعالٰی کے سامنے زندہ ہیں۔

اور اُنکی مشیّت اہل ایمان کیلئے عادتاً بدون رضا کے ہوتی نہیں پھر کامیابی کہاں؟ اگر تم

نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا تو تمہاری ان تدابیرِ غیر مشروع پر یہ حالت ہوگی کہ بجائے کسی بہبود اور فلاح کے خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔ پس ترقی کی تدابیر بھی اہل دین ہی سے حاصل کرو وہی تمہارے سچے خیر خواہ ہیں اور اگر ان سے حاصل نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ ابھی تمہاری فلاح اور بہبود کے دن نہیں آئے اور تدبیر کے متعلق بالمشیت ہونے کے ہزاروں واقعات ہیں کہ قاعدے سے تدبیر صحیح مگر اثر کا ترتب ندارد۔ مولانا نے مثنوی میں پہلی حکایت میں اسی کا بیان فرمایا ہے کہ ایک بادشاہ ایک کنیز پر عاشق تھا، وہ بیمار ہوئی بادشاہ نے اپنے قلمرو کے تمام طبیبوں کو جمع کرلیا اور یہ کہا اگر میری محبوبہ صحتیاب ہوگئی تو میری بھی زندگی ہے ورنہ میری بھی موت ہے اس پر تمام اطباء اور ڈاکٹروں نے بالاتفاق عرض کیا جسکو مولانا فرماتے ہیں۔

جملہ گفتندش کہ جانبازی کیتم
فہم گرد آریم انبازی کینم
ہر یکے ازما مسیحے عالمے ست
ہر الم را در کف ما مرہمے ست

سب نے کہا کہ ہم باہم مشورہ کر کے اور خوب سوچ سمجھ کر کوشش کرتے ہیں۔ ہم میں کا ہر ایک مسیح العالم ہے ہر بیماری کی ہمارے ہاتھ میں دوا ہے۔

مولانا انکی مادہ پرستی کو بیان فرماتے ہیں۔

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر
پس خدا بنمود شاں عجز بشر

ان طبیبوں نے ان شاءاللہ۔ بوجہ تکبر کے نہیں کہا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے انکا عاجز ہونا دکھلا دیا۔

اوراس پر جونتیجہ ہوااس کوفرماتے ہیں۔

ہر چہ کردند از علاج و از دوا
رنج افزوں گشت و حاجت ناروا
شربت و ادویہ و اسباب او
از طبیباں برو یکسر آبرو
از قضا سرکنگبیں صفرا فزود
روغنِ بادام خشکی می نمود

جس قدر علاج اور دوا کی، تکلیف بڑھتی رہی اور صحت نہ ہوئی۔ تمام دوائیں اور انکے اسباب سب ہی جمع کردیئے مگر طبیبوں کی آبرو بالکل جاتی رہی۔ حکمِ الٰہی سے سرکہ کی انگبیں صفراء کو بڑھاتی تھی اور روغنِ بادام سے خشکی بڑھتی تھی۔

یعنی نفع کچھ نہ ہوا اور مرض میں ترقی ہرتی رہی اس کے بعد بیان فرمایا ہے کہ کوئی بزرگ بابرکت تشریف لائے اور انہوں نے الہامی تدبیر کی اور کامیابی ہوگئی۔ غرض تدابیر کی تاثیر موقوف ہے مَشِیَّت پر اور مَشِیَّت مسلمان کے لئے موقوف ہے رضاء پر، اس لئے کہتا ہوں کہ بدون حق جل شانہ کو راضی کئے ہوئے اور مشروع تدابیر کو اختیار کئے ہوئے مسلمانوں کو فلاح اور بہبود میسر ہونا محال ہے۔ اسکا صرف ایک ہی علاج ہے جو میں تم کو بتلا چکا ہوں کہ اللہ اور رسول کو راضی کرنے کی فکر اور مشروع تدابیر کو اختیار کرو۔ اپنے دوست دشمن کو پہچانو، سلیقہ اور طریقہ سے کام کرو اور جو کام بھی کرو متحد ہر کر کرو ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے اپنے کو چھوٹا سمجھے اور یہ چھوٹا سمجھنا ہی صورت اتفاق کی ہے۔

اور آج کل کی یہ ساری خرابیاں بڑے بننے کی ہیں اور یہ سب ضروری تفصیل ہے تدابیر مشروعہ کی ان کو اختیار کرو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ فتح اور نصرت تمہاری لونڈی غلام بن کر تمہارے ساتھ ہوگی۔ کیا تم نے اپنے سلف کے کارنامے نہیں سنے کہ مادیات کا ان کے پاس نام ونشان نہ تھا ہر طرح کی بے سروسامانی تھی مگر بڑے بڑے قیصر وکسری اور بڑی بڑی جماعتیں منظم غیر مسلم اقوام کی ان سے لرزاں اور ترساں تھیں۔ آخر کیا چیز ان کے پاس تھی؟ وہ صرف ایک ہی چیز تھی جس کا نام تعلق مع اللہ ہے۔ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق تھا بس سب اس کی برکت تھی۔ ہمارے اندر اسی کی کمی ہے اس لئے ذلیل اور خوار ہیں۔ حق تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائیں کہ صحیح طریق پر چلیں اور دارین کی فلاح پر فائز ہوں۔ (ملفوظ 118)

## سفر زیارت روضۂ اقدس عشق ومحبت کی رو سے فرض ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدین بڑے ہی بے ادب ہوتے ہیں ان میں بیباکی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعضوں کو دیکھا بالکل روکھے روکھے ہر بات میں کھرا پن، چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ملاحت نہیں تو یہ ظاہری رنگ ہے اور باطنی رنگ یہ کہ فہم میں عمق ( گہرائی ) نہیں۔

اس پر ایک حکایت یاد آئی کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ معظّمہ میں ایک غیر مقلد عالم کی گفتگو ہوئی، حضرت نے ان سے پوچھ لیا کہ مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ہے یا نہیں اس پر وہ نہایت خشکی سے کہنے لگے کہ مدینہ منورہ جانا کچھ فرض تو نہیں جس کا اہتمام کیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ بے شک فتوے سے تو فرض نہیں مگر عشق ومحبت کی رو سے تو فرض

ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا معلوم بھی ہے کہ بناء ابراہیمی تو قبلہ ہو، بناء داؤدی وسلیمانی قبلہ ہو اور حضور ﷺ کی بناء قبلہ نہ ہو، وہ ضرور قبلہ ہوتی مگر حضور ﷺ کی شانِ عبدیت کے غلبہ سے حکمت الٰہیہ نے اس کو منظور نہیں فرمایا ورنہ سب قبلے منسوخ ہو کر حضور ﷺ ہی کی بناء قبلہ ہوتی۔

اس پر کہنے لگے کہ خیر تو حضور ﷺ کی بناء یعنی مسجدِ نبوی کی زیارت کے قصد سے جانے کی فضیلت مسلّم ہے باقی قبر شریف کی زیارت کے قصد سے سفر نہ کرنا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مسجد میں تو شرف حضور ﷺ ہی کے طفیل سے ہوا تو جس کی اصلی فضیلت ہو اس کا تو قصد جائز نہ ہو اور جس کی فضیلت فرعی ہو اس کا جائز ہو عجیب بات ہے۔ یہ مکالمہ طویل تھا میں نے مختصر نقل کیا ہے۔ اخیر میں وہ بالکل خاموش ہو گئے۔

زیارت قبر کے متعلق ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک شخص نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سفر زیارت قبور کے متعلق سوال کیا تھا آپ نے کیسی عجیب سلامتی اور ادب کی بات فرمائی کہ اگر خود انسان احتیاط کرے یعنی خود نہ جائے مگر منع کرنے میں دوسروں پر تشدد تو نہ کرنا چاہئے۔ ہمارے حضرات کے اعتدال کا یہ طرز تھا افسوس پھر ان حضرات کو بدعتی بدنام کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی تنقیص کرتے ہیں اور بزرگوں کے مخالف ہیں۔ استغفر اللہ، ایسا الزام محض جہل اور بد دینی ہے جو بُری بلا ہے۔ غرض افراط اور تفریط سے دونوں طبقے خالی نہیں یعنی بدعتی اور غیر مقلدین۔

میں ایک مرتبہ قنوج گیا ہوا تھا ایک غیر مقلد نے میری دعوت کی میں نے قبول کر لی، بعض احباب نے منع کیا کہ خلافِ احتیاط ہے میں نے کہا کہ اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو ہمارے دین کا کیا نقصان ہے اس کا دین تباہ ہوگا۔ مقصود میرے اس کہنے کا یہ ہے کہ ہم تو بلا وجہ بدگمانی کسی کی طرف نہیں کرتے اور یہ ہماری طرف بلا دلیل بدگمانی اور بدزبانی دونوں کرتے ہیں، یہ کون سے دین اور عقل کی بات ہے۔ (ملفوظ 114)

# تمام فن طریق کا خلاصہ

(ملفوظ ۱۱۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خلاصہ اس تمام فن کا دو الفاظ میں ہے ایک یہ کہ افعال ضروری اور مقصود ہیں دوسرا یہ کے انفعلات غیر ضروری اور غیر مقصود ہیں یہ نہایت ہی کام کی بات ہے اور تمام فن اس میں حل ہو گیا مگر فلاں مولوی صاحب ندوی جنہوں نے طریق کی تحقیق کے لئے مجھ سے کچھ خط و کتابت کی تھی اس کو سُن کر خود طریق ہی سے گھبرا گئے اور لکھا کہ تمام مکاتیب سے معلوم ہوا کہ یہ فن بڑا مشکل ہے حالانکہ یہ خلاصہ ہی بیّن دلیل ہے اس کے سہل ہونے کی مگر پھر سہل کو مشکل سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ چاہتے یہ ہیں کہ کچھ کرنا نہ پڑے ان مکاتیب سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ کرنا پڑے گا بس گھبرا گئے۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ دودھ بھی نہ پئے جو نہایت سہل ہے اور یوں کہے کہ مجھ کو کچھ کرنا نہ پڑے بلکہ دوسرا ہی کسی طرح دودھ پلا دے حالانکہ جس کو ملا ہے کرنے ہی سے ملا ہے اور جہاں بدون کچھ کئے صورۃً کچھ ہو گیا ہے وہاں بھی پہلے کچھ کر لیا ہے تب ہی کچھ ملا ہے گو بعض جگہ کرنے والے کو بھی حقیقت معلوم نہ ہوئی ہو جیسے ایک شخص نے عنت (نامردی) کی شرمندگی میں سنکھیا کھا لیا مواد رمہلک تھی مگر مزاج اس قدر بارد تھا کہ اسکا متحمل ہو گیا اور عورت پر قادر ہو گیا مگر ایسا شاذ و نادر ہے۔

بعض کو شبہ ہو جاتا ہے کہ اکثر اہل علم کو جلد نفع ہوتا ہے گویا بے کئے ہی مقصود حاصل ہوتا ہے اس سے آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ بدون مجاہدہ کے کام ہو گیا، ایسا ہرگز نہیں وہ جو دس برس یا بیس برس تک کتاب کو سامنے رکھ کر آنکھیں سینکتے رہے ہیں اور تمام تمام شب اور تمام تمام دن

رٹتے رہے ہیں یہ کیا تھوڑا مجاہدہ ہے اسی مجاہدہ سے ان میں استعداد پیدا ہوگئی سو کام مجاہدہ ہی سے ہوا اول مجاہدہ ہوا پھر مقصود کی اہلیت واستعداد پیدا ہوگئی اور کسی کامل کی توجہ سے وہ مستقل اور راسخ ہوگئی باقی اگر نری توجہ سے کوئی کیفیت پیدا ہوگئی تو وہ مستقل نہ ہوگی ایک عارضی کیفیت ہوگی جیسے جب تک لحاف میں رہے گرمی ہے باہر نکلے پھر وہی ٹھنڈے کے ٹھنڈے کیونکہ وہ گرمی عارضی بات تھی اور ایک گرمی انڈے کا حلوہ کھانے سے ہوتی تھی، سو یہ گرمی مستقل ہوگی۔

سونری توجہ کوئی چیز نہیں بلکہ اصل چیز تربیت ہے سو ان میں عمل کی تعلیم لازم ہے اور بدون تربیت اور مشاہدہ کے انسان قطب اور غوث تو ہوسکتا ہے مگر مقصود حاصل نہیں کرسکتا اور مجاہدہ بھی کوئی معین مدت کا نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ آدمی ساری عمر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے اور یہ لگا رہنا ہی بڑی نعمت ہے اسی کو فرماتے ہیں ۔

اندریں رہ می تراش ومی خراش

تادم آخر دمے فارغ مباش

اور عشاق کی تو مجاہدہ دائمی میں یہی شان ہوتی ہے کہ ان کی ساری عمر رونے پیٹنے میں کٹتی ہے آنکھ دل سے جس کا سرچشمہ وہی عشق ومحبت ہے اسی کو کسی نے خوب کہا ہے۔

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں

یک قطرہ آب خوردم ودریا گریستم

اللہ یہ محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے ایک قطرہ اس کا پیا تھا اور آنکھوں سے رورو کر دریا بہادیئے ہیں۔

اور واقعی محبت ایسی عجیب چیز ہے کہ اس کا ایک قطرہ اخیر میں دریا سے بھی بڑھ جاتا ہے اس

عاشق کو اگر قطبیت ملتی ہے تو کہتا ہے کہ حضرت معاف فرمائیے اس لئے کہ عاشق کو ان چیزوں سے کیا تعلق اس کی تو یہ شان ہے۔

هنيئاً لا رباب النعيم نعيمهم

وللعاشق المسكين مايتجرع

راحت والوں کو ان کی راحت مبارک ہو۔اور عاشق مسکین کے لئے وہ گھونٹ (غم کے) مبارک ہوں جو پی رہا ہے۔

بعض اہل ظاہر نے وَلَا تَلقُوا بِاَيدِيكُم اِلَى التَّهلُكَةِ۔

سے استدلال کیا ہے ان مجاہدات اور ریاضات کی ممانعت پر کہ اس میں ہلاکت ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مجاہدہ ہلاکت ہے اس لئے اس سے منع کرتے ہیں مگر حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اسی سے ترغیب مجاہدہ پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ عشاق کے نزدیک ترک مجاہدہ ہلاکت ہے اس لئے وہ ترک سے منع کرتے ہیں عجیب لطیف جواب ہے غرض کام کرنا ضروری ٹھہرا مگر اخلاص کے ساتھ۔

پھر اگر کوئی ملامت کرے یا ریاء وغیرہ کا شبہ کرے پرواہ بھی نہ کرنا چاہئے اس پر ایک لطیفہ یاد آیا ایک نقشبندی کی ایک چشتی سے گفتگو ہوئی نقشبندی نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر جہر کرتے ہو چشتی نے کہا ہم نے سنا ہے تم ذکر خفی کرتے ہو مطلب نقشبندی کا اعتراض کرنا تھا کہ جہر میں ریاء اور اظہار ہے حتی کہ اس کی خبر ہم تک پہنچ گئی اور چشتی کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ تمہارے خفی کی خبر بھی ہم تک پہنچ گئی سو یہ بھی ریاء ہے تو ہم اور تم دونوں اس میں برابر ہو گئے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک شخص کو ذکر جہر کی تعلیم فرمائی اس نے عرض کیا کہ حضرت اس

سے ریاء ہوجائے گی ذکر خفی کرلیا کروں فرمایا کہ جی ہاں اس میں ریاء نہیں ہے کہ گردن جھکا کر بیٹھ گئے چاہے سو ہی رہے ہوں مگر دیکھنے والا سمجھے کہ نہ معلوم عرش وکرسی کی سیر کر رہے ہیں یا لوح وقلم کی تو صاحب اظہار کا نام ریاء نہیں ہے جب اظہار کا قصد ہو اس کا نام ریاء ہے اور اگر ریاء ایسی ہی سستی ہے تو اسلام اخفاء کیوں نہیں کرتے جو اصل جڑ ہے۔

ایک نقشبندی درویش سے میری گفتگو ہوئی اور میری طالب علمی کا زمانہ تھا لڑکپن تھا انہوں نے کہا کہ ذکر جہر میں ریاء ہے میں نے کہا کہ کیا اذان میں بھی ریاء ہے چپ رہ گئے حالانکہ یہ جواب محض ایک طالب علمانہ جواب تھا کیونکہ اس کا مقصود تو بدون جہر کے حاصل ہی نہیں ہوسکتا یعنی اعلان وقت نماز مگر لڑکپن کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اذان سے تو مقصود صرف وقت کا اعلان ہی ہے یا ذکر بھی ہے فرمایا کہ دونوں ہیں ذکر بھی اعلان بھی اور خیر یہ قیل وقال تو نکتے ہیں مگر جہر میں اصل مصلحت یہ ہے کہ خطرات نہ آویں اس لئے ہلکی ہلکی آواز سے ہوتا کہ مقصود بھی حاصل ہوجائے اور دوسروں کو بھی تکلیف نہ ہو قصد السبیل میں اس کی ضروری بحث بہت اچھی ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ (ملفوظ 113)

## مولانا صاحب آپ اپنی کوئی امتیازی شان نہ بنائے

(ملفوظ ۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کا تو جی یوں چاہتا ہے کہ اس طرح رہیں کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو کہ یہ کون ہیں اپنے بزرگوں کو اسی طرز پر دیکھا ہے عوام میں ملے جلے رہتے تھے کوئی امتیازی شان نہ تھی آج کل ایک امتیازی شان زیادہ چپ رہنا بھی ہے اس لئے اہل علم کے لئے یہ طرز بھی ناپسند ہے کہ ہر وقت خودداری کی حفاظت میں رہیں۔ (ملفوظ 112)

## نفس سب کا مولوی ہے خبر دار رہو!

(ملفوظ۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک رئیس تھے یہاں کے رہنے والے غدر سے پہلے انتقال ہو چکا ہے بائیس گاؤں کے زمیندار تھے مگر معاشرت نہایت سادہ تھی چنانچہ جاڑوں میں روئی کا انگرکھا روئی کا پاجامہ روئی کا ٹوپ پہنتے تھے اور سخی بہت تھے پھر فرمایا کہ کبھی سادگی کبر کی وجہ سے بھی ہوتی ہے تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ بہت ہی متواضع ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبر بصورت تواضع بھی ہوتا ہے نفس بڑا مکار ہے بڑے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نفس سب کا مولوی ہے اپنی غرض کے لئے ایسی باتیں نکالتا ہے کہ بڑے سے بڑے عالم کو بھی نہیں سوجھ سکتیں بالخصوص ان لکھوں پڑھوں کا نفس تو اور بھی زیادہ پڑھا جن ہوتا ہے۔ (ملفوظ111)

## رات کو دن

(ملفوظ۱۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بات کسی موقع پر خوب ہی چسپاں ہو جاتی ہے ایک لڑکا تھا کانپور کے مدرسہ میں پڑھتا تھا نہایت سیاہ فام اور دانت اس کے نہایت سفید چمکتے ہوئے اور وہ ہنستا بہت تھا اور بلند آواز سے ہنستا تھا تو میں اس کو چھیڑا کرتا اور جب وہ ھنستا میں کہا کرتا کہ ”فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ“ ظلمت تو اس کا رنگ اور رعد ھننے کی آواز اور برق دانت اور یہ تفسیر نہ تھی تشبیہ تھی اسی طرح یہاں ایک حافظ تھے نابینا نہایت ہی سیاہ فام مگر کپڑے نہایت سفید پہنا کرتے تھے ایک بار میں اپنے ماموں صاحب کے ساتھ جا رہا تھا وہ حافظ صاحب سامنے آ گئے تو ماموں صاحب نے کہا کہ میاں دیکھو رات کو دن لگے ہیں۔ (ملفوظ110)

## عدم مناسبت پر بیعت کا فائدہ نہیں

(ملفوظ ۱۰۸) اوپر ہی کے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جنگ بلقان کے زمانہ میں جب ایڈریا نوپل فتح ہوگیا ایک شخص جو نیم مولوی تھے اور خیر سے مجھ سے بیعت بھی تھے میں نے بیعت کے وقت مریض سمجھ کر جلدی قبول کرلیا تھا میرے پاس آئے اس سے پہلے ان کا خط بھی آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی عیسائیت کا حامی ہے کہ غالب ہوتے چلے جارہے ہیں میں نے ڈانٹا کہ بیعت کے بعد تمہاری یہ حالت؟ تو انہوں نے صاف کہا کہ مجھے تم سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی اور بیعت تو اس امید پر کرلی تھی کہ اس کی برکت سے تندرست ہوجاؤں گا میں نے کہا کہ خیر ساری عمر میں ایک شخص سچا ملا میں اس سچ کی قدر کرتا ہوں اور چونکہ سچ کی جزا سچ ہے اس لئے میں بھی سچ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس کبھی مت آنا چنانچہ وہ نہیں آئے یہ حالت ہوگئی ہے۔ بیعت کی اور طلب کی اسی لئے مصالح یا سفارش سے بیعت کرنے کو میں پسند نہیں کرتا۔

ایک بار میرے پاس دو شخص آئے ایک مرادآباد کے اور ایک سنبھل کے۔ سنبھل والے نے کچھ گڑبڑ کی تو میں نے ان سے کہا کہ جب تمہاری یہ حالت ہے تو تم آئے کیوں تو کہنے لگے انہوں نے یعنی مرادآباد والے نے ترغیب دی تھی دریافت کرنے پر انہوں نے بھی اپنے جرم کا اقرار کیا میں نے اسی وقت دونوں کو نکال دیا دیکھئے اگر ان کو محبت ہوتی تو پھر آتے۔ نکال دینے سے ہوتا کیا ہے طالب کو چین کہاں قرار کہاں یہ ایسے ہی لوگ اس مثل کے مصداق ہیں کہ ''عشق سعدی تا بزانو'' واقعی بعضوں کا عشق گھٹنوں تک ہوتا ہے (اس کا قصہ مشہور ہے) پہلے بزرگوں نے بڑے بڑے امتحان لئے ہیں میں تو کوئی بھی امتحان نہیں لیتا ہوں میں تو

شروع ہی سے تعلیم دیتا ہوں امتحان نہیں کرتا البتہ اس تعلیم ہی میں بعض اوقات امتحان بھی ہو جاتا ہے۔(ملفوظ 108)

## مولود شریف میں قیام کی گنجائش اس صورت میں ہے جب شیخ مجلس صاحب حال ہو اور وہ وجد میں کھڑے ہو جائیں تو سب کھڑے ہو جائیں ورنہ نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ میں جہل پور رہا ہوں وہاں سے استفتاء مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا منجملہ اور استفتوں کے ایک استفتاء اس کا بھیجا کہ مولود شریف میں قیام کرنے کی اصل کیا ہے حضرت مولاناؒ نے جواب میں اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ قیام ایک حرکت وجدیہ ہے اس کو صوفیہ خوب جانتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے کرتے کوئی بزرگ وجد وشوق میں کھڑے ہو گئے اور وجد کا ادب یہ ہے جس کو امام غزالیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ایک کے قیام سے سب کھڑے ہو جائیں پھر بعض اہل دل کو یہ حرکت اچھی معلوم ہوئی وہ تواجد (وجد کی صورت بنانے) کے طور پر کھڑے ہونے لگے اس کے بعد عوام میں اس کا عام سلسلہ ہو گیا جو جہل کے سبب لزرم کے درجہ تک پہنچ گیا اس جواب سے حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحبؒ کے ایک قول کے معنی سمجھ میں آ گئے جس کو کاپی میں ایک معمر شخص نے میرے سامنے نقل کیا تھا کہ کسی نے حضرت شاہؒ سے اس قیام کی نسبت پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ شیخ مجلس کو دیکھنا چاہئے اس کا یہی مطلب تھا کہ شیخ مجلس جو اس ذکر پر کھڑا ہوا ہے دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ صاحب حال ہے تو اس کا یہ قیام وجد ہے جس میں قوم کو موافقت کرنا ادب ہے اور اگر صاحب حال نہیں تو محض تصنع و رسم پرستی ہے اور لزوم مفاسد کے

خوف کے مقام پر تواجد کی اجازت نہیں اس سے حضرت شاہ صاحبؒ کی علمی شان کس درجہ معلوم ہوتی ہے پھر افسوس کہ اس پر نواب صدیق حسن خان صاحبؒ حضرت شاہ صاحبؒ کی نسبت اپنی ایک کتاب میں جس کو میں نے دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ: **کان قلیل العلم کثیر العبادۃ**۔(ملفوظ 105)

(یعنی شاہ صاحبؒ کا علم تو کم تھا۔وہ عبادت زیادہ کرتے تھے)

بعض حضرات روایات کو علم سمجھتے ہیں۔

## صحبت کا اثر کیسے ہوتا ہے؟

حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے ایک مرید تھے، انھوں نے ایک دفعہ حضرت تھانوی کے پاس خط لکھا کہ حضرت! میرے اندر غصہ بہت زیادہ ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہوجائے: لہذا اس کے لئے کوئی نسخہ تجویز فرمادیں- وہ صاحب لکھنؤ سے قریب کے رہنے والے تھے۔

حضرت نے ان کو جواب لکھا کہ لکھنو میں میرے خلیفہ فلاں حکیم صاحب رہتے ہیں، فلاں جگہ پر ان کا مطب، کلینک ہے، تم ان سے اجازت لے کر ان کے پاس بیٹھ جایا کرو، وہ تو اپنے کام میں مشغول رہیں گے، لیکن تم ان کے پاس جا کر بیٹھ جایا کرو اور یہ بھی لکھا کہ پندرہ دن تک بیٹھنے کے بعد مجھے خط لکھنا کہ کیا اثر ہوا، چنانچہ وہ صاحب پتہ تلاش کرتے ہوئے حکیم صاحب کے کلینک پہ پہنچ گئے، اور ان سے اجازت لیکر ان کے پاس بیٹھ گیے، وہ حکیم صاحب تو اپنے کام میں مشغول رہتے، بیماروں کی نبض دیکھتے، اور دوائیاں تجویز کرتے تھے، اور یہ صاحب ان کے پاس بیٹھے رہتے تھے، پندرہ دن بعد انھوں نے حضرت تھانوی کو خط لکھا کہ اللہ کا فضل ہے کہ غصہ

بالکل کافور ہوگیا، انھوں نے اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ حضرت! غصہ تو میرا کافور ہوگیا لیکن ایک سوال ذہن میں آ گیا ہے کہ حکیم صاحب نے نہ مجھے کچھ کہا اور نہ میں نے ان سے کچھ کہا، صرف ان کے پاس بیٹھنے سے میرا غصہ کیسے ختم ہوگیا؟

یہ فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت کے پاس خط آیا تو اس کا جواب لکھا کہ جی، نہ انہوں نے کچھ کہا اور نہ تم نے کچھ پوچھا، لیکن ان کے دل میں جو حلم کا مادہ ہے، صحبت کی تاثیر سے وہ منتقل ہو کر تمہارے دل میں آ گیا۔ اللہ اکبر! یہ ہے تاثیر صحبت اولیاء کی۔ (صحبت صالحین، ص/62)

نیک لوگوں کی مصاحبت ومجالست بہت ضروری ہے، مجالست ایک بڑا ذریعہ ووسیلہ ہے اللہ کی معرفت کو پانے کا، اللہ کی محبت کو پانے کا۔

## بزرگوں کو حقیر مت سمجھو بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں مگر واقع میں نہایت دانشمند ہوتے ہیں

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بعضے بزرگ بھولے معلوم ہوتے ہیں مگر واقع میں نہایت دانشمند ہوتے ہیں اور بھولے کسی حالت کے غلبہ سے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ حضرت مولونا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ دھلوی جو مکہ معظّمہ میں مقیم تھے ان کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں روپیہ گنے پیسے سب ایک ہی جگہ رکھتے تھے اور جب بازار جاتے تو اگر ایک پیسہ کا بھی سودا لینا ہوتا تب بھی پوری تھیلی لے جاتے اور سودا خرید کر پوری تھیلی کو دکان پر لوٹ کر دکاندار کو پیسہ دیتے اور بقیہ اس میں اٹھا کر بھر لیتے۔ ایک روز بازار سے تھیلی ہاتھ میں لیئے واپس مکان کو جا رہے تھے جب مکان کے

قریب ایک گلی میں داخل ہوئے ایک بدوی راستہ سے ساتھ ہولیا تھا وہ تھیلی ہاتھ سے چھینی اور چلد یا آپ نے پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا کیا ہوا سیدھے مکان پر پہنچ کر اور مکان کا دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگالی اب وہ بدوی تھیلی لئے چلا مگر جب اس ہی گلی سے نکلنے کا ارادہ کرتا تب ہی لوٹ کر پھر اسی گلی میں آجاتا گویا راستہ بند ہوگیا سمجھ گیا یہ وبال کسی بات کا ہے اور پریشان ہوکر تھیلی لوٹانے کے لئے واپس شیخ کے مکان پر آیا اور آواز دی یا شیخ یا شیخ اپنی تھیلی لے لو شیخ کوئی جواب ہی نہیں دیتے یہ پھر دوبارہ لے کر چلا پھر وہی صورت کہ راستہ بند پھر لوٹا اور شیخ کے مکان پر پہنچ کر پکارا مگر جواب ندارد آخر اس نے ایک ترکیب کی کہ غل (شور) مچانا شروع کیا کہ دوڑو شیخ نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے سارا محلہ جمع ہوگیا پوچھا کیا معاملہ ہے کہا کہ اس مکان میں جو شخص ہے اس نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے انہیں سامنے لاؤ تو بیان کروں لوگ ان کے بزرگی کے معتقد تھے اس کو ڈانٹا کہ کیا بکتا ہے وہ تو بڑے بزرگ ہیں کہا کہ ذرا کواڑ تو کھلواؤ میں ابھی بزرگی ظاہر کئے دیتا ہوں اہل محلہ نے بزرگ سے خوشامد کر کے کواڑ کھلوائے اور بدوی سے دریافت کیا کہ بتلاؤ انہوں نے کیا ظلم کیا ہے کہا کہ میں ان کے ہاتھ سے روپوں کی تھیلی لے کر بھاگا اب یہ مجھ کو جانے نہیں دیتے جب جانے کا ارادہ کرتا ہوں راستہ بند نظر آتا ہے اور تھیلی بھی نہیں لیتے یہ ان بزرگ کا ظلم تھا غرض کہ یہ نہ جانے دیتے ہیں اور نہ اپنی تھیلی واپس لیتے ہیں یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے لوگوں نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ آپ اپنی تھیلی لے لیں فرمایا کہ یہ تھیلی اب میری نہیں رہی اسی کی ہوگئی وجہ یہ ہے کہ جس وقت یہ میرے ہاتھ سے لے کر بھاگا تھا اسی وقت مجھ کو یہ خیال ہوا کہ ایک مسلمان میرے سبب گہنگار ہوا اور دوزخ میں جائے گا اس لئے مین نے اسی وقت وہ تھیلی اس کو ہبہ کردی اللہ اکبر ان حضرات کا بڑا ظرف ہوتا ہے یہ بھی گوارنہ ہوا کہ ایک مسلمان ایک لمحہ اور ایک منٹ کے لئے بھی خدا کا گہنگار رہے اور کُل مال کا چلا جانا اور دے دینا گوارا کرلیا اور یہ ہبہ اصطلاحی تو نہ تھا کیونکہ اس میں دوسرے کا قبول شرط ہے مگر اپنی نیت

سے اس کو بری الذمہ کردینے کو مجازاً ہبہ فرمادیا پھر فرمایا کہ یہ حکایت بیان کرنے میں تو بہت سہل ہے مگر کوئی کر بھی سکتا ہے؟ بس وہی کرسکتا ہے کہ جس کے دل میں کوئی اور چیز ہو اس چیز کے ہوتے ہوئے دو عالم بھی اس کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں شاہ سنجر نے لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے نام کردوں تاکہ اہل خانقاہ کو اور آپ کو کوئی تاکلیف نہ رہے آپ نے اس کے جواب میں یہ لکھ کر بھیجا۔

چوں چتر سنجری جستم سیاہ باد
دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جونمی خرم

(اگر میرے دل میں سنجر کی ہوس ہو تو جس طرح سنجر کا چتر سیاہ ہے۔ میرا نصیب بھی سیاہ ہو۔اور جس وقت سے ملک نیم شب (یعنی عبادت نیم شب) کی مجھے خبر ہوئی ہے۔ میں تو ملک نیم روز کو ایک جوٗ کے بدلہ میں بھی نہ خریدوں گا۔)

پھر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی اس عادت کا منشاء ظاہراً تو بھولا پن ہے مگر واقع میں دوسری وجہ ہے یعنی متاع دنیا سے استغناء اور قلب کا عدم تعلق ورنہ ان کی ذکاوت مشہور ہے۔(ملفوظ 102)

## کوئی نبی بھولے نہیں سب کامل العقل ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض بزرگ بولے ہوتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھولے نہیں ہوئے سب کے سب کامل العقل ہوتے ہیں اگر وہ حضرات بھولے ہوتے تو بڑے بڑے کفاران کے سامنے پانی نہ بھرتے۔(ملفوظ 101)

## میں احکام شرعیہ کے خلاف ایک انچ اِدھر اُدھر جانا نہیں چاہتا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم نے جن کا اب انتقال ہو گیا دیو بند میں خود مجھ سے یہ فرمایا کہ جب جلسہ میں بیان ہوا اس میں انگریزوں کی اطاعت اور فرمابرداری ''اولی الامر منکم'' سے ثابت کی جائے مگر میں نے اس آیت سے اس کا بیان نہیں کیا اور اس کے بعد وہی عالم ان نئی تحریکات میں بڑے زور شور سے شریک ہیں نہیں معلوم آیت کی پہلی تفسیر صحیح تھی یا بعد کی تفسیر عجب ہڑ بونگ ہے نہ کوئی حدود ہیں نہ اصول محض بے ڈھنگا پن ہے جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا کہہ دیا پھر مجھ کو ایسی باتوں میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے میں ان لوگوں کی نبضیں پہچانتا ہوں اسی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے خفا ہیں خیر ہوا کریں میں احکام شرعیہ کے خلاف ایک انچ اِدھر اُدھر جانا نہیں چاہتا۔ اور جاؤں بھی کس طرح جب بحمداللہ شریعت میری طبیعت ثانیہ بن گئی ہو اور یہ محض حق تعالی کا فضل ہے اور بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے یہ میں نے فخراً بیان نہیں کیا بلکہ بطور تحدث بالنعمتہ کے بیان کیا۔ (ملفوظ 100)

## جب فکر ہی سے کام نہیں لیتے تو آپ میں اور بہائم میں فرق نہیں

ایک شخص کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ زیادہ تر جو تکلیف ہوتی ہے وہ بے عقلی سے نہیں ہوتی بلکہ بے فکری سے ہوتی ہے اگر فکر سے آدمی کام لے تو موٹی موٹی باتوں میں غلطی نہیں ہو سکتی اور عقلوں میں تفاوت ضرور ہوتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ فکر سے کام لینے کی حالت میں اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے مگر جب فکر ہی سے کام نہ لیں تو پھر بہائم اور انسان میں فرق کیا رہ گیا کیونکہ جانور میں فکر نہیں ہے یعنی دوسری جانب کا احتمال اس کے ذہن میں حاضر نہیں ہوتا سو آدمی

کو چاہئے کہ جو کام کرنا چاہے پہلے سوچ لے کہ نہ معلوم اس کا کوئی پہلو مصلحت کے خلاف ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا متنبہ بھی نہ کروں بدون تنبیہ کے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ایسی حرکت کرنا غلطی ہے عرض کیا کہ میرے مقدر میں اسی طرح تھا فرمایا کہ یہ اور نامعقول عذر ہے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بولنے کا بھی مرض ہے محض بے ہودہ ہو آپ کہتے ہیں کہ مقدر میں بھی تھا اس کے معنی تو یہ ہیں کہ خدا ہی کی تجویز ایسی ہے میں مجبور ہوں اپنے تبریہ (جان چھڑانا) کے لئے مقدر کو پیش کرنا کس قدر نالائق اور بے ہودہ حرکت ہے اب تک تو میں نے نہیں کہا تھا مگر اب کہتا ہوں کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں کہیں اور جاؤ۔ (ملفوظ 95)

## عقیدہ وعمل کو ٹھیک کرنے کے بعد سب سے بڑی چیز محبت الٰہی کا حصول ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعد تصحیح عقائد و اعمال ضروریہ کے سب سے بڑی چیز محبت ہے اسکی بڑی سخت ضرورت ہے مراقبات سے بھی زیادہ تر یہی مقصود ہے کہ ان سے یکسوئی ہو اور یکسوئی سے محبت اور سماع میں بھی یہی ہوتا ہے کہ اس سے یکسوئی ہو جاتی ہے اور یکسوئی کے ساتھ ایک ہیجان بھی ہوتا ہے مگر ہیجان اسی محبت کا ہوتا ہے جو پہلے سے ہو اگر خدا کی محبت ہے تو اس کا ہیجان ہوتا ہے اور اگر مخلوق کی محبت ہے تو اس کا ہیجان۔ اسی لئے سماع کی ہر شخص کو اجازت نہیں۔ (ملفوظ 94)

## امام مہدیؑ کا کام اور مقام

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا ہے کہ امام مہدی نقشبندی

ہوں گے فرمایا کہ یہ تو میں نے نہیں سنا البتہ بعض حنفیوں نے لکھا ہے کہ وہ حنفی ہوں گے مگر یہ غلو ہے غالباً یہ ہوگا کہ امام مہدی کا اجتہاد امام صاحب کے اجتہاد پر منطبق ہو جائے گا باتیں دعوے کی دل کو نہیں لگتیں اس میں تو ایک گونہ اہانت ہے امام مہدی علیہ السلام کی ان کا طرز صحابہ کا سا ہوگا وہ نہ نقشبندی ہوں گے نہ چشتی نہ حنفی وہ تو دین کے ہر شعبہ میں خود مستقل شان رکھتے ہوں گے۔ (ملفوظ93)

## سلسلہ چشتیہ میں پہلا قدم فنا سے شروع ہوتا ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ چشتیہ پر سب معترضین دلیر ہیں اس وجہ سے کہ یہ جواب نہیں دیتے جیسے فلانے خان صاحب کہ مجھ سے تو لڑنے کو ہر وقت تیار تھے مگر مولوی مرتضی حسن صاحب سے کبھی نہ لڑے اس لئے کہ وہ بولتے ہیں۔ سو چشتیہ اسی لئے لوگوں کے زیادہ تختہ مشق رہے کہ یہ بولتے نہیں اور بولیں ہی کیا ان کے اندر ایک چیز ایسی ہے جو کسی کے اندر اس شان کی نہیں اور وہ شان فنا ہے ان کے یہاں طریق میں یہ پہلا قدم ہے جو دوسروں کا منتہی ہے۔ (ملفوظ92)

## میرے مخالف سے مت الجھئے بلکہ ان سے حکمت کے ساتھ تعلق رکھئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نہایت خوش دلی سے اپنے احباب کو اجازت دیتا ہوں کہ جن حضرات کو مجھ سے کشیدگی ہے ان سے میری وجہ سے اپنے تعلقات کو نہ بدلیں اور نہ چھوڑیں بلکہ ویسے ہی تعلقات رکھیں جیسے کہ پہلے سے آپس میں ہیں میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے میرے احباب کے تعلقات میں بے لطفی ہو اور خدانخواستہ وہ کشیدگی والے بھی میرے دشمن نہیں نیز پس پشت جو کچھ بھی ہوں یا کہتے ہوں مگر سارے سامنے آ کر وہ بھی نیاز مندی ہی کا برتاؤ

کرتے ہیں اور میں اپنے اس مذاق کو سب حضرت حاجی صاحب کی برکت سمجھتا ہوں اور یہ اثر بھی ان ہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ مخالف بھی سامنے آکر سرنگوں ہو جاتا ہے ورنہ میرے اندر ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کا یہ اثر ہو نہ مجھ میں کوئی علمی ہی قابلیت ہے نہ مالی ہی وجاہت ہے نہ کوئی جاہی قوت ہے ایک غریب آدمی ہوں غریب شیخ زادہ کا لڑکا ہوں پھر یہ جو کچھ نظر آرہا ہے سب اللہ تعالی کا فضل اور حضرت حاجی صاحب کی برکت اور دعاؤں کا ثمرہ ہے اسی کی فرع ہے کہ میں اپنے دوستوں کو ہمیشہ اس معاملہ میں آزادی دیتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے اپنے ایسے دوستوں سے جن کو مجھ سے کشیدگی ہے بے لطفی اور بے تعلقی نہ پیدا کریں اگر ان سے تعلقات رکھے جائیں مجھ پر بحمد اللہ ذرا اثر نہ ہوگا البتہ اس کے عکس پر تعجب نہیں کہ اثر ہو۔ (ملفوظ 89)

## مریض نسخہ خود تجویز نہیں کر سکتا

ایک خط کے جواب کے سلسلے میں زبانی ارشاد فرمایا کہ اگر پیچس کا مریض کہے کہ بنا ہوا گوشت دے دو بچہ کہے کہ ہاتھ میں سانپ لوں گا تو کیا دینا چاہیے اس کو کیا خبر وہ کیا جانے نادان ہے اسی طرح اس کاتب خط کو کیا خبر کے مصلحت کیا ہے ان کو چاہئے کہ وہ تابع نہیں تو میں ان کا تابع کیوں بنوں آپ ہی انصاف کیجئے جب مرض خود تجویز کر لیا اور نسخہ بھی خود ہی لکھ لیا اب مریض مریض ہی نہیں وہ تو خود مستقل طبیب ہے پھر اس کو طبیب کی کیا ضرورت۔ (ملفوظ 73)

## صاحب حاجت کو چاہئے کہ ضروری قیود کا پابند ہو تب ہی فائدہ ہوگا

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ صاحب حاجت کو چاہیے کہ خود سب ضروری قیود کا پابند ہو اور جس سے کام لینا ہے اس کو آزاد رکھے یہ ہے تربیت اصول کے

موافق ،انسان کو ہر کام میں اہتمام اور فکر ہونا چاہئے اس پر بھی اگر کوئی فروگزاشت ہو جائے تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ بشر ہے ہاں بے فکری اور بے پروائی سے ناگواری ہوتی ہے اور میں بلا وجہ تھوڑا ہی کسی کو کچھ کہتا ہوں بے وجہ کہنا تو اس کا کام ہے یا تو متکبر ہو دوسروں کی تحقیر کے لیے باتیں نکالا کرے یا دماغ میں خلل ہو وہ الٹی پلٹی ہانکا کرے الحمدللہ یہاں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں میں سب صاحبوں سے عرض کرتا ہوں کہ یہاں مجلس میں بیٹھ کر کسی قسم کی بے اصول حرکت نہ کیجائے حتی کہ میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ جس وقت میں کسی پر مواخذہ کروکوئی شخص میری نصرت وتائید کرے گواس میں معتوب کو سمجھانا ہی مقصود ہواس میں چند مفاسد ہیں ایک تو اس میں میری اہانت ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ تو اور تیری اصلاح کافی نہیں جب تک ہم بیچ میں جوڑ نہ لگائیں دوسرے اس میں آنے والوں کی بڑی رعایت کی کہ ان کی تفہیم کی تکمیل کردی میری مصلحتوں کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی گئی کیونکہ دوسرے کا دخل دینا دینے والے کو لوگ میرا مقرب سمجھیں گے اور اس میں جو مفاسد ہیں وہ بے شمار ہیں اور بزرگوں کے درباروں میں شب وروز مشاہد ہیں۔ (ملفوظ 69)

## مصلح محقق کی تعلیم اور تربیت میں شہادت کرنا یا دخل دینا سخت غلطی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح محقق کی تعلیم اور تربیت میں شہادت کرنا یا دخل دینا سخت غلطی ہے جیسے طبیب حاذق کی تجویز اور علاج میں دخل دینا حماقت ہے بعض امور وجدانی اور ذوقی ہوتے ہیں جس کو معالج ہی سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا۔

ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آئے شیخ کو قرائن اور فراست سے معلوم ہوا کہ اس شخص کے قلب میں حب مال ہے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے عوض کیا کہ سو دینار ہیں فرمایا ان کو پھینک کر آؤ وہ چل دیئے بلایا پوچھا کیا کروگے عرض کیا کسی کو دے دوں گا فرمایا نہیں

اس سے تونفس میں حظ (مزہ) ہوگا کہ ہم نے دوسرے کونفع پہنچایا دریا میں ڈال آؤ وہ چلدیئے پھر بلایا پوچھا کس طرح ڈالو گے عرض کیا ایک دم پھینک آؤں گا فرمایا نہیں ایک دینار روزانہ ڈالو مطلب شیخ کا یہ تھا کہ روزانہ نفس پر آرہ چلے۔ بعض اہل ظاہر نے مجھ سے اس پر شبہ اور اعتراض کیا کہ یہ تو اضاعت ہے مال کی میں نے کہا کہ اضاعت اسے کہتے ہیں کہ جہاں کوئی نفع نہ ہو اور یہاں نفع ہے وہی جو شیخ نے تجویز کیا۔

میں نے بحمداللہ اسکا جو جواب دیا کسی کے کلام میں نہیں دیکھا حضرت یہ لوگ بھی مجتہد ہیں حکیم ہیں ان کو حق تعالی ایک نور عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نظر میں حقیت آجاتی ہے اسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں مجھ پر قسم قسم کے الزامات لگائے گے۔ اور بعض عنایت فرماؤں نے دھمکی کے خطوط بھی لکھے کہ یا تو شریک ہوجاؤ ورنہ عنقریب تمہارے چراغ زندگی کو گل کردیا جائے گا غرض ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا اس لئے کہ ایسے لوگوں کے نہ قلب میں دین تھا نہ خدا کا خوف نہ کوئی قاعدہ اور جو جی آیا کرلیا جو منہ میں آیا بک دیا میں اس زمانہ میں حسب معمول جنگل جایا کرتا تھا اب بھی چلا جاتا ہوں ایک دن ایک بوڑھا ہندو راجپوت جنگل میں ملا اس نے کہا کہ میاں کچھ خبر بھی ہے کہ کیا ہو رہا ہے یعنی تمہارے متعلق کیا کیا تجویزیں ہیں میں نے کہا کہ مجھ کو اس چیز کی بھی خبر ہے جس کی تمہیں خبر ہے اور ایک اور چیز کی بھی خبر ہے جس کی تمہیں خبر نہیں وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا تو وہ ہندہ کہتا ہے کہ بس میاں تمہیں کچھ جوکھم یعنی خطرہ نہیں جہاں چاہو پھرو اسی طرح ان محققین کو سب چیزوں کی خبر ہے یعنی اس کی بھی جس کی معترض کو خبر ہے یعنی اشکال اور اس کی بھی جس کی معترض کو خبر نہیں یعنی اس اصلاح مذکورہ کی۔

اس نظیر میں ایک حکایت یاد آ گئی بڑے کام کی چیز ہے اگر کوئی اس سے منتفع ہو اگر چہ اس حکایت میں اصلاح کی نیت نہ تھی محض انتقام تھا لکین عبرت کے لئے تھوڑا سا اشتراک بھی کافی ہوتا ہے ایک ولایتی سرحدی پٹھان ریل میں سفر کر رہا تھا جب گاڑی ٹونڈلہ میں ٹھہری اس پٹھان نے پلیٹ فارم پر کلی کی جس کی چھینٹیں ایک مغرور کافر کے پیروں پر پڑ گئیں جو پلیٹ فارم پر کھڑا تھا اس کو غصہ آیا اور غصہ میں کہا کہ سور۔ بس جناب اتنا کہنا تھا کہ ولایتی نے گاڑی سے اتر کر اور اس کا کان پکڑ کر اور ریل کے ہر ڈبہ میں اس کا منہ دے کر کہا کہ کہو میں سور وہ مغرور ہر ڈبہ میں منہ دے کر کہتا تھا کہ میں سور۔ اس سے اسکی عمر بھر کے لئے اصلاح ہوگئی کہ پھر تو کسی کو سور نہ کہا ہوگا تو بعض دفعہ اصلاح اسی طرح ہوتی ہے۔

پھر ولایتی کی مناسبت سے فرمایا کہ بعضے سرحدی لوگ بڑے ہی سخت ہوتے ہیں ان کی دوستی کا بھی اعتبار نہیں۔ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سرحدی طالب علم پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ جو وطن سے آیا تو قاری صاحب کے لئے ایک نئی دری لایا انہوں نے اس کو طالب علم اور غریب سمجھ کر لینے سے عذر کر دیا۔ چلا گیا دوسرے روز پھر لایا تیسرے روز پھر لایا قاری صاحب نے یہ سمجھ کر کہ اصرار کر رہا ہے دل آزاری نہ ہو لے لی اس پر وہ طالب علم کہتا ہے کہ الحمد اللہ کہ آج دو جانیں بچ گئیں آج ہم چھرا لایا تھا کہ اگر آج تم نہ لیتا تو ہم ایک تمہارے اور ایک اپنے مار لیتا اور لینے سے دو جانیں بچ گئیں۔

## اہل یورپ روحانیت میں بالکل ٹھوس ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روحانیت میں اہل یورپ بالکل ٹھوس ہیں ہاں حسیات میں ان

کا دماغ خوب کام کرتا ہے اور علوم کے لئے تو اللہ تعالی نے مسلمانوں ہی کا دماغ بنایا ہے اور کسی کے پاس دماغ ہی نہیں دوسروں کے علوم سطحیات ہیں جن میں عمق نہیں مگر پھر بھی ہر طبقے میں کچھ لوگ ذہین بھی ہوتے ہیں کمی بیشی کا فرق الگ رہا میں نے ایک انگریز کا لکھا ہوا فیلصہ دیکھا ہے شیعہ سنیوں کا مقدمہ تبرّا کے متلعق عدالت میں پیش ہوا تھا شیعوں کا وکیل کہتا ہے کہ ہمارے یہاں تبرا کرنا عبادت ہے پھر جرم نہیں ہوسکتا انگریز لکھتا ہے کہ ہم کو اس سے بحث نہیں اگر یہ عبادت ہے تو اس کی جزا ممکن ہے کہ آخرت میں ملے مگر دنیا میں فلاں دفعہ تعزیرات ہند کی بھگتنا ہی پڑے گا اس لئے میں اتنے دنوں کی سزا کرتا ہوں۔ (ملفوظ 58)

## اہل دین میں بہت عقل ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کوئی شخص کسی دیندار کو کہتا ہے کہ اس میں عقل نہیں بہت ہی ناگوار ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال غلط ہے دین کی وجہ سے عقل نہیں جاتی بلکہ اس زمانہ میں دین کی طرف اکثر متوجہ وہی ہوتے ہیں جن میں عقل کم ہوتی ہے وہ دنیا کا کوئی کام نہیں کرسکتے کہتے ہیں آؤ دین ہی کی طرف چلو اور جو عقل رکھتے ہیں وہ اس کو دنیا میں صرف کرتے ہیں یہ وجہ ہوگئی اس غلط فہمی کی، ورنہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھ لیجئے کہ ان حضرات میں کس درجہ عقل تھی کہ ان کے سامنے ارسطو اور افلاطون سب کی عقلیں گرد تھیں کیا دین اور عقل جمع نہیں ہوسکتیں اور انبیاء علیہم السلام تو بڑی چیز ہیں ان کے خادموں اور غلاموں کی عقلوں کے سامنے بڑے بڑے فلاسفر اور رفارمر سر کے بل آپڑے ہیں اور اس زمانے میں بھی اہل دین ایسے ایسے موجود ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا عاقل ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور یہ حقیقی عاقل ایسے ہیں کہ جتنی عقل ان میں بڑھتی

جاتی ہے وہ دین کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے جاتے ہیں اور حقیقت میں دین کا خاصہ یہی ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے عقل اور بڑھتی ہے وجہ یہ ہے کہ دین کے اختیار کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے اوراس نور سے عقل کوضیاء ہوتی ہے اور جس طرح دین سے عقل بڑھتی ہے اسی طرح عقل سے دین بڑھتا ہے کیونکہ عقل کا فعل یہ ہے کہ ضرراور نفع کو پہچانے پھرضرراور نفع کی دوقسمیں ہیں ایک آخرت کا اور ایک دنیا کا، اور ایک کا فانی اور دوسرے کا باقی ہونا ظاہر ہے تو عقلِ صحیح کا فعل یہ ہوگا کہ آخرت کے ضرراور نفع کو دنیا کے نفع کے اور ضرر پر غالب رکھے، تو عقل سے دین کا بڑھنا ثابت ہوگیا پھراس تلازم کے بعد دینداروں کو کم عقل کون کہہ سکتا ہے مگر عقلِ حقیقی میں گفتگو ہے باقی جو آج کل متعارف ہے اس عقل کی نسبت مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دوراندیش را بعد

ازیں دیوانہ سازم خویش را

(میں نے عقل دوراندیش کوآزمایا لیا اس کے بعد دیوانہ (حق) بنا ہوں)

ایک غلطی اور ہوجاتی ہے کہ عقل اور تجربہ کوایک سمجھتے ہیں اس لئے دینداروں کو کم عقل سمجھتے ہیں حالانکہ عقلی باتیں اور ہیں تجربہ کی باتیں اور ہیں سو جن چیزوں کا تعلق تجربہ سے ہے اس میں یہ حضرات اکثر ناواقف ہوتے ہیں مثلاً گیہوں کس زمانے میں بویا جاتا ہے اور زمین اس کی کس وقت تیار کی جاتی ہے اس کا عقل سے کیا تعلق ایک بنئے نے ریل میں مجھ سے پوچھا کہ آج کل آپ کے یہاں گیہوں کا کیا بھاؤ ہے میں نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں اس کو بڑا تعجب ہوا وجہ یہ کہ ان کے یہاں تو اس کے سوا اور فکر اور کوئی کام ہی نہیں ان کے یہاں عقل کی ایک بات بھی نہیں شب و روز اکل کی فکر ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

خوردن برائے زیستن وذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

(کھانا اس لئے ہے کہ زندگی باقی رہے اور اللہ کا ذکر کرتے رہیں مگر تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ زندگی اسی لئے ہے کہ کھاؤ)

تو واقعات میں تو خود معترضین ہی عقل کی کمی کا شکار ہیں۔ دیکھئے چمار تجربہ رکھتا ہے چمڑے کے متعلق اور شناخت کرتا ہے اگر وائے سرائے کو چمڑا دکھایا جائے اور اس کے متعلق کچھ پوچھئے وہ انکار کرے کہ مجھ کو اس کی حقیقت معلوم نہیں تو اس میں عقل کی کیا بات ہے بس ایک چیز کا تجربہ نہیں ہے یہاں ایک شخص ہے وہ مدرسہ میں بہشتی زیور پڑھتا تھا حیض کا بیان جو آیا اس سے بعض لوگوں نے مزاحاً کہا کہ تجھ کو بھی حیض ہوتا ہے کہا کہ کوئی نہیں کہ یہ تو بہت برا مرض ہے جلدی خبر لے اور حکیم صاحب سے جا کر کہو کہ مجھ کو یہ شکایت ہے وہ بھاگا ہوا گیا اور جا کر حکیم محمد ہاشم صاحب سے شکایت کی کہ حکیم صاحب مجھ کو حیض نہیں ہوتا حکیم صاحب بھی ہنس پڑے اب جن لوگوں نے یہ مذاق بنایا تھا وہ اس کو اس کی حماقت کے دلائل میں ذکر کرتے ہیں مگر یہ کوئی حماقت کی بات نہیں وہ حیض کی لغت اور اس کے معنی اور محل وقوع نہیں جانتا تھا یہ چیزیں اسکو معلوم نہ تھیں تو کسی واقعہ کا معلوم نہ ہونا حماقت نہیں۔ (ملفوظ 57)

## اچھا کپڑا، اچھا جوتا پہننے میں تکبر نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرا حضرت اچھا کپڑا پہننے کو جی چاہتا ہے اچھا جوتا پہننے کو جی چاہے کیا یہ تکبر ہے فرمایا تکبر نہیں، متکبر وہ ہے حق کو رد کر کے لوگوں کو حقیر سمجھے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے صحابہ نے اسی قسم کا سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جواب دیا کہ کبھی تنگی نہیں فرمائی مگر لوگ خود تنگیوں میں پڑ گئے الحمد اللہ یہاں تو قرآن وحدیث کے موافق تعلیم ہوتی ہے اس لئے بحمد اللہ کوئی تنگی نہیں اب اگر کوئی سہل کو تنگ کرے یا تنگ سمجھے تو اس کا کوئی علاج نہیں یہاں تو جس طریق کی تعلیم ہے وہ بہت ہی سہل ہے لیکن نوالہ میں بھی منہ تو چلانا پڑے گا حلق سے نگلنا پڑے گا۔ (ملفوظ 56)

## بغیر اپنے قصد کے دوسرا اصلاح نہیں کرسکتا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک طالب خود نہ چاہے امراض کا اعلاج نہیں ہوسکتا اور نہ اخلاق کی اصلاح ہوسکتی ہے دیکھئے خود جناب رسول مقبول صل اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ابو طالب ایمان لائیں مگر چونکہ ابو طالب نے خود نہیں چاہا کچھ بھی نہ ہوا اب کسی ہادی اور مصلح کو دعوی ہوسکتا ہے کہ اس کے چاہنے سے اصلاح ہو جاتی ہے نیز ارادہ کے علاوہ درستی اخلاق کیلئے طلب صادق اور خلوص کی بھی ضرورت ہے ورنہ قدم قدم پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا علاج ہی طلب و خلوص ہے بدوں اس کے وہ مشقتوں کو برداشت ہی نہیں کرسکتا اور ایسی حالت میں اس راہ میں قدم رکھنا عبث ہے اب اگر کوئی شخص ڈاکٹر کے پاس آپریشن کیلئے جائے مگر یہ کہے جہاں تک آپریشن کی ضرورت ہے وہاں تک نشتر نہ جانے پائے اب بتائے مادہ فاسد کس طرح نکلے گا اس کی بالکل وہی مثال ہے جیسی مولانا نے ایک حکایت میں لکھی ہے کہ ایک شخص نے بدن گودنے والے سے کہا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنادے اس نے سوئی لے کر جیسے ہی چبھویا تو کہتا ہے کہ ارے یہ کیا بنا رہا ہے اس نے کہا دم بناتا ہوں کہنے لگا کہ کیا بے دم کا شیر نہیں ہوتا اس دم نے تو میرا دم ہی نکالا ہوتا

اس نے وہاں چھوڑ کر دوسری طرف سوئی چبھوئی اس نے پھر ایک آہ کی اب کیا بناتا ہے اس نے کہا پیٹ بناتا ہوں کہنے لگا کیا یہ کھانا کھائے گا جو پیٹ کی ضرورت ہو اس نے یہ چھوڑ کر تیسری جگہ سوئی چبھوئی اس نے کہا اب کیا بناتا ہے کہا کہ منہ بناتا ہوں کہا کہ ارے بھائی یہ تو تصویر ہے کوئی بولے گا تھوڑا ہی اس نے اسے بھی چھوڑا اور چوتھی جگہ سوئی چبھوئی پوچھا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ کان بناتا ہوں اس نے کہا کہ شیر بو چا بھی تو ہوتا ہے اسے بھی چھوڑ اس نے جھلا کر سوئی پھینک دی اور کہا جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں ؎

شیر بے گوشم وبے شکم کہ دید
ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

(بے کان، بے سر اور بے پیٹ کا شیر بھی کسی نے دیکھا ہے، ایسا شیر تو خدا نے بھی پیدا نہیں کیا)

یعنی شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا جس کے کوئی عضو ہی نہ ہو اور شیر ہو تو میں تو کیا بنا سکتا ہوں آگے بطور ثمرہ اور نتیجہ کے فرمایا ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

یعنی جب تو ہر کو چنے پر چیختا اور پکارتا ہے اور برداشت نہیں کر سکتا مراد یہ کہ مصلح اور مرشد کی ہر تنبیہ پر تیرے نفس میں کدرت پیدا ہوتی ہے تو بدوں مانجھے ہوئے صاف اور روشن کیسے ہوگا اور اسی کو فرمایا ہے ؎

چو نداری طاقت سوزن زون
پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

(جب تجھ کو سوئی چبھنے کا تحمل نہیں ہے تو شیر نر کی تصویر بنوانے کا خیال بھی چھوڑ دو)

اس راہ میں قدم رکھنے کے لئے تو سب سے پہلی شرط یہ ہے جس کو فرماتے ہیں ؎

در رہ منزل لیلے کہ خطر ہاست بجاں

شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(لیلی کی طلب میں جان کو اور بھی خطرات ہیں مگر اول شرط مجنوں بننا ہے)

میں ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادی آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوا شب کو بے وقت پہنچا حضرت مولانا خفا ہوئے اور مجھ پر ڈانٹ ڈپٹ کی مولانا نہ میرے استاد تھے نہ پیر کے پیر تھے حتی کہ جس سلسلہ میں میں یعنی چشتیہ میں مولانا اس سلسلہ میں بھی نہ تھے کیونکہ مولانا کا سلسلہ نقشبندی تھا مگر مولانا کے خفا ہونے کا میرے دل میں ذرہ برابر ثقل نہ تھا میں اپنے نفس کو اس کے وقت خوش پاتا تھا اور ذرا کدرت یا نفرت محسوس نہ کرتا تھا اس پر میں حق تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا شکر ادا کیا یہ اللہ سے تعلق کی علامت ہے کہ اللہ والوں کی خفگی سے دل پر کوئی ناگواری اثر پیدا نہیں ہوا سو جب تک قلب نے خلوص اور طلب صادق نہ ہو ایسی چیزوں کو برداشت نہیں کرسکتا عاشق کو اس مذہب کے اختیار کی ضرورت ہے جس کو کہا ہے ؎

یا مکن پلیاں ناں دوستی یا بنا کن خانہ برا انداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی یا فروشو جامہ تقوی بہ نیل

(یا تو فیل بان سے دوستی نہ کرو یا گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے، یا عاشقی کا دعوی نہ کرو، اور اگر کرتے ہو تو جامہ تقویٰ کو دریائے نیل میں دھوڈالو)

اگر یہ نہیں تو جھوٹا دعوی کی اس سے زیادہ حقیقت نہیں جیسے خاتمہ مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پیچھے ہولیا اس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آرہا ہے اس نے کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہوگیا ہوں اس عورت نے کہا کہ مجھ بدشکل پر عاشق ہوکر کیا لے گا میرے پیچھے میری بہن مجھ سے بہت زیادہ خوبصورت آرہی ہے وہ عاشق ہونے کے قابل ہے بو الہوس تو تھا ہی فوراً پیچھے لوٹا اور منہ پھیر کر دیکھنے لگا اس عورت نے اس کے دھول رسید کی اور کہا ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی در بیان دعوی خود صادقی

پس چرا بر غیر افگندی ایں بود دعوی عشق اے بے ہنر

یعنی تو اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اگر تو عاشق ہوتا تو غیر پر نظر کیوں کرتا محبت تو وہ چیز ہے کہ جس دل میں ہوتی ہے محبوب کے سوا سب کو فنا کر دیتی ہے اصلی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق آن شعلہ است کو چوں برفروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق تو وہ شعلہ ہے کہ جب یہ بھڑکتا ہے تو معشوق کے سوا سب کو پھینک دیتا ہے)

اور یہ وہ چیز ہے۔

ہمہ شہر پر ز خوبان منم وخیال ماہے

چہ کنم کہ چشم ایک بیں نہ کند بہ کس نگاہے

(سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں ہوں کہ ایک چاند کے خیال میں مست ہوں۔) کیا کروں کہ یہ آنکھ ایک کے سوا کسی کی طرف دیکھتی ہی نہیں۔

جب عشق فانی کا یہ خاصہ ہے تو غیر محبوب نظر سے فنا ہو جاتا ہے تو عشق باقی کا تو کیا پوچھنا

اس میں تو خود بھی اپنی نظر سے فنا ہو جاتا ہے حتی کہ کتے اور سور کو اپنے سے افضل سمجھنے لگتا ہے جس کی اصل حقیقت تو ذوقی اور وجدانی ہے مگر ایک ظاہری وجہ استدلالی بھی ہے کہ بہائم مامون العاقبہ (یعنی جانور عذاب سے امن میں ہیں) اور انسان مامون العاقبہ (عذاب سے مامون) نہیں غرض فنا ہونا مٹنا خاک میں ملنا اس طریق کا اول قدم ہے اور آخر دم توجہ ہے وہ جس کو اللہ تعالی عطا فرما دیں اور وہاں تک پہنچا دیں اس میں کسب کو دخل نہیں محض موہبت و جذب کی ضرورت ہے جو محض ان کے فضل پر ہے۔ (ملفوظ 53)

## طریق میں جذب کی ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں کسب کو دخل نہیں جذب کی ضرورت ہے البتہ خود جذب موقوف ہے اعمال پر ہاں اس معنی کر کسب کو بھی دخیل کہا جا سکتا ہے کہ وہ اعمال اختیاری ہے مگر یہ دخل بھی محض صورۃ ہے ورنہ ہمارے اعمال ہی کیا اس لئے میں پھر یہی کہوں گا کہ کسب کو دخل نہیں جذب ہی پر موقوف ہے بعض لوگ کہتے ہوں گے یا خیال کرتے ہوں گے یہ اختیاری اور غیر اختیاری کے الفاظ خوب سیکھ لئے ہیں ہر جگہ جاری کر دئے جاتے ہیں مگر معلوم بھی ہے کہ اس کی بدولت بہت سے خلجانوں سے نجات مل گئی یہ تعلیم صدیوں سے گم ہو چکی تھی اس کی بدولت لوگ سخت پریشانیوں میں مبتلا تھے اب اگر کوئی کسی حالت کی نسبت پوچھنے پر لکھتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو میں لکھتا ہوں تو اس کے درپے کیوں ہوا اور اگر کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو میں جواب دیتا ہوں کہ پھر ہم سے کیوں پوچھتے ہو اختیار سے کام لو بس منا قشہ ختم ہو جاتا ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ نصف سلوک ہے بلکہ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو کل سلوک کہنا بھی میرے نزدیک بے جا نہ ہوگا۔ (ملفوظ 51)

## رشوت خوف خدا سے چھوڑنا چاہئے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس زمانہ میں اکثر اہل حکومت کی نظر میں کام کرنے والوں کی قدر نہیں وفاداری کی قدر نہیں بھائی مرحوم کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی رشوت خدا تعالی کے خوف سے چھوڑے تو ٹھیک ہے اور اگر اس خیال سے چھوڑے کہ اہل حکومت خوش ہونگے وہ بڑا ہی بے وقوف ہے کوئی قدر نہیں اور ایسے اہل حکومت کی طرف سے جو کچھ پبلک کی راحت رسانی کا سامان کیا گیا اور کیا جا رہا ہے اس میں بھی نیت بخیر نہیں جیسے مذہبی جوش کو برباد کرنے کی سعی اور کوشش کی جارہی ہے اس کا اثر قوت باطنی پر پڑا اور ظاہری قوت کو ان اسباب عیش اور راحت سے برباد کر دیا جیسے ایک عورت کی حکایت ہے کہ سوتیلے بیٹے کو گود میں لے رکھا تھا اور اپنے بیٹے کو انگلی پکڑے پیدل لئے جارہی تھی دیکھنے والوں نے کہا کہ کس قدر شفیق اور بے نفس طبیعت عورت ہے سوتیلے بیٹے کو گود میں اور اپنے بیٹے کو پیدل لئے جارہی ہے اس عورت نے سن کر کہا اس میں بھی میری ایک حکمت ہے کہ یہ گود کا خوگر ہو کر اپاہج ہو جائے اور میرا بچہ چلنا سیکھ جائے اور تندرست رہے یہی مثال خود غرض لوگوں کی ہے کہ ان کی دوستی کے پردہ میں دشمنی ہوتی ہے۔ (ملفوظ 46)

## خلوص اور تواضع کی قدردانی

ایک سلسلہ میں فرمایا کہ یہاں تو خلوص اور تواضع کی قدر ہے اگر یہ نہیں تو پھر چاہے کتنا ہی بڑا ہو اس کی ذرہ برابر قدر نہیں ہوتی اور اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ میں محروم ہوں نہ کوئی نفع ہوا اور نہ ہوسکتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ نفع اور عدم نفع کا امتیاز ہی نہ کرتا ہو جیسے بعض علمی اداروں میں

تکبر اور ترفع کو خودداری سمجھتے ہیں اب اگر کسی کے یہاں رذائل ہی کمالات سمجھے جاتے ہوں اور باعث فخر ہوں اس کا کسی کے پاس کیا علاج اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض اپنے امراض ہی کمال سمجھے اور اس پر فخر کرے تو طبیب بیچارہ کیا تیر لگائے گا مگر انجام کار ہلاکت ہی ہے۔ (ملفوظ 44)

## تنعم طالب علمی کے خلاف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ والد صاحب نے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے واسطے چائے بھیجی اور ایک خط بھی اس کے ہمراہ آیا اس میں لکھا تھا کہ کبھی اشرف علی کو بھی شریک فرمالیا کریں پھر اسی خط کے اخیر حصہ میں لکھتے ہیں کہ یہ میں نے بے سوچے لکھ دیا تھا ایسا تنعم طالب علمی کے خلاف ہے مولانا نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے والد کا خط ہے ایک خط ہی میں دو باتیں لکھی ہیں کون سی پر عمل کروں میں نے عرض کیا کہ حضرت آخر کی بات ناسخ ہوتی ہے اسی پر عمل فرمایا جائے۔ یہ حضرات باوجود اس کے کہ ان میں بعض دنیادار بھی تھے مگر عرف اور رواج سے مغلوب نہ تھے صدق اور خلوص کا غلبہ تھا ورنہ ہدیہ کے متعلق یہ درخواست کہ اس میں سے میری اولاد کو بھی دیجئے عرف سے کس قدر بعید ہے۔ (ملفوظ 42)

## الحیلۃ الناجزہ کی تصنیف کا سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں م فرمایا کہ آئے دن نیا فتنہ پیدا ہوتا ہے اس وقت ایک بڑا فتنہ یہ پیدا ہوا کہ خاوندوں کی زیادتی اور ظلم کے سبب عورتوں میں ارتداد شروع ہوگیا معلوم ہوا کہ قریب ہی زمانہ میں کئی ہزار عورتیں مرتد ہوچکیں بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ عورتوں کو جو مرد ستاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں یا مرد مجنون ہوگیا ہے یا عنین ہے یا مفقود الخبر ہے اس کے متعلق اسلام میں کیا

احکام ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام ایسی حالت میں مرد سے عورت کی نجات کیلئے کوئی صورت نہیں کوئی امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتا ہے کہ ان کے مذہب میں ان مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے ان ہی وجوہ سے ایک رسالہ مرتب کرا رہا ہوں اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جب تک وہ رسالہ تیار ہو اور اس کی اشاعت ہو اس وقت تک مظلومہ کس طرح زندگی بسر کرے میں جواب دیتا ہوں اگر شروع میں نجات کی ایسی تدبیر نکل بھی آے مگر شوہر عدالت میں چارہ جوئی کرے کیونکہ وہ تدبیر قانون میں منظور شدہ نہیں تو عورت کو قانون کی زد سے بچنے کی کیا صورت کیا تدبیر ہوگی اس کا کسی نے آج تک جواب نہیں دیا دوسروں ہی پر اعترض کرنا آتا ہے اب جواب دیں یہ اس کا مصداق ہو گیا کہ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا اب تک تو یہ شبہ تھا کہ علماء کے یہاں اس کا علاج نہیں علماء بتا نہیں سکتے اب بحمد اللہ اس کا بھی جواب نکل آیا لیکن باوجود ایسے اعتراضات کے لغو ہونے کے ہمیں پھر بھی اس کی ضرورت ہے کہ ہم نجات کی سبیل بتلائیں اس بتلانے کے بعد دو جماعت کا قصور رہ جاوے گا ایک حکام کا کہ ایسا کوئی قانون نہیں بنایا کہ وہ مذہب کے بھی مطابق ہو اور ایک عوام کا کہ وہ کوشش کر کے اس شرعی تدبیر کو قانون میں کیوں نہیں داخل کرا لیتے جیسے میں نے یہ سنا ہے کہ کئی ہزار عورتیں کوئی سبیل نہ ہونے کی وجہ سے مرتد ہو گئیں اس سے بے حد دل پر اثر ہوا اور اس رسالہ کی تکمیل کی ضرورت محسوس ہوئی اور چونکہ اس رسالہ میں بعض تدابیر دوسرے ائمہ سے لی گئی ہیں اس لئے بعض علماء نے کہا ہے اس سے حنفیت جاتی رہے گی میں نے کہا ( کیا خوب ) چاہے اسلامیت جاتی رہے مگر حنفیت نہ جائے بعض نے کہا کہ مردوں کی قوامیت ( حکومت ) جاتی رہے گی میں نے کہا چاہے عورتوں کی اسلامیت جاتی رہے نیز میں نے کہا کہ کیا اس واسطے حکومت دی تھی کہ ظلم کیا کریں اگر ایسی حکومت جاتی رہے تو اس کا

جانا ہی اچھا ( الحمد اللہ کہ وہ رسالہ تیار ہو کر چھپ گیا اس کا نام ہے۔ **الحیلته الناجزہ للجلیلةالعاجزہ**۔(ملفوظ38)

## طلب کی شرط اعظم مطلوب کی تعیین ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا اس کرید سے میرا مقصود یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ آیا مطلوب ان کے ذہن میں مستحضر ہے یا نہیں کیونکہ طلب کی شرائط اعظم مطلوب کی تعیین ہے نیز اس وجہ سے بھی کہ آیا میں اس کو پورا کرسکتا ہوں کہ نہیں اور یہ معلوم ہو جانے پر طرفین میں سے کسی کے ساتھ دھوکا نہیں ہوتا میں بات کو صاف ہی کرنا چاہتا ہوں خدانخواستہ مواخذہ بالذات تھوڑا ہی مقصود ہوتا ہے گو وہ مواخذہ ہوتا ہے مگر محض صورۃ مواخذہ ہوتا ہے اس سے اصل مقصود صفائی ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ صاف بات کو بھی الجھاتے ہیں اور تاویلات کرنا شروع کر دیتے ہیں اس کی وجہ سے ناگواری کے سبب میرے لہجے میں تغیر پیدا ہوتا ہے اس تغیر کو خفگی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تو ایسا ہے کہ طبیب مریض کی بد پرہیزی پر مطلع ہو جائے اور وہ مریض طبیب کی خفگی سے بچنا چاہئے اس لئے اس بارے میں تاویلات اور تلبیس کرے تو اب بتلائے کہ اس سے طبیب کا نقصان ہے یا مریض کا لوگ ذہانت سے کام نکالنا چاہتے ہیں اور اللہ فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے وہ یہاں پر چلتی چلاتی نہیں، حق و باطل صاف صاف نظر آنے لگتا ہے اس پر لوگ ناراض ہوتے ہیں بدنام کرتے ہیں اسی دوران تقریر میں ایک صاحب سے ان کی غلطی پر مواخذہ فرمایا کہ یہ حرکت کیوں ہوئی اس پر ان صاحب نے تاویلات شروع کر دی ارشاد فرمایا کہ ابھی ذکر ہو رہا تھا تاویلات کے مذموم ہونے کا اور وہی حرکت موجود

ہے اب آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ میری گفتگو انتہا درجہ کی صاف ہے کوئی گنجلک نہیں ابہام نہیں اشارہ کنایہ نہیں کوئی ایسی باریک بات نہیں مگر دیکھ لیجئے کہ اس کو تاویلات کا جامہ پہنا کر کہاں سے کہاں پہچادیں گے اپنی غلطی کے اقرار کا تو یہ لوگ سبق ہی نہیں پڑھے سب ایک مکتب کے تعلیم پائے ہوئے قسم کھا کر آتے ہیں کہ کبھی اپنی غلطی کا اقرار نہ کریں گے اور کبھی سیدھی بات صاف نہ کہیں گے پھر بتلایئے نااہلوں کے جمع کرنے سے کیا فائدہ کیا اس میں میرا کوئی نفع ہے یا میری کوئی غرض ہے پوچھتا محض اس غرض سے ہوں کہ منشاء غلطی کا معلوم ہو تو اصلاح کی تدبیر کروں مگر اس کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں سو میری جوتی سے مجھ کو کون غرض ہے کہ میں ایسے بدفہموں کا تختۂ مشق بنوں اپنی اصلاح نہیں چاہتے جائیں اپنے آپ بلانے کون گیا تھا اور جب تک انسان خود اپنی اصلاح نہ چاہے بیچارے بزرگ اور عالم تو کیا ہستی اور وجود رکھتے ہیں ایسوں کی اصلاح نبی بھی نہیں کرسکے دیکھ لیجئے ابوطالب کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مرتے دم تک سعی اور کوشش فرمائی کہ ایمان لے آئیں مگر چونکہ ابوطالب نے نہ چاہا کچھ بھی نہ ہوا اس کے بعد کسی کو کیا منہ ہے کہ کوئی بدون طالب کی طلب کے اصلاح کرسکے پھر حضرت والا نے ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ اگر میری بات کا صاف اور معقول جواب نہیں دے سکتے یا دینا نہیں چاہتے تو مجلس سے اٹھ جایئے اور جب تک جواب نہ دیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں اور اب اگر جواب دینے کا ارادہ ہو تو کسی واسطہ سے جواب دیں میں براہ راست اب گفتگو نہ کروں گا اور یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ مجھ کو جواب کا انتظار نہ ہوگا اگر تم اپنی مصلحت سمجھو اور جی بھی چاہے تو کسی واسطہ سے جواب دینا ورنہ معاملہ ختم اس پر وہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپ نے سن لیا کہ عرض کیا کہ سن لیا فرمایا تو کم از کم ہاں نہ کا جواب تو

آدمی کو دینا چاہئے تاکہ دوسرا بے فکر ہوجائے نواب نہ بننا چاہیئے کیوں آپ لوگ ستاتے ہیں جایئے مسجد میں جاکر بیٹھئے وہ صاحب اٹھ کر چلے گئے فرمایا کہ اب آپ حضرات نے نقشہ دیکھ لیا یہ ہیں وہ باتیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے آخر میں بھی بشر ہوں تغیر کی بات پر تغیر ہوتا ہی ہے اور اگر تاویلات کا دروازہ کھولوں تو پھر اصلاح کی کیا صورت ہے اور مجھ کو تو یہ آسان ہے کہ اصلاح کا کام قطعا چھوڑ دوں باقی یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ آنے والوں کی چاپلوسی کروں اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کروں کہ حضور آپ سے فلاں غلطی ہوئی آئندہ نہ ہو سو مجھ سے نہیں ہوسکتا اگر اس کی برداشت نہیں تو اور کہیں جائیں ایک میں ہی تو مصلح نہیں اور بہت جگہ ہیں مگر کام تو کام ہی کے طریق سے ہوتا ہے۔ (ملفوظ 36)

## بزرگوں کی صحبت کا اثر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بچپن تھا مگر الحمد اللہ ایسے بزرگوں کی صحبت رہی کہ اس وقت بھی تہجد پڑھتا تھا چاہے بارش ہو رعد ہو برق ہو سب کچھ ہو مگر تہجد قضا نہ کرتا تھا وعظ سننے کا شوق تھا وعظ کہنے کا شوق تھا یہ سب بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا۔ (ملفوظ 33)

## ہر کام کیلئے استخارہ مسنون نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ شیعی لوگ ہر کام پر ہر بات پر استخارہ کرتے ہیں ایک صاحب کا کسی شیعی صاحب پر قرض تھا انہوں نے اپنا قرض طلب کیا تو اس پر استخارہ دیکھا اور کہا ادا کرنے کے لئے استخارہ نہیں آتا فرمایا کبھی لینے کے وقت بھی استخارہ کیا ہوگا کہ اس وقت نہیں لیں گے استخارہ نہیں آتا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ گورکھپور میں ایک شیعی رئیس تھے جب بیمار

ہوتے طبیب کو بلاتے اور نسخہ کے ہر جز کے لئے استخارہ کرتے طبیب بہت پریشان ہوتے میں نے سن کر کہا کہ استخارہ کیلئے بھی تو استخارہ کرنا چاہیے تھا کہ استخارہ کریں یا نہیں پھر اس استخارہ کیلئے بھی استخارہ کی ضرورت ہے پھر ایک سلسلہ ہوگا جو لامتناہی ہوگا اور قیامت تک بھی نسخہ مرتب نہیں ہو سکتا شاید یہ سمجھا ہوگا کہ ایمان اجمالی پر اکتفا کرنا چاہیے ایمان مفصل کی ضرورت نہیں۔ (ملفوظ 31)

## اکثر جاہل صوفی حظوظ نفسانیہ میں مبتلا ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے اکثر جاہل صوفی حظوظ نفسانیہ میں مبتلا ہیں طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں یہ کیفیات اور لذات کو مقصود سمجھتے ہیں سو ایسے لوگ بالکل کورے ہوتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں آج کل کے صوفی نہیں سوقی (بازاری) ہیں اور یہ آج کل سماع اہل سماء نہیں اہل رض و لکنہ اخلد الی الارض۔ کے مصداق ہیں کانپور کی حکایت حافظ عبداللہ مہتمم جامع العلوم نے بیان کی تھی کہ سماع ہو رہا تھا ایک شخص کو وجد شروع ہوا حالت وجد میں ایک پاس والے شخص نے امتحان کے لئے صاحب وجد کی چادر اوتار کر قوال کو دے دی بس فوراً ہی وجد ختم ہو گیا اور چادر کی واپسی کا تقاضا کرنے لگے بڑا جھگڑا ہوا یہ ان کے وجد کی حقیقت ہے محض جھوٹے مکار۔ (ملفوظ 30)

## عدم اذیت کا اہتمام نہ کرنا سبب بے فکری ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کا تو خدانخواستہ قلب میں شبہ بھی نہیں کہ لوگ جان کر یا قصداً اور اہتمام سے اذیت پہنچاتے ہیں ہاں یہ یقینی ہے کہ عدم اذیت کا بھی اہتمام نہیں کرتے جس کا سبب صرف بے فکری ہے بس میں اسی کی کوشش کرتا ہوں کہ فکر پیدا ہو اگر فکر سے کام لیں تو بہت کم غلطیاں ہوں۔ (ملفوظ 23)

## لوگوں کے ہنسنے پر آپکا ضرر نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مقام پر جو جدید مدرسہ بچوں کی تعلیم قرآن و دینیات کے لئے ہم لوگوں نے جاری کیا ہے اس پر لوگ ہنستے ہیں کہ یہ تو چھ مہینے کا ہے پھر نہ مدرسہ رہے گا نہ مدرسی فرمایا کہ ہنسنے دیجیے آپ کا کیا ضرر ہے اگر ایک شخص کو ایک وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق ہو جائے تو ایک ہی وقت کی سہی ایک وقت کا تو فرض ادا ہوا نہ پڑھنے سے تو بہتر ہے مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا تھا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے فرمایا کرتا تو ہے تم کو تو ریا سے بھی کبھی توفیق نہ ہوئی تمہارا کیا منہ ہے اعتراض کا حاصل جواب یہ ہے کہ اول تو ریا ہی کا ثبوت نہیں دوسرے ممکن ہے ریاء ہی سے عادت ہو جائے پھر عمل بلا ریا ہونے لگے ایک مجتہد شیعی نے ایک مولوی صاحب سے نانوتہ میں کہا تھا آپ حضرات نے فلاں کام کیا تھا جس میں خطرات بھی تھے آخر کیا نتیجہ نکلا بجز پریشانی کے جواب میں مولوی صاحب نے یہ قطعہ پڑھ دیا سودا خمار عشق میں شیریں سے کوہکن بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا اگر کوئی شخص تبلیغ کرے اور سو برس کی کوشش میں ایک شخص بے نمازی سے نمازی ہو جائے تو کوشش بیکار نہیں گئی کار آمد ہوئی کچھ تو ہوا کچھ نہ ہونے سے بہتر ہوا بلکہ میں تو توسع کر کے کہتا ہوں کہ اگر ساری عمر کی کوشش کا بھی بظاہر کوئی نتیجہ نہ نکلے مثلاً ایک نمازی بھی نہ ہوا تب بھی کوشش بیکار نہیں کار آمد ہے ظاہر کی قید میں نے اس لئے لگائی کہ باطن میں اس کا نفع ہو ہی رہا ہے یعنی ثواب مل رہا ہے مگر آج کل لوگوں کی عجیب حالت ہے جس کو ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ نہ آپ چلیں نہ دوسرے کو چلنے دیں حتی کہ کام کرنے والے کو بددل کر دیتے ہیں اس پر ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے کہ

غدر کے زمانہ میں ایک میدان میں کچھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں ان میں ایک زخمی سپاہی بھی پڑا ہوا تھا اس سپاہی کو خیال ہوا کہ دن تو جس طرح بھی ہوگا گزر جائے گا مگر تنہا شب کا کاٹنا مشکل پڑے گا مزاحا فرمایا اس سپاہی کو تنہائی کی ضرورت نہ تھی تنہا کی ضرورت نہ تھی (یعنی کئی تن کی) ایک لالہ جی اس طرف سے گزر رہے تھے سپاہی نے آواز دی لالہ جی آواز سن کر گبھرائے ہ لاشوں میں کیسی آواز ہے اس سپاہی نے کہا کہ ڈرمت مرا نہیں زخمی ہوگیا ہوں اور میری کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہے اگر میں مرگیا یونہی بیکار جائے گی تم کھول کر لے جاؤ تمہارے ہی کام آئے گی لالہ جی کے روپیہ کا نام سن کر منہ میں پانی بھر آیا اور ڈرتے ڈرتے سپاہی کے قریب پہنچے سپاہی نے کہا کہ مجھ میں تو کھول کر دینے کی قوت نہیں ہے تم خود کھول لو جب لالہ جی بالکل قریب ہوگئے سپاہی نے برابر سے تلوار اٹھا کر لالہ جی کے پیروں پر رسید کی، گر پڑے پھر بھی ہمیانی ٹٹولی مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا تب سپاہی سے پوچھا کہ یہ کیا کیا سپاہی نے کہا لالہ جی بیوقوف ہو میدان جنگ میں کوئی ہمیانی روپوں کی بھی باندھ کر آیا کرتا ہے یہ تو ایک تدبیر تھی تم کو اپنے پاس رکھنے کی شام قریب ہونے کو تھی خیال ہوا کہ رات کو دل گھبراویگا کسی کو پاس رکھوں تم نظر آگئے اب بات چیت میں رات گزرے گی تب لالہ جی نے کہا کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے تو یہ زمانہ وہی ہے کہ نہ خود کوئی کام کریں نہ دوسروں کو کرنے دیں اگر خاموش ہی رہیں تو اچھا ہے خاموش نہیں بیٹھا جاتا بلکہ اور کام میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ (ملفوظ 17)

## چور طالب علمی کرتے ہیں طالب علم چوری نہیں کرتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کو عوام کے تابع نہ ہوجانا چاہئے اس میں علاوہ ان کی ذات کے دین کا بھی ضرر ہے مجھ کو ہمیشہ اس کا خیال رہتا ہے کہ اہل علم کی اور علم دین کی

دنیاداروں کی نظر میں تحقیر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ میں سبکی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتا رہتا ہوں جس کی وجہ سے آئے دن لوگوں سے لڑائی رہتی ہے اہل علم اور اہل دین کی حقارت گوارا نہ ہونے پر ایک لطیف واقعہ یاد آیا جب میں کانپور میں مدرسہ جامع العوم میں تھا ایک طالب علم نے ایک طالب علم کی کتاب اور کچھ اسباب دق کرنے کو اپنے حجرہ میں لے جا کر چھپالیا مالک سامان نے اس کی اطلاع پولیس میں کر دی داروغہ تحقیقات کے لئے آگیا اور اس کے متعلق گفتگو ہوتی رہی داروغہ مجھ سے کہنے لگا کہ افسوس ہے کہ طالب علم بھی چوری کرتے ہیں

میں نے کہا کہ طالب علم کبھی چوری نہیں کرسکتا کہنے لگے کہ مشاہدات کی تکذیب ہے دیکھئے یہی ایک واقعہ ہوگیا میں نے کہا کہ اس سے ثابت نہیں ہوا کہ طالب علم نے چوری کی بلکہ کبھی چور طالب علمی کرنے لگتے ہیں چور یہ سمجھتے ہیں کہ اس روپ میں مدرسہ کے اندر چوری سہولت سے ہوسکتی ہے داروغہ جی نے ہنس کر کہا کہ صاحب مولیوں سے اللہ بچائے جدھر کو چاہئے بات پھیر دیں تو اس واقعہ میں بھی طالب علم کی تحقیر نہیں ہونے دی اور ہمیشہ اسی کو جی چاہتا ہے اہل علم کی تحقیر نہ ہو کیونکہ اگر عوام اہل علم سے بدگمان ہوجائیں تو اندیشہ ہے گمراہی کا۔ (ملفوظ 12)

## خلوص سے معمولی الفاظ پیارے معلوم ہوتے ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے بڑے القاب اور چکنے چپڑے الفاظ میں کیا رکھا ہے خلوص اور محبت ہو تو معمولی الفاظ بھی پیارے ہوجاتے ہیں دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ کا نام سب لیتے ہیں کوئی بھی مخدومنا مکرمنا نہیں کہتا مکہ معظّمہ میں شریف حسین تھے کہ ایک معمولی بدوی آکر اس طرح پکارتا یا حسین یا حسین اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے خوش خوش گفتگو کرتے تھے اگر یہ سادگی

محبت سے ہوتو کیا مضائقہ ہے بلکہ اچھی معلوم ہوتی ہے ایک بڑی بی تھیں میری سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دیا کرتی تھیں کہ بچے تو جیتا رہ تیری عمر بڑی ہو چونکہ محبت تھی اور سادگی سے ایسا برتاؤ کرتی تھیں ان کی یہ ساری باتیں پیاری معلوم ہوتی تھیں ایک بار گھر میں سے کہا برادری میں ایک یہ ہی بڑی رہ گئی ہیں جوتم کو پیار کرسکتی ہیں میرٹھ میں حافظ عبدالکریم رئیس تھے ان کی عادت تھی اکثر بیٹا بیٹا کہا کرتے تھے ایک چمار آیا بڑی عمر کا آدمی تھا اس کو بھی بیٹا کہا اس چمار نے کہا کہ تمہارے باپ کی برابر تو میری عمر اور مجھ کو بیٹا کھتے ہو حافظ صاحب بہت متواضع تھے برانہیں مانا غرض حافظ صاحب محبت سے ایسا کہتے تھے کوئی بھی برا نہ مانتا تھا اصل چیز محبت ہے تعظیم میں کیا رکھا ہے بلکہ زیادہ تعظیم اور تکریم تو ایک قسم کے حجاب ہیں یہ محبت کی سادگی تو ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی بالکل اپنے کو مٹائے ہوئے تھے پھر تکلف کہاں رہتا حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ اسد علی حقہ بہت پیتے تھے جب ضرورت ہوتی فرماتے کی بیٹا قاسم حقہ بھر دے مولانا کی یہ حالت تھی کہ فوراً حکم کی تعمیل فرماتے باوجود اس کے کہ مرید اور شاگرد سب موجود مگر کچھ پرواہ نہیں اگر کوئی کہتا بھی تو فرماتے کہ یہ تمھارا کام نہیں یہ میرا کام ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے اس انکسار اور فنا کا بالکل ہی اپنے کو مٹا دیا تھا مولوی معین الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک ولائیتی درویش آئے بڑے غصہ میں بھرے ہوئے نماز پڑھ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جب لوگ نماز پڑھ کر نکلنے لگے مولانا کے والد بھی آئے انکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تم مولانا سے حقہ بھرواتا ہے آخر باپ تھے کہا کہ جی ہاں بھرواتا ہوں ان درویش نے کہا کہ کبھی باپ ہو کے بھروسہ رکھو تم جس وقت مولانا سے حقہ بھرنے کو کہتے ہو حاملان عرش کانپ اٹھتے ہیں اگر تم نے عنقریب توبہ نہ کی تو کوئی وبا نازل ہوگا پھر انھوں نے ایسی فرمائش نہیں کی دوسرا واقعہ حضرت

مولانا ہی کا ہے جلال آباد کے ایک اخانصاحب حضرت کے مہمان ہوئے آدھی رات کو پلنگ پر پڑی ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے مولانا بڑے ذہین تھے سمجھ گئے کہ غالباً حقے کے عادی ہیں مولانا اسی وقت محلہ سے حقہ مانگ کرلائے اور بھر کر چار پائی کے برابر میں لاکر رکھ کرفرمایا کہ میں پیتا نہیں لئے اس لئے بھرنا نہیں آتا دیکھ لیجئے کسی چیز کی کمی بیشی ہوتو ٹھیک کردوں خان صاحب بیچارے پلنگ سے اتر کر الگ ہوگئے بڑی عذر ومعذرت کی فرمایا کہ تم مہمان ہوتمہارا حق ہے اس میں شرمندگی اور محجوب ہونیکی کونسی بات ہے ان خان صاحب کے ساتھ ایک بازاری عورت تھی بے نکاحی اور یہ پہلے سے علماء کے معتقد نہ تھے یہ کہا کرتے تھے کہ سب کو دیکھ لیا ہے صبح ہی کو حضرت مولانا مرید ہوگئے اور اس عورت کو بھی مرید کروایا اور نکاح پڑھوایا تو حضرت مولانا اس قدر منکسر المزاج تھے کہ اپنے مہمانوں تک کا حقہ بھرتے تھے بھلا باپ کا حقہ بھرنا تو کیسے چھوڑ سکتے تھے اور سچ تو یہ کہ بڑا بننے میں کیا رکھا ہے بلکہ بعد تجربہ دین کے لئے تو مضر ہے ہی، یہ بڑا بننا دنیا میں بھی مصائب کا نشانہ بناتا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

خشمہا وَ چشمہا و رشکہا

برسرت ریزد چوآپ ازمشکہا

(اگر بڑا بنو گے تو لوگوں کے غصے اور نگاہیں اور رشک وحسد تجھ پر ایسا پڑیں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے۔)

غرض ضرورت ومحبت خلوص کی ہے بڑائی کی ضرورت نہیں ایک مرتبہ ایک گاؤں کا شخص مجھ سے بیعت تھا اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا ایک دن کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں میں ایک فقیر آیا کرتا ہے اگر کہوتو اس کا طالب ہوجاؤں (یہ ایک اصطلاح ہے گاؤں والوں کی مرید کے بعد ایک

درجہ نکالا ہے طالب کا) میں نے اسکو غصہ کے لہجے میں ڈانٹا اس لئے کہ وہ فقیر شریعت کا پابند نہ تھا ایک عرصہ کے بعد میں نے اس شخص سے مزاحاً پوچھا کہ اب بھی کسی کا طالب بنے گا محبت بھرے لہجے میں سادگی سے کہتا ہے کہ بس اب تو تیرا ہی پلہ (دامن) پکڑ لیا مجھے اس وقت اسکا یہ کہنا بہت ہی پیارا معلوم ہوا اور یہ الفاظ کئی مرتبہ اس کی زبان سے کہلوائے ہر مرتبہ ایک نیا لطف آیا محبت میں کیسے ہی الفاظ ہوں پیاری معلوم ہوتے ہیں اور اس پر ملامت بھی نہیں ہوسکتی اس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

گفتگو عاشقاں درکار رب
جوشش عشقست نے ترک ادب
بے ادب تر نیست زوکس در جہاں
باادب تر نیست زوکس در نہاں

(حق تعالیٰ کے بارہ میں عاشقان حق کی باتیں بے ادبی کیوجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ جوش محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں ظاہر میں تو اس سے زیادہ کوئی بے ادب معلوم نہیں ہوتا اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہوتا۔ (ملفوظ 11)

## رضاعی رشتہ بالکل حرام ہے

فرمایا کہ آج ایک رجسٹری آئی ہے اس میں ایک استفتاء آیا لکھا ہے کہ یہ رضاعی رشتہ ہے اس کو ایک پیر نے جائز کر دیا ہے خدا معلوم لوگ ایسے جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہی کیوں ہیں باوجود اس کے آج کل علم کا زمانہ ہے کثرت سے علماء ہیں مگر پھر بھی جاہلوں سے مسائل پوچھتے

ہیں سمجھتے ہیں جب پیر ہو گئے تو سب کچھ ہو گئے سر بھی ہو گئے اور پیر بھی ہو گئے فرمایا میں نے جواب لکھ دیا حرام بالکل باطل ہے اور یہ قول کہ مرضعہ کا دودھ ہندہ کی پیدائیش کے زمانہ کا نہ تھا اس لئے زید و ہندہ رضاعی بھائی بہن نہیں ہوئے بالکل غلط بالکل باطل ہے زید کو چاہئے فوراً ہندہ کو جدا کر دے اور ان سب کو توبہ کرنی چاہئے مع پیر صاحب سے ادب کے ساتھ کہنا چاہئے کہ پیر ہی رہیں مولوی نہ بنیں اور فتوے نہ دیا کریں ان کمبختوں نے لوگوں کے دین کا ناس کر دیا خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ بناتے یہاں اس نواح میں تو بفضلہٖ تعالیٰ ان گمراہیوں کا پتہ چلتا نہیں اپنے بزرگوں کا اثر ہے یہاں سے ادھر ادھر جا کر دیکھے کیا خرافات برپا ہے ایک مرتبہ بمبئی میں وعظ کا اتفاق ہوا مجھ کو بڑا ترددہوا کہ کیا بیان کروں اگر مسائل اختلافیہ بیان کرتا ہوں تو وحشت ہوگی متفق علیہ بیان کروں تو ان کو سب جانتے ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو ضرورت کا بیان کونسا کیا جاوے پھر سوچکر میں نے آیت:

**وضرب اللہ مثلا قریتۃ کانت آمنۃ مطمنۃ الخ۔** (سورہ نحل)

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیب بیان فرماتے ہیں کہ وامن واطمینان میں تھے۔

اللہ نے آپ کو بہت نعمتیں دی ہیں مگر آپ ان کا شکر ادا نہیں کرتے یہ بیان کبھی ان کے بڑوں نے بھی نہ سنا ہوگا اس کو میں نے بہت اچھی طرح ثابت کیا میں نے بیان کرنے میں ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کی عوام الناس کا وعظ میں اجتماع نہ ہو ہاں جو عمائد اور خوش فہم ہوں ان کو بلایا جاوے اس لئے کہ بڑے درجہ کے لوگ خواہ وہ دوسرے ہی مذہب کے ہوں عالی حوصلہ ہوتے ہیں اگر ان کے خلاف بھی بیان کیا جاوے وہ ناگواری کا اثر نہیں لیتے اور عوام الناس جاہل اکثر جاہل ہوتے ہیں خاص بمبئی کے عوام الناس تو نہایت ہی مقدس ہیں ایسی جگہوں میں بیان کر کے دل خوش نہیں ہوتا اگر سامعین خالی الذہن ہوں نہ اعتقاد ہو نہ عناد ہو تو بھی مضائقہ نہیں مگر وہاں تو کثرت سے معاندین ہی۔ (ملفوظ 7)

## اعتدال اختیار کرنے میں مصلحت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ سے ایک تاجر نے روایت کی کی ایک شخص نے جو بریلوی خانصاحب کا مرید تھا کلکتہ میں یہ کہا تھا کہ کون کہتا ہے اشرف علی دیوبندیوں میں سے ہیں دیوبندی خواہ مخواہ اس کو اپنی طرف منسوب کرتے ہے وہ تو ہماری جماعت سے ہیں اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ میں سختی نہیں کرتا ہر چیز کو اس کی حد پر رکھتا ہوں حتیٰ کہ بریلوی مسلک کے متعلق بھی غصہ سے کام نہیں لیتا اس اعتدال سے وہ سمجھ گئے کہ یہ ہمارا ہم عقیدہ ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھ کو اپنے رنگ پر سمجھتا ہے اور میں ہر رنگ سے جدا ہوں اس پر ایک مثال عجیب فرمایا کرتے تھے کہ میری ایسی مثال ہے جیسے پانی کہ اس میں کوئی رنگ نہیں مگر جس رنگ کی بوتل میں بھر دوں اس کا وہی رنگ معلوم ہونے لگتا ہے میں اس شعر پر یہ پڑھا کرتا ہوں۔ (ملفوظ 4)

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نہ جست اسرار من

## توفیق ذکر بڑی دولت ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ذکری کی توفیق ہوجائے یہ ہی بڑی دولت بری نعمت ہے ہمارے حضرت حاجی اس بارہ میں فرمایا کرتے تھے۔

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم (ملفوظ 45)

## ہر کام اور ہر بات میں سلیقہ سے طبیعت پر اچھا اثر ہوتا ہے اور بد سلیقی سے مکدر ہوتی ہے

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا جب میں کسی سے کوئی فرمائش کرتا ہو ں تو میرا قاعدہ جس پر ایسے کم عقلوں کے واسطے خود بھی عمل کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی مشورہ دیتا ہوں کہ بات کہہ کر مخاطب سے اعادہ کرالینا چاہیئے تاکہ غلط فہمی کا شبہ نہ رہے اور صل بات یہ ہے کہ کام میں ہر بات میں سلیقہ کی ضرورت ہے سلیقہ سے طبیعت پر اچھا اثر ہوتا ہے اور بد سلیقگی سے طبعیت مکدر ہوتی ہے مگر آجکل یہ باتیں قریب قریب لوگوں میں مفقود ہیں سمجھانے پر بھی اثر نہیں ہوتا پھر جب تجربوں کے بعد قواعد مقرر کئے جو اپنی اور دوسروں کی راحت کا سبب ہیں آدمی کو خود اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو دوسرا کیا اصلاح کر سکتا ہے۔ (ملفوظ 2)

## ملانوں کے ساتھ عوام جو غلط حرکت کرتی ہے اس کی وجہ ملانوں کی کم وقعتی ہے کم عقلی نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل اموال جو ہم لوگوں کے ساتھ معاشرتی کوتاہیاں اور غلطیاں کرتے ہیں ان کی اس بے پروائی کی وجہ محض ملانوں کی کم وقعتی ہے کم عقلی نہیں۔ میرے دل میں تو یہ بات تجربہ سے آئی تھی۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ذرا سی بات پر بگڑے مگر میری نظر اس بات کے منشاء پر ہوتی ہے گو غلطی زیادہ ثقیل نہ ہو مگر جب منشاء اس کا تذلیل وتحقیر ہوگا تو ظاہر ہے کہ ناگواری بھی شدید ہوگی۔ (ملفوظ 481)

## اہل اللہ سے نسبت بہت بابرکت ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقبولین سے نسبت ہونے کی بھی بڑی برکت ہوتی ہے خواہ حسی ہو یا معنوی ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے پیر کے سر پر ہاتھ رکھنا وہ ہماری اولاد میں سے ہیں صبح کو مرید نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا آپ نے سر آگے کر دیا۔ کہ حکم کا امتثال کرو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں فرمایا کہ جھجکتے کیوں ہو یہ تو حکم کا امتثال ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ بعض کاغذات کی وجہ سے مجھ کو فاروقیت کے متعلق کچھ تردد ہو گیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے نسب کے متعلق پوچھا میں نے کہا سنا ہے کہ فاروقی ہیں اس شخص نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر آؤں میں ڈرا کہ کہیں کرکری نہ ہو پھر خیال ہوا کہ اچھا ہے ایک طرف معاملہ ہو جاوے گا میں نے کہا کہ ہاں پوچھ آؤ وہ دوڑا گیا اور دوڑا آیا اور کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ آیا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ ہاں ہماری اولاد میں سے ہے حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب سے والدہ صاحب کے متعلق عرض کیا گیا تھا کہ اس کے اولاد زندہ نہیں رہتی انہوں نے فرمایا کہ کیسے زندہ رہے عمر اور علی کی کھینچا تانی میں مرجاتے ہیں اب کی بار اولاد ہو تو علی کے سپرد کر دینا بڑا طویل قصہ ہے بناء اس کی یہ تھی کہ والد صاحب صاحب فاروقی ہیں اور والدہ علوی اور اب تک نام والد صاحب کے نام کے مناسب رکھے جاتے تھے مجذوب صاحب نے والدہ کے خاندان کے مناسب نام بتلایئے اس سپردگی میں اسی طرف اشارہ تھا۔ اس میں بھی تائید ہے فاروقیت کی گو اس میں حجیت کی تقویت ہے۔ (ملفوظ 480)

## حضرت ابراہیم ابن ادہم عالم فقیہ اور محدث بھی ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمام تعلیمات ومجاہدات کا حاصل اور مقصود یہ ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح معنی میں پیدا ہوجائے اسی کے پیچھے طالبین نے سلطنتیں چھوڑ دیں اور ایسی چھوڑ دیں کہ دل میں خطرہ بھی نہیں ایا۔ حضرت ابراہیم ان ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ جب انہوں نے بلخ کی سلطنت چھوڑی ہے تو جنگل میں ایک جگہ نماز کا وقت ہوگیا تو ایک کنوئیں سے پانی کھینچنا پاہاتو ڈول میں بجائے پانی کے چاندی بھری ہوئی آئی۔ اس کو الٹ کر پھر ڈالا تو ایک اشرفی آئی پھر تیسری بار جواہرات آئے۔ عرض کیا اے اللہ! میں امتحان کے قابل تو نہیں ان چیزوں کو تو چھوڑ کر آیا ہوں پھر پانی آیا۔ اللہ اکبر! کیا چیز پیدا ہوجاتی ہے قلب میں جس نے امارت بلخ کو تلخ کر دیا۔

یہ ابراہیم ابن ادہم بلخی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں بہت بڑے عالم ہیں محدث فقیہ ہیں نرے درویش ہی نہیں اور تبع تابعی بھی ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے مگر راجح تابعیت ہے۔ (ملفوظ 480)

## فرشتہ صفت کس کو کہتے ہیں؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو بزرگ وہ سمجھا جاتا ہے جو فرشتہ صفت ہو مطلب یہ ہے کہ ناگوار بات اس کو ناگوار نہ ہو غصہ کی بات پر اس کو غصہ نہ آئے اس کو کہتے ہیں کہ فرشتے صفت ہیں لیجئے فرشتے کی صفت بھی سن لیجئے۔ حدیث شریف سن لو ترمذی کی حدیث

ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ! وہ منظر قابل دیکھنے کا تھا کہ فرعون جب ڈوبنے کے وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان لا رہا تھا اور میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا کہ اس کے منہ سے یہ نکلے اس حدیث کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فرشتے کو بھی غصہ کے موقع پر غصہ آیا۔ (ملفوظ 478)

## بعض پیروں اور مشائخ کے یہاں واسطہ کی بلا موجود ہے الحمدللہ یہاں نہیں

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ جن صاحب کو ان کی غلطی پر یہ فرمایا تھا کہ کسی واسطے سے گفتگو کرو کوئی شخص واسطہ بننے پر راضی نہیں ہوتا فرمایا اگر کوئی راضی نہیں تو مجھ کو اس ہی کی اطلاع کر دیں میں کوئی اور طریق اختیار کروں گا ایک ہی طریقے پر مدار تھوڑا ہی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ واسطہ بننے کے لئے کسی کو بالالتزام منتخب کر لیا جاوے مگر اس کو پسند نہیں کرتا اس میں خرابی یہ ہے کہ جو اس طرح سے واسطہ بنیں گے ان کو مقرب اور مخصوص ہونے کا خیال پیدا ہو جائے گا اور دوسروں پر یہ اثر ہوگا کہ اس کی پرستش ہونے لگے گی۔ بعضے پیروں اور مشائخ کے یہاں یہ بلا موجود ہے۔ الحمد اللہ یہاں پر یہ بات بھی نہیں۔ (ملفوظ 474)

## نہ مشورہ دیجئے اور نہ مشورہ کیلئے واسطہ بنئے اس سے نقصان ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ رحم دلی کی وجہ سے نئے آنے والوں کو یہاں کے معمولات وقواعد کے متعلق مشورہ دیتے ہیں مگر ان میں بعض ایسے بدفہم ہوتے ہیں کہ ان پر مشورہ سے برا اثر ہوتا ہے اب اس میں انتخاب بڑا مشکل ہے کہ کون اہل ہے مشورہ کا اور کون نہیں اس لئے اصلح یہی ہے کہ خود کسی کو مشورہ نہ دیا جاوے البتہ اگر کوئی خود پوچھے اس کو اطلاع کر دی

جاوے۔خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا تھا کہ مشورہ دے دینے میں مسلمان کی اعانت ہے فرمایا کہ اس اعانت کی بھی ایک حد ہے وہ یہ کہ اگر کوئی خود پوچھے اس کو اطلاع کردی جاوے۔خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا تھا کہ مشورہ دے دینے میں مسلمان کی اعانت ہے فرمایا کہ اس اعانت کی بھی ایک حد ہے وہ اگر نااہل کو مشورہ دیا تو وہ اعانت کہاں وہ تو مضرت کا سبب ہوگا۔اور بعض احوال میں مشورہ دینے والے کے لئے بھی مضرت سمجھتا ہوں یعنی اگر اس کو یہ گمان ہو جائے کہ مجھ کو مشورہ دینے کے لئے واسطہ بنانے کے لئے منتخب کیا گیا ہے تو اس کا دماغ خراب ہوگا کہ اپنے کو مقرب سمجھنے لگے گا اس لئے اسلم یہی ہے کہ سب کہ اپنے اپنے خیال پر چھوڑ دینا چاہئے کوئی کسی کے معاملہ میں دخل ہی نہ دے باقی سفارش جو مشورہ سے بھی زیادہ بحمداللہ میرے یہاں ہے ہی نہیں اس کا بالکل ہی سد باب ہے اور سمجھنے کی بات ہے کہ سفارش کی تو وہاں ضرورت ہے جہاں مواخذہ سے انتقام مقصود ہو یہاں انتقام تھوڑا ہی مقصود ہے محض اصلاح مقصود ہے وہاں سفارش کے کیا معانی کیا یہ مقصود ہے کہ اصلاح نہ کرو اصلاح میں سفارش نہ ہونے کی دلیل ایک حدیث ہے وہ یہ ایک عورت نے چوری کی تھی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم فرمایا اس کے متعلقین نے حضرت اسامہ سے سفارش کرنے کے لئے کہا حضرت اسامہ کو ایک خصوصیت تھی انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کردیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم حدود میں سفارش کرتے ہیں اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتیں تو ان کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔

اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا چونکہ حدود سے مقصود اصلاح ہوتی ہے قیاس سے ہر اصلاح کا حکم اس سے ثابت ہو گیا تو اصلاح میں کسی کی کیا رعایت۔ (ملفوظ 473)

## خود کو مولانا مت کہلاؤ یہ تکبر کی علامت ہے بلکہ مٹا کر رکھو اسی میں خیر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر لوگ مولانا کہنے سے بڑے خوش ہوتے ہیں ہمارے بزرگ ایسے ایسے بڑے علامہ گزرے ہیں بہت سے بہت مولوی صاحب کا لقب ہوتا تھا مولانا بہت کم کسی کسی کے لئے اور اب تو اس قدر انقلاب ہوا کہ مولانا سے بڑھ کر کوئی شیخ الحدیث ہے کوئی شیخ التفسیر ہے مجھ کو تو یہ باتیں پسند نہیں۔ سادگی میں جو لطف ہے وہ ان تکلفات میں کہاں، ہمارے اکابر اپنے کو مٹائے ہوئے رکھتے تھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پر کوئی ہے یا نہیں زیادہ تر یہ معتقدین حضرت حضرت مولانا مولانا پکار کر مزاج بگاڑ دیتے ہیں، ایسی ہی تعظیم وتکریم کی نسبت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس از بس مدحہا فرعون شد

کن ذلیل النفس ہوناً لا تسد

(نفس زیادہ تعریفوں سے فرعون ہو گیا ہے کبھی کبھی اس کو ذلیل کر لیا کرو)

حقیقت یہ ہے کہ شہرت ہو جانا اور بڑا بن جانا اکثر دین کے لئے تو مضر اور ضرر رساں ہے ہی دنیا میں بھی اس کی بدولت بہت سی آفات کا سامنا ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں

چشمہا و خشمہا و رشکہا بر سرت

ریزد چو آب از مشکہا

(لوگوں کے غصے اور نگاہ تیرے سر پر اس طرح گریں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے)(ملفوظ 468)

## اکثر معلم کا طبقہ بے وقوف ہی ہوتا ہے

فرمایا کہ ایک معلم صاحب کا خط آیا ہے اکثر یہ طبقہ ہوتا ہی بے وقوف میں سالہا سال سے تجربہ کر رہا ہوں ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسے ہوجاتے ہیں یا اس سلسلہ تعلیم میں آتے ہی ایسے ہیں فرمایا کہ ہوجاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں تکبر پیدا ہوجاتا ہے ایک جماعت اطاعت گذراراں کی خدمت میں رہتی ہے یہ جو کرتے ہیں وہ بجا اور صحیح کہتے رہتے ہیں ان کا دماغ خراب ہوجاتا ہے۔ (ملفوظ 465)

## فیشن ایبلوں میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت مزین اور آراسہ رہتے ہیں اکثر ان میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی کیونکہ توجہ ایک ہی طرف ہوتی ہے یا جسم کو آراستہ کرلو یا قلب کو آراستہ کرلو ۔صبح ایک دوست کو دیکھا کہ ہرا کرتہ پہنے ہوئے طوطے بنے ہوئے ہیں ۔تو اب جو بات پوچھتا ہوں وہ گلہڑی طوطے کی طرح اڑنگ بڑنگ ہانکتے چلے جاتے ہیں میں نے محض ان علامات سے بدوں تحقیق کے ان پر کوئی الزام نہیں دیا بلکہ اول پوچھا پھر جواب کے لئے مہلت دی کہ سوچ کر جواب دو مگر کیا غرض جو سمجھ سے کام لیا ہو۔اب دیکھ لیجئے میں نے کیا کیا اور انہوں نے کیا کیا میں نے یہی کہا کہ جواب دو تمہاری اس حرکت سے ایذاء ہوئی ہے مگر اس پر بھی خبرے نباشد۔

اب بتلایئے کہ اگر چشم پوشی کرتا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ کرسکتا ہوں اختیاری چیز ہے اور موخذاہ کے وقت الحمدللہ اضطراری حالت پیدا نہیں تمام مصالح کی اس وقت بھی رعایت رکھتا ہوں غرض اگر اختیار سے کام لوں اور چشم پوشی کرلوں تو اصلاح نہیں ہوسکتی اور اصلاح کرتا ہوں تو

بدنامی ہوتی ہے مگر ہوا کرے بدنامی ایسی تیسی میں جائے ہم کیوں نہ کریں اصلاح ہمارے ذمہ ہے اصلاح ۔(ملفوظ461)

## معلم انگریزی ہو یا اردو دونوں میں کبر اور کم عقلی ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلم انگریزی اسکولوں کے ہوں یا اردو کے اکثر ان میں دو چیزیں جمع ہوتی ہیں کبر اور کم عقلی ۔ایک حکایت ہے کسی نے نوکر سے بکری کی سری منگائی تھی وہ مغز خود کھا گیا آقا نے پوچھا مغز کیا ہوا دیکھنے لگا معلم گوسفنداں بود ۔( یہ بکرا دوسرے بکروں کا معلم تھا۔

ایک صاحب ہیں وہ تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں مگر اس قدر کم فہم واقع ہوئے ہیں کہ کوئی بات بھی تو ٹھکانے یا سمجھ کی نہیں میں جو لکھتا ہوں اس کا تو جواب ندارد اپنی ہی مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے چلے جاتے ہیں ۔فرمایا کہ مرغ کی ٹانگ یہ ایک مثل مشہور ہے اس کی بناء یہ ہے کہ کسی آقا نے باورچی کو حکم دیا کہ آج مرغ پکاؤ اس نے حکم کی تعمیل کی مگر جب دسترخوان پر کھانا گیا تو پلیٹ میں مرغ کی صرف ایک ٹانگ آقا نے مطالبہ کیا باورچی کہتا ہے کہ اس کی ایک ہی ٹانگ تھی آقا نے کہا کہ پاگل ہو کہیں ایک بھی ہوتی ہے اس نے پھر اصرار کیا کہ اچھا کوئی مرغ ایک ٹانگ کا دکھلاؤ آقا نوکر کو لے کر چلا اتفاق سے ایک مرغ ایک ٹانگ پر کھڑا تھا نوکر نے کہا کہ دیکھئے حضور اس کے ایک ہی ٹانگ ہے آقا نے اس مرغ کی طرف ہاتھ کر کے کہا کہ ہشت ،،مرغ نے دوسری ٹانگ بھی نکالدی اور بھاگ گیا۔آقا نے کہا کہ دیکھ! دو ٹانگ ہیں یا نہیں تو باورچی کہتا ہے کہ آپ نے وہاں ،،ہشت،، کیوں نہیں فرمایا تھا وہاں بھی دوسری ٹانگ نکل آتی ۔(ملفوظ459)

## تم نے میرا دل بہت خوش کر رکھا ہے جو دعا کروں

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نہ نماز پڑھتا ہوں نہ مجھ کو زکوۃ کا اہتمام ہے یہ تو دینی حالت ہے اور دنیوی حالت یہ ہے کہ تجارت نہیں چلتی اور جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں اس میں کامیابی نہیں ہوتی نہایت ادب سے خادم کی التجا ہے کہ آپ دل سے دعا فرماویں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ دل بہت خوش کر رکھا ہے جو دعاء کروں جو کرنے کے اختیاری کام ہیں وہ بھی نہیں کرتے اس پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک شخص نے بمبئی میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں کہ میں حج کر آؤں فرمایا کہ جس روز جہاز جانے کو ہو اس روز تمام دن کے لئے مجھ کو تم اپنے اوپر پورا اختیار دیدینا۔ عرض کیا کہ کیا ہوگا فرمایا یہ ہوگا کہ ٹکٹ خرید کر تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں سوار کرادوں گا۔ پھر میں دعا کروں گا وہ جہاز تم کو لے کر جدہ پہنچے گا اور پھر وہاں سے مکہ ضرور جائے گا اس طرح حج ہوجائے گا اور بدوں اس کے تو ساری عمر دعا کرتا رہوں گا اور تم ساری عمر تجارت کرتے رہو گے بس ہو چکا حج۔ (ملفوظ 458)

## قیل وقال اور بحث وجدال چھوڑو اور کام میں لگو

ملقب بذم القیل والقال: ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ چار چیزیں ہیں شریعت طریقت حقیقت، معرفت، اگر کوئی ان کا منکر ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ تحریر کے ذریعہ سے سب کو الگ الگ پوچھنا چاہئے اسی لئے کہ اس خلط کی صورت میں حکم دینے میں کے ذریعہ سے سب کو الگ الگ پوچھنا چاہئے اسی لئے کہ اس خلط کی صورت میں حکم دینے میں اندیشہ ہے کہ مخاطب کو غلط فہمی ہوجائے ایک کا حکم دوسرے پر لگا لیا جاوے اسی طرح زبانی تقریر میں یہ

احتمال زیادہ تھے اور ایک بات ضروری یہ ہے کہ جو شخص منکر ہو اس کو خود سوال کرنا چاہئے یہ نہیں کہ عمر زید کو فرض کر کے سوال کیا جائے اور چونکہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا انکار کفر نہیں اور بعض کا انکار کفر ہے اسی لئے مخلوط حالت میں فتویٰ دینا خلاف احتیاط ہے اس کی صورت یہی ہے کہ جو منکر ہے وہ خود سوال کرے اور اس کی یہ صورت ہے کہ اول اس مسئول عنہ کی تعیین لکھے اور اس کے ساتھ سائل اس کا جو مفہوم خود سمجھا ہے اس کی تفسیر کرے اس کے بعد اپنا عقیدہ اس کے خلاف ساتھ ظاہر کرے اور سب کے بعد اپنے دستخط کرے تب فتوی سہولت سے ہوسکتا ہے اور جب تک سوال منقطع نہ ہو، اس قسم کا فتویٰ بلا تحقیق دینا ایسا ہے جیسے کسی کے قتل کا حکم کرنا یہاں جان میں تصرف ہے وہاں ایمان میں تصرف ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب اصطلاحات ہیں سہولت تعبیر کے لئے استعمال کی جاتی ہیں حقیقت سب کی بایں معنی متحد ہے کہ ان میں تنافی نہیں ایک ہی ہیں۔ یہی غلطی ہے کہ ان کو الگ الگ بمعنی تنافی سمجھ لیا گیا جیسے ایک شخص ہے اس کو مولوی بھی کہتے ہیں قاری بھی کہتے ہیں حافظ بھی کہتے ہیں حاجی بھی کہتے ہیں تو یہ چیزیں صفات متبائنہ تھوڑا ہی ہیں ایک ہی شخص میں سب جمع ہیں اور باہم نسبت عموم وخصوص کی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ مقصود اعظم تو شریعت ہی ہے فرمایا کہ خود ایک ہی چیز ہے یعنی شریعت۔ اس کے مقابل کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے اعظم کہا جاوے جس کا حاصل عمل کا خالص کرنا ہے شیخ اس کی تدابیر کی تعلیم کرتا ہے ان تدابیر کا نام طریقت ہے پھر اس کی برکت سے جو علوم منکشف ہوتے ہیں وہ حقیقت ہیں اور ان ہی کے حقائق میں بعض کے انکشاف کا نام معرفت ہے باقی اور جو کچھ ہے مراقبہ مکاشفہ ذکر و شغل سب اسی مقصود کے معین اور متمم ہیں اور اصل وہی ایک چیز ہے اور یہ سب کرنے کے کام ہیں مگر آج کل بجائے کچھ کرنے

کے بڑا شغل دوسری کی عیب جوئی یا فضول تحقیقات رہ گئی ہیں لیکن دوسرے پر تو فتویٰ جب لگا دے جب اپنے سے فراغت حاصل کرلی ہو ایک شخص مدقوق (مرض دق میں مبتلا) ہے اور ایک پڑوس میں مزکوم (جس کو زکام ہورہا) ہے اب یہ دق والا زکام کا نسخہ تلاش کرتا پھرتا ہے اپنی فکر نہیں خبر نہیں لیتا۔ مولانا نعیم صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی کون حق پر تھا مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کس نے سوال کیا ہے عرض کیا کہ فلاں حافظ صاحب نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں؟ عرض کیا جوتے بیچتے ہیں فرمایا اور تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا کہ میں کپڑے رنگتا ہوں فرمایا جاؤ تم کپڑے رنگو اور ان سے کہو جوتے بیچا کریں علی جانیں اور معاویہ جانیں ان کا معاملہ تمہارے پاس فیصلہ کے لئے نہ آئے گا بعض لوگ خطوط میں مجھ سے استفسار کرتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے لکھ دیتا ہوں کہ خود واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجیں صاحب یقیناً سوال میں افتراء اور کذب ہوتا ہے یا نیت فاسد ہوتی ہے فتوے کو آڑ بنا کر ایک مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کی فضیحت اور رسوائی کے درپے ہوتے ہیں بڑی بڑی سخت بات ہے جو نہایت احتیاط کے قابل ہے جیسے بزرگوں نے اس باب میں سخت احتیاط سے کام لیا ہے۔

ایک حکایت اس کے متعلق یاد آئی میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو مرید نے کہا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا۔ میں نے یہ قصہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو، تب میری آنکھیں کھلیں فرمایا کہ میاں کوئی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت

ہے اس میں مولانا نے تاویل سے کام لیا اور قائل کو بچالیا۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ ولا الضالین پڑھتے ہیں فرمایا بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی پڑھا کرو دیکھئے کیسی سہولت سے جھگڑے کو قطع کر دیا اس میں تعلیم تھی کہ جھگڑوں میں مت پڑو۔

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے میں نے کہا کہ اس شخص کو جائز ہے جس کو یہ خبر اور یقین ہو کہ میں یزید سے اچھی حالت میں مروں گا اگر کہیں اس سے خراب حالت میں قبر میں رہ گئے تو وہ کہے گا کہ مجھ کو تو ایسا ایسا کہتے تھے اب تم دیکھو کس حالت میں ہو کہنے لگے تو یہ کب معلوم ہوگا میں نے کہا کہ مرنے کہا مرنے کے بعد کہنے لگے تو قبر میں لعنت کیا کریں میں نے کہا کہ ہاں کوئی کام تو وہاں ہوگا نہیں بیٹھے ہوئے لعنت اللہ علی الیزید پڑھا کرنا یہاں تو کام کی باتوں میں لگو۔ خاتمہ کے خطرہ پر ایک بزرگی کی ایک حکایت یاد آئی کہ ان سے کسی کنجڑن نے سوال کیا کہ ملاجی تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی دم کہا کہ کبھی جواب دیے دیں گے۔ ساری عمر گذر گئی مگر اس کنجڑن کو کوئی جواب نہیں دیا جب مرنے لگے تو وصیت کی کہ میرا جنازہ اس کنجڑن کے دوکان کے سامنے سے نکالنا جب جنازہ وہاں پہنچا اس نے کہا کہ مر گئے میرے سوال کا جواب نہ دیا بس منہ کھول دیا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ الحمد اللہ آج میری داڑھی اچھی ہے تیرے بکرے کی دم سے اسی لئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوگیا۔ اب یہ حکایت صحیح ہو یا غلط مگر مثال اچھی ہے اور مثال دلیل نہیں ہوتی محض توضیح کے لئے ہوتی ہے غرض خاتمہ کے بعد پتہ لگتا ہے باقی اس سے پہلے تو مجدد صاحب کے ارشاد پر عمل ہونا چاہئے انہوں نے فرمایا ہے کہ مومن مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے مطلب یہ کہ کیا خبر کیا ہو جائے اور کیا خبر کیا ہو جائے اور کیا معاملہ پیش آئے کس کو خبر ہے خلاصہ یہ ہے کہ فضول سوالوں میں پڑنا

وقت کا ضائع کرنا ہے ہمارے بزرگ اس قسم کی گفتگو اور مباحثوں مناظروں کو پسند نہ فرماتے تھے خود کام لگے رہتے تھے اور دوسروں کو لگائے رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا قاسم صاحب دہلی تشریف رکھتے تھے اور ان کے ساتھ مولانا احمد حسن صاحب امروہی اور امیر شاہ خان صاحب بھی تھے شب کو جب سونے کے لئے لیٹے تو ان دونوں نے اپنی چارپائی ذرا الگ کو بچھالی اور باتیں کرنے لگے امیر شاہ خان صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ صبح کی نماز ایک برج والی مسجد میں چل کر پڑھیں گے سنا ہے وہاں کے امام قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا ک ارے پٹھان جاہل (آپس میں بے تکلفی بہت تھی) ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا اور زور سے فرمایا احمد حسن میں تو سمجھا تھا تو لکھ پڑھ گیا ہے مگر جاہل ہی رہا پھر دوسروں کو جاہل کہتا ہے ارے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قابل امامت نہیں رہا میں تو اس سے اس کی دینداری کا معتقد ہو گیا اس نے میری کوئی ایسی ہی بات سنی ہوگی۔ جس کی وجہ سے میری تکفیر واجب تھی گو روایت غلط پہنچی ہو تو یہ راوی پر الزام ہے تو اس کا سبب دین ہی ہے اب میں خود اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ غرضکہ صبح کی نماز مولانا نے اس کے پیچھے پڑھی یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جن کی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتا ان حضرات کی عجیب وغریب شان تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بجز کفار کے اور کسی سے مناظرہ نہ کرتے تھے بہت ہی مجبوری کے درجہ میں ایک مرتبہ بعض غیر مقلدین کا اور بعض شیعوں کا جواب لکھا۔ تحذیر الناس پر جب مولانا پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ: ایک مرتبہ میرے لکھے ہوئے اور حضرات مولانا محمد یعقوب صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح کردہ ایک فتویٰ پر سائل کی طرف سے کچھ اعتراضات آئے تھے۔ میں نے جواب لکھنے کی اجازت لینے کے لئے دکھلایا تو فرمایا کہ جواب مت لکھنا صرف یہ لکھ دو کہ ضروری جواب دیا جاچکا ہے باقی ہم مرغان جنگی نہیں کہ جنگ وجدال کا سلسلہ دراز کریں اگر ہمارے جواب سے اطمینان نہ ہو۔فوق کل ذی علم علیم ۔دوسری جگہ سے اطمینان کرلو ہم اس جنگ وجدل سے معاف رکھواب دوبات حضرت کی یاد آتی ہے کہ ردوکد میں وہی پڑھ سکتا ہے جس کو کوئی کام نہ ہواور جس کو کام ہوگا اس کی تو یہ حالت ہوگی جیسے ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کی داڑھی میں کچھ سفید بال آگئے حجام سے کہا کہ سفید بال چن چن کر نکال دینا۔نائی نے استرے سے تمام داڑھی صاف کر کے سامنے ڈال دی کہ لومیاں تم بیٹھے چنتے جاؤ مجھے اور بھی کام ہے مجھ کو چننے کی فرصت نہیں تو کام کا آدمی تو بکھیڑوں سے ضرور گھبراتا ہے یہ تو بےکار لوگوں کے مشغلے ہیں اسے برا کہہ لیا اس سے بھلا کہہ لیا اس پر فتویٰ دیا اس پر فتوی دیدیا۔

ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے ذکروشغل کرتے تھے بےچاروں کو مجھ سے محبت تھی ایک روز لوگوں سے کہنے لگے کہ یہاں پر سنت کے خلاف صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چشتی ، قادری ، نقشبندی ،سہروردی یہ تقسیم کسی ہے ، میں نے سن کر کہا کہ اصطلاحات ہیں سہولت تعبیر کے لیے نام رکھ لئے ہیں یہ کوئی طریق کا جزونہیں نہ مقصود طریق ہے اس کا انکار آپ کیلئے جائز ہے۔غرض کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے مگر لوگوں کی عجیب حالت ہورہی ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔خصوص عیب جوئی اور عیب گوئی کہ اس میں عام ابتلاء ہورہا ہے اپنے بدن میں تو کیڑے پڑ رہے ہیں ان کی خبر نہیں اور دوسروں کے کپڑے پر جومکھیاں بیٹھی ہیں ان پر نظر ہے ارے اپنے کو تو دیکھ کہ کس حال میں ہے۔

ایک مثال عیب چین کی ایک شخص نے عجیب بیان کی کہ باغ میں کوئی جاتا ہے تفریح سیر کے لئے ، کوئی پھول سونگھنے کے لئے اور کوئی پھل کھانے کے لئے مگر سور جب جائے گا نجاست ہی کو تلاش کرے گا کہ پاخانہ بھی کہیں ہے یا نہیں ایسے ہی اس عیب چیں کی مثال ہے کہ کسی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں مگر اس کی نظر عیوب ہی کی متلاشی رہتی ہے۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص طریق تربیت کو مثلاً میرے ہی طرز کو سب اچھا ہی سمجھیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا لڑکا حسین ہے تو کیا ضرور ہے کہ ساری دنیا اس کو حسین ہی سمجھے بلکہ یہ اچھا ہے کہ دوسرے اس کو بدشکل اور غیر حسین سمجھیں تاکہ لڑکا بچا تو رہے گا اور پاک صاف رہے گا۔اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ایک کی نظر میں اچھی نہیں معلوم ہوتی اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس طریق میں کام کرنے سے حقیقت کا پتہ چلتا ہے کام ہی کرنے سے راستہ سمجھ میں آسکتا ہے اور لوگ کام کرتے نہیں اسی لئے اس سے اجنبیت ہے باقی محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اور مضرت نہ ہو اور حقیقت سے دور جا پڑے جیسے ٹیڑھی کھیر کی حکایت ہے۔

ایک حافظ جی مادرزاد نابینا تھے ایک لڑکے نے ان کی دعوت کی حافظ جی نے سوال کیا کہ کیا کھلاؤ گے کہا کہ کھیر۔ حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کس رنگ کی ہوتی ہے لڑکے نے کہا جیسے بگلا، بگلا کیسے ہوتا ہے اب لڑکا کس طرح سمجھائے ہاتھ موڑ کر سامنے بیٹھ کر کہا ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے جو ٹٹول کر دیکھا تو کہاں کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اترے گی مشبہ نہ تو تھا بگلا اور لڑکا تھا پگلا کا طباق بھر کر لا کر سامنے رکھ دیتا کہ لو کھا کر دیکھ لو کھیر کیسی ہوتی ہے تو اسی طرح بیان کرنے سے اس طریق کی حقیقت معلوم ہو نہیں سکتی بلکہ اور بعد ہو جانے کا اندیشہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیل وقال و بحث وجدال اور فضول جواب وسوال چھوڑ و اور کام میں لگو۔ (ملفوظ 456)

## مدرسوں میں طریقت کی کوئی نہ کوئی کتاب ضرور داخل کرو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری رائے ہے کہ طریق کی ضروری کتابوں کو درس میں داخل کردیا جائے کچھ تو اجنبیت جاتی رہے گو پوری تکمیل نہ سہی اسی لئے کہ شیخ کی پھر بھی ضرورت رہے گی اس طریق میں شیخ سے کسی حال میں استغناء نہیں ہوسکتا۔مگر درس سے کچھ تو مناسبت ہوجائے گی۔(ملفوظ455)

## طریقت میں آدمی نکما نہیں بلکہ ہیرا سے زیادہ قیمتی ہوجاتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض محبان دنیا اس طریق کو اس لئے مضر سمجھتے ہیں کہ آدمی نکما ہوجاتا ہے مگر یہ بھی ہے کہ نکما ہو کس کا ہوجاتا ہے وہ ایسا نکما ہوجاتا ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں:

تا بدانی ہر کرا ایزداں بخواند
از ہمہ کار جہاں بیکار ماند
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

(تاکہ تم جان لو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے بلالیا۔یعنی اپنی طرف جذب کرلیا وہ سارے جہاں کے کام سے بے کار ہوگیا۔لہذا ہم اگر مفلس اور دیوانے (بے عقل) ہیں تو کچھ غم نہیں کیونکہ اس ساقی کی شراب کے اور اس کے پیمانہ کے مست ہیں۔تو اس دولت کے ہوتے ہوئے دولت دنیا کی اگر نہیں ہے تو کیا غم ہے۔

باقی یہ طریق ضروری اس قدر ہے کہ بدوں اس کے اپنی ہی حقیقت معلوم نہیں ہوتی میں

نے ایک شخص کے اندر مرض کبر محسوس کر کے اس کو بتلایا اتنی مدت تک اس کو پتہ نہ لگا۔ اسی طرح ایک شخص نے مجھ کولکھا کہ میں کس چیز کا علاج کروں مجھ میں کوئی مرض ہی نہیں، دیکھئے مریض ہوکر اپنی صحت پر اطمینان تھا۔ (ملفوظ 454)

## اعمال ناقص ہی سہی مگر نہ ہونے سے ہونا بہت ہی اچھا ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضرور سمجھنا چاہئے کہ ہمارے اعمال ناقص ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کرے کہ نہ ہونے سے ہونا اچھا ہے جیسے مال گذاری ادا کرنا ہے اور کل روپیہ پاس نہ ہوتو جو ہو وہی ادا کرو۔ بازار میں جارہا ہے اور ہاتھ میں کچھ نہیں اس سے یہ زیادہ اچھا ہے کہ کھوٹا روپیہ سہی وہ آٹھ ہی آنہ میں چلے گا تو سہی سیر بھر مٹھائی نہ آوے گی آدھ ہی سہی۔ (ملفوظ 452)

## سلسلہ میں داخل ہوکر جس شخص میں انکسار اور فنا کی شان پیدا نہ ہوئی تو وہ شخص بالکل محروم ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کبر اور خود رائی کا مرض آجکل تقریبا عام ہو گیا ہے خصوص لکھے پڑھوں میں۔ ایک شخص نے جو قاری مشہور تھے یہ استفتاء کیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے پیچھے میری نماز ہوجاتی ہے یا نہیں وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ سب سے زیادہ فاضل اور عامل میں ہوں حالانکہ یہ لوگ بزرگوں کے صحبت یافتہ اور حضرت مولانا کے مرید تھے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر سلسلہ میں داخل ہوکر انکسار اور فنا کی شان نہ پیدا ہوئی جو اس طریق کی پہلی سیڑھی ہے تو وہ شخص بالکل محروم ہے اس قرات پر یاد آیا کہ ایک بار حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اتفاقا

رات کو کہیں سے آرہے تھے راستہ میں حضرت حبیب عجمی کا گھر آ گیا وہ تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے خیال ہوا کہ میں بھی ان کا اقتداء کرلوں گا مگر دیکھا کہ بعض حروف ان کے نزدیک صحیح نہ تھے اسی لئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی حضرت حق جل شانہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا ہے کہ وہ سب میں زیادہ آپ کو محبوب ہو حکم ہوا: **الصلوۃ خلف الحبیب العجمی**، یعنی ان کے پیچھے نماز پڑھنا کہ وہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ غلطی مفسد صلوۃ تھی مفوت تحسین ہوگی۔ (ملفوظ 450)

## میں چاہتا ہوں کہ تعویذ گنڈوں کی وجہ سے میرے پاس سفر کر کے کوئی نہ آئے مجھے انقباض ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والوں کے لئے مصلحت یہ ہے کہ پہلے خطوط سے آنے کی اجازت حاصل کرلیا کریں۔ خصوص جبکہ عورتیں بھی ساتھ آنا چاہیں اور اول تو میں عورتوں کے آنے کو پسند ہی نہیں کرتا اس سے آگے کو راہ کھلتی ہے اس لئے میری رائے ہے کہ ایسے موقع پر بالکل خشک جواب دیا جاوے تا کہ راہ بند ہو۔ سہارنپور سے دو عورتیں بلا اجازت واطلاع کے آ گئیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آسیب کا خلل ہے اور بھی بعض بیماریوں کو بیان کیا۔ میں نے کہا کہ بعض امراض کا تعلق تو طبیب سے ہے اور بعض کا عامل سے میں دونوں فن سے واقف نہیں تو آنا ہی بے کار ہو گیا اور میں اصل میں یہ چاہتا ہوں کہ تعویذ گنڈوں کی وجہ سے میرے پاس سفر کر کے کوئی نہ آوے اس سے مجھے سخت انقباض ہوتا ہے اگر یہ دروازہ کھلے تو عوام کا ہجوم ہو جاوے کیونکہ تعویذ گنڈوں کے معتقد دنیا میں بکثرت ہیں اور مجھ کو اس سے سخت انقباض ہوتا ہے۔

میں نے ان عورتوں سے کئی بار یہ بھی دریافت کرایا کہ اس کے علاوہ اور کچھ کہنا ہے کہا کہ نہیں تو اس سفر کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور یہ سب بے اصول کام کرنے کے کرشمے ہیں روپیہ صرف کیا وقت صرف کیا سفر کی صعوبت اور پریشانی اٹھائی اور دوسرے کو پریشان کیا کیا اچھا ہوتا کہ چھ پیسے صرف کر کے ایک جوابی کارڈ کے ذریعہ معلوم کرلیتیں تو راحت ہی راحت تھی۔ (ملفوظ 446)

## دوسرے کے معاملات میں بلا ضرورت دخل دینا سم قاتل ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسروں کی فضول فکر اور دوسروں کے معاملات میں بلا ضرورت دخل دینا آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے اور یہ اس راہ میں سم قاتل ہے کہ اپنے اختیارات کا تو اہتمام نہ کرے اور دوسروں کے اختیاریات میں مشغول ہو جاوے جو اس کے اعتبار سے غیر اختیاری ہے اسی کے متعلق فرماتے ہیں کار خود کن کار بے گانہ مکن۔ (ملفوظ 427)

## مدرس اور اہل علم پر بلا واسطہ یا بواسطہ حکومت مت کرو

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اہل علم پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد نہ تھا محض مدرسین کی دیانت پر ایک خاص موقع پر رکھ دیا گیا تھا کہ وہ مدرسہ میں اپنے آنے کا وقت اس میں خود لکھ دیا کریں۔ میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ ان پر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور مدرسہ کی رقم زائد دے دینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس معمول سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا مہینہ کے ختم پر منٹ تک جمع کر کے ان کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود بھی بلا واسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔

## غیرمسلموں سے اظہار اسلام کا طریقہ

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے بھوپال میں ایک ہندو عورت کو مسلمان کیا اس پر مقدمہ چلا ان کی عدالت میں طلبی ہوئی حاکم نے دریافت کیا کہ تم نے اس عورت کو مسلمان کیا انہوں نے بیان میں کہا کہ مسلمان تو پہلے ہی ہو چکی تھی ( کیونکہ جب دل سے اسلام کو حق مان لیا تو باطن میں تو وہ شخص مسلمان ہو گیا ) میں نے مسلمان نہیں کیا اس نے مجھ سے اظہار اسلام کا طریقہ معلوم کیا میں نے وہ طریقہ بتلا دیا کہ کلمہ پڑھ لو اسلام کا اظہار ہو جائے گا اس پر عدالت دنگ رہ گئی۔ جب اللہ تعالی عقل اور فہم فرماتے ہیں بڑی مشکل سے مشکل بات سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔ (ملفوظ 422)

## آمین کی تین قسمیں

فرمایا کہ ایک مقام میں غیر مقلدوں اور حنفیوں کا آمین بالجہر پر جھگڑا تھا مقدمہ بازی کی نوبت آئی ایک انگریز تحقیق واقعہ کے لئے مقرر کیا گیا اس رپورٹ میں عجیب وغریب مضمون لکھا کہ میں نے تحقیق کیا تو احادیث میں آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں کا ثبوت معلوم ہو گیا مگر آمین بالشر کا کہیں ثبوت نہیں ہوا لہذا آمین کی تین قسمیں ہوئیں، آمین بالجہر، آمین بالسر، آمین بالشر، پہلی دو قسموں کی اجازت ہونا چاہئے اور آمین بالشر کی ممانعت ہونا چاہئے۔

فرمایا کہ بعض غیر قوم کے لوگ بھی بڑے عالی دماغ ہوتے ہیں یہ شخص کیسے واقعہ کی حقیقت تک پہنچ گیا۔ اور واقعی بعضے مدعیان عمل بالحدیث سنت سمجھ کر آمین بالجہر نہیں کہتے بلکہ شورش کی نیت سے وہ آمین بالشر ہی ہو جاتی ہے۔ (ملفوظ 408)

## اگر کوئی ناجائز نوکری میں پھنسا ہوا ہے تو کب اور کیسے اسے چھوڑے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے بلا وجہ نوکری چھوڑ دی تھی پھر باوجود بہت

کوشش اور سعی کے بھی تمام عمر نوکری نہیں ملی۔فرمایا کہ اپنے ذریعہ معاش کو چھوڑنا بلاضرورت شدید شرعی مناسب نہیں یہ بھی ایک قسم کی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ضعیف ناجائز ذریعہ کی کوشش میں لگارہے اور حکمت یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اب معصیت ہی میں مبتلا ہے اسباب معاش چھوڑ دینے کے بعد افلاس ہوگا اور اسی سے جو پریشانی ہوگی اس میں اندیشہ کفر کا ہے اور اب معصیت وقایہ ہورہی ہے کفر کا۔فرمایا کہ کیسی حکیمانہ بات فرمائی ہاں اگر جائز صورت مل جائے تو اس وقت اس ناجائز کو چھوڑ دے۔(ملفوظ403)

## اگر عذر کی آپ نے اطلاع کردی تو وعدہ پورا ہوگیا ورنہ نہیں

فرمایا میں ایک مرتبہ دیوبند سے کسی جگہ جاتا ہوا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری کے پیر سے ملا ہوں ان کا نام بھی شاہ عبدالرحیم ہی تھا۔اچھے بزرگ تھے سہارنپور ہی میں ملاقات ہوئی۔یہ مجھے صحیح یاد نہیں رہا انھوں نے فرمایا تھا کہ پھر بھی ملنا یا میں نے خودغرض کیا تھا کہ میں اس سفر سے واپسی میں حاضر ہونگا مگر دیوبند دوسری طرف سے چلا آیا دیوبند پہنچکر خیال آیا کہ بزرگوں سے وعدہ کرکے خلاف کرنا اچھا نہیں خلاف ادب ہے میں نے دیوبند سے لکھا کہ میں اس عذر کی وجہ سے کہ دیوبند دوسرے راستہ سے چلا آیا حاضری سے مجبور رہا عذر کی وجہ سے وعدہ خلافی ہوئی جوابی ٹکٹ بھی بھیجا تھا مگر جواب آیا کہ عذر کی اطلاع دے دینا بھی ایفاء وعدہ ہی ہے وعدہ خلافی نہیں فرمایا کہ بزرگوں کی باتیں بھی بزرگ ہوتی ہیں۔کیسے کام کی بات فرمائی اور انھوں نے میرے لیئے دعائیں کیں۔میرے پاس بزرگوں کی دعاؤں کی ہی پونجی ہے اور عمل وغیرہ جیسے کچھ ہیں ان کی حقیقت تو مجھ کو ہی معلوم ہے۔(ملفوظ402)

## غیر مقلدوں کے مذہب کا خلاصہ

ایک سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے ایک حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ فلاں فلاں بزرگ سماع سنتے تھے ان مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہر بزرگ میں کچھ کمزوری ہوتی ہے اگر ہر ایک میں اس کی کمزوری کو لے کر جمع کر کے عمل کیا جاوے تو دین تو کچھ رہے گا ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا) ہے جس کا نتیجہ اکثر بد دینی ہے۔(ملفوظ 397)

## اگر آدمی ہر شخص کی مرضی کو پورا کرنے کے چکر میں لگ جائے تو کوئی کام بھی نہیں کر سکتا

ایک صاحب کی بے ڈھنگی پن کی گفتگو سے حضرت والا کو اذیت پہنچی اس کی شکایت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں یہ واقعہ اس واسطے ظاہر کرتا ہوں کہ سب کے کانوں میں پڑ جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ ایسی بات دوسروں کی اذیت کا سبب ہوتی ہے گو دارو گیر کے اس طرز سے میں بدنام ہوتا ہوں مگر بدنامی ہوا کرے اور حضرت عام نیک نامی تو کسی حالت میں بھی نہیں ہو سکتی پھر اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص مع اہل وعیال سفر میں چلا خود گھوڑی پر سوار بیوی بچوں کو پیدل ہمراہ لیا ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ کیسا سنگدل آدمی ہے بچوں اور بیوی کو پیدل مار رکھا ہے اور ہٹا کٹا خود چڑھا جا رہا ہے سمجھا کہ ٹھیک کہہ رہے ہیں خود اتر لیا اور بیوی کو سوار کر دیا پھر ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے کہا کہ زن مرید ایسے ہی ہوتے ہیں جورو کا غلام۔ خود پیدل مصیبت اٹھا رہا ہے اور اس کو بیگم بنا کر سوار کر رکھا ہے

سمجھا کہ یہ بھی ٹھیک کہہ رہے سب سوار ہو گئے ایک گاؤں ملا لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ ارے! اس گھوڑے کو کیوں ترسا ترسا کر مارا ایک گولی نہ ماردی دیکھ! کتنے آدمی لئے آخر سب اتر لئے اور لگام پکڑ کر چلا۔ لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ دیکھو ناشکرے ایسے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے گھر کی سواری دی پھر سب مر رہے ہیں۔ ارے باری باری چڑھتے اتر چلے جاتے دوسرے جب سوار ہی ہونا نہ تھا تو ساتھ لے کر چلنے کی کون سی ضرورت تھی گھر پر ہی باندھ آنا تھا۔ تب یہ سمجھا کہ جب کوئی شق بھی اعتراض سے محفوظ نہ رہی اور سب پر ہاتھ صاف کیا گیا تو ایسی تیسی میں جائیں اب جو اپنے جی میں آئے گا اس پر عمل کرینگے تو حضرت کس کس کی مرضی کو پورا کیا جائے اگر آدمی اسکے پیچھے پڑے تو کوئی کام بھی نہیں کرسکتا۔ (ملفوظ 396)

## اللہ نے ہر بندہ کیلئے جو حالت تجویز کی ہے اس میں اس کی مصلحت کی رعایت رکھی ہے جس کے اسباب سب کیلئے جدا جدا ہیں

فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالی نے اپنے بندوں کے لئے جو حالت بھی تجویز فرمائی ہے اس میں ان کے مصالح کی رعایت رکھی ہے جس کے اسباب سب کے لئے جدا جدا ہیں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ایک حدیث لکھی ہے یہ حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں بعضے بندوں کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ اگر دولت مند رہیں تو ان کا ایمان رہے گا اور اگر مفلس ہو جاویں تو ایمان نہ رہے گا اور بعضے بالعکس بعضوں کو اگر تندرست رکھوں تو ایمان رہے گا اور اگر بیمار رکھوں تو شکوہ شکایت کرتا پھرے گا اور ایمان برباد کردے گا اور بعضوں کو بیمار رکھوں تو ایمان درست رہے گا اور اگر تندرست رکھوں تو ایمان کھو بیٹھے گا میں اپنے بندوں کو خوب جانتا ہوں اس لئے کہ حالات میں تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے تو سمجھنا

چاہئے کہ جس وقت جو حالت میں نے مقرر کی ہے وہی حالت حافظ ایمان ہو گی خوب کہا گیا ہے۔
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔ (ملفوظ393)

## عرفی خوش اخلاقی سے دماغ خراب ہوتا ہے

ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ الحمد اللہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے معمولات سب کے سب نہایت مفید وراحت بخش ہیں مگر آج کل کے علماء ومشائخ کی عرفی خوش اخلاقی نے عوام کے دماغ بگاڑ دیئے کہ وہ ان معلومات کو تشدد سمجھتے ہیں۔ (ملفوظ392)

## میں تعویذ گنڈے کے کام کا آدمی نہیں ہوں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کچھ اپنی پریشانیاں لکھی ہیں مقدمہ وغیرہ کی اور یہ بھی ہے کہ کوئی وظیفہ یا عمل مجرب بتلا دیں میں نے جواب لکھا ہے کہ مجرب کی قید کا مجھے کوئی عمل یاد نہیں فرمایا کہ میں اس کام کا آدمی ہوں ہی نہیں میں نے کسی عمل کا بھی تجربہ نہیں کیا اور نہ کسی عامل سے آج تک حاصل کیا اگر مجرب کی قید سے نہ پوچھتے جو مناسب سمجھتا لکھ دیتا۔ (ملفوظ389)

## خیال کا تصرف کتنا بڑا ہوتا ہے؟

اصول طب کا ذکر تھا اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ طب میں جہاں تفریح کی اور چیزوں کو مدون کیا ہے دو چیزوں کو مدون نہیں کیا ایک تو مال کا مالک بننا اور چھوٹے بچوں سے مشغول ہونا ایک طبیب بھی مجلس میں موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ شیخ بوعلی سینا نے لکھا ہے دق کے علاج میں کہ اس کو مال کثیر کا مالک بنا دیا جاوے یہ بھی اس مریض کے اچھا ہونے کی تدبیر ہے فرمایا کہ یہ بھی لکھا ہے؟ فرمایا واقعہ حکیم تھا ان چیزوں سے طبیعت کو اور خیال کو

قوت پہنچتی ہے اور خیال کو ایسے آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اس قوت خیالیہ پر ایک حکایت یاد آئی سہارنپور میں ایک گنوار کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش ہوا جن کا نام ظہیر عالم تھا کہنے لگا ذرا ٹھہر جا میں نے دیوبند والے حاجی سے ترے واسطے ایک (توتج) تعویذ لکھوالیا تھا وہ میں باہر بھول آیا وہ لے آؤں تب پوچھیو کیا پوچھے گا حاکم اس وقت تک آزاد خیال کے تھے ایسی چیزوں کے یہ لوگ معتقد نہیں ہوتے حکم دیا جالے آ دیکھیں ترے تعویز سے کیا ہوتا ہے وہ گنوار اجلاس سے باہر آیا اور اپنے کسی رفیق سے تعویذ لیا اور اس کو پگڑی میں رکھ کر اجلاس پر حاکم کے سامنے حاضر ہوا اور کہا کہ دیکھ یہ رکھا ہے پگڑی میں اب پوچھ لے جو پوچھنا ہے اس نے اظہار لے کر اور اس کو بگاڑ کر مقدمہ اس شخص کے خلاف کرنے کے ارادہ سے فیصلہ لکھنا شروع کیا مگر فیصلہ لکھنے کے بعد جو اس کو پڑھتے ہیں دیکھا تو فیصلہ اس کے موافق لکھا ہوا پاتے ہیں اتنا بڑا تصرف ہوتا ہے خیال کا حاکم سخت متحیر ہوئے اور دیوبند حاضر ہوکر حاجی صاحب کے سامنے اپنے پہلے خیال سے تائب ہوئے۔(ملفوظ 387)

## عربی پڑھئے اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے

فرمایا میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر عربی دین کی غرض سے بھی نہ پڑھے تو دنیا ہی کے واسطے ضرور پڑھے اس سے اعلی درجے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے مگر آجکل ہمارے ان کرتوں پاجاموں کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا جانتے ہوں گے یہ تو یونہی اول جلول ہیں اور انگریزی لباس چاہے وہ گاڑھے ہی کا ہو کوٹ پتلون تو اس کو قابلیت کی دلیل سمجھتے ہیں اور ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک یہ لباس عزت کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک وہ لباس دین کے خلاف ہے۔ **فانا نسخر منکم کما تسخرون**۔ ہنسنے کا جواب یہ ہے۔(ملفوظ 375)

## مصلحتوں کے علم کے بغیر مشورہ دینا خلاف دین ہے

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے یہ صاحب اہل علم ہیں لکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں تکلیف دینے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر چونکہ میں اپنے کو غلام بنا چکا ہوں اس لیے کوئی نقل وحرکت بلا مشورہ نہیں کرنا چاہتا فلاں معاملہ میں حضرت والا سے مشورہ درکار ہے (جواب) بلا استیعاب مصالح مشورہ دینا خلاف دین ہے اور مجھ کو استیعاب حاصل نہیں اس لئے میں مشورہ نہیں دے سکتا۔ (ملفوظ 373)

## کچھ نمازیوں کو نماز میں دیکھ کر انگریز کے دل میں کیسے عظمت پیدا ہو جاتی ہے

اس کا ذکر تھا کہ اگر مسلمان احکام اسلام کی پابندی پوری طرح کریں تو غیر مسلم اقوام پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے فرمایا ایک ماہواری رسالہ میں ایک انگریز کے رسالہ کا ترجمہ نکلا تھا میں نے اس میں حکایت دیکھی کہ وہ انگریز عرب کے کسی علاقہ میں سیاحت کے لئے گیا اور اس نے وہاں چند بدوی رہنمائی وغیرہ لے لئے ملازم رکھے جو اس کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر رہتے تھے اور کوئی کام۔ بدویوں نے بغیر اس کی اجازت ایک دم گھوڑے روک لیے اس کو تعجب ہوا کہ بدون اس کی اجازت کے یہ کیا کیا دیکھا تو وہ سب اتر کر کسی جگہ پانی جمع تھا وہاں پہنچے اور وضو کر کے صف بستہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے اس نے یہ منظر پہلی ہی بار دیکھا تھا ان کو دیکھتا رہا وہ انگریز لکھتا ہے کہ جس وقت میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا ہے تو ان کی ایک عظمت میرے قلب میں پیدا ہوئی ادھر میں نے اپنے کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوں تو اس وقت میں ان کی صف سے الگ کھڑا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک معزز جماعت کے سامنے ایک ذلیل آدمی کھڑا ہو بس یہ اول تاریخ تھی جس میں مجھ کو اسلام کے ساتھ محبت ہوئی اور اس کے بعد سے مجھ کو ان بدوؤں پر حکمرانی کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی فرمایا یہ انگریز اس روز سے محبان اسلام

میں داخل ہوگیا گو مسلمان تو نہیں ہوا مگر اسلام کی محبت وقعت وعظمت اس کے قلب میں پیدا ہوگئی فرمایا کہ ایک دوسرا واقعہ ہے یہاں کے ایک رئیس بیان کرتے تھے کہ ریل کے سفر میں میرا ایک انگریز کا ساتھ ہوگیا میں نماز کے وقت پر نماز پڑھنے لگا وہ اس سے قبل بہت ہی آزادی سے کمر لگائے ہوئے بیٹھا ہوا اخبار دیکھ رہا تھا مگر مجھ کو نماز پڑھتے دیکھ کر اس نے پھر کمر نہیں لگائی نہایت ادب کے ساتھ پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گیا انہی رئیس کا ایک دوسرے ہمراہی سفر انگریز کے ساتھ ایک واقعہ ہے کہ ان کو استنجے کی ضرورت ہوئی یہ ریل کے ڈبہ میں ٹہلتے ہوئے استنجا سکھلانے لگے فراغت کے بعد انگریز نے ان سے کہا کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں انھوں نے کہا کہ ضرور کہنے لگا یہ طریقہ استنجا سکھانے کا کیا اسلام کی تعلیم ہے کہ سب کے سامنے اس طرح پر استنجا سکھایا جائے انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرا فعل ہے اسلام کی تعلیم نہیں کہنے لگا مجھ کو بھی تعجب ہوا کہ اس طریق میں تو ایک قسم کی بے حیائی ہے اور اسلام نہایت مہذب مذہب ہے وہ ایسی بے حیائی کی تعلیم نہیں دے سکتا دیکھئے اس پر کس قدر اثر ہوا۔ (ملفوظ 374)

## مرنے کے بعد روح کو دکھ اور تکلیف نہیں ہوتی قلق اور حزن ہوتا ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعد مرجانے کے جسم کو قطع کرنے سے یا اس کے احراق سے کیا روح کو کوئی تکلیف ہوتی ہے فرمایا روح کو الم یعنی دکھ نہیں ہوتا البتہ قلق وحزن ہوتا ہے جیسے مثلاً کسی کی رضائی بدن سے اتار کر جلا دی جائے تو چونکہ اس سے ایک زمانہ تک ملابست رہ چکی ہے اس پر قلق اور رنج ہوتا ہے مگر ایسی تکلیف نہیں ہوتی چاہے پھاڑیئے چیریئے اسی طرح روح کو ایسی چیزوں سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہاں قلق ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ موانست ہے۔ (ملفوظ 370)

## آج کے آدمیوں کی معراج کمال کیا ہے؟

(ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کمال کی غایت مقصودہ مال رہ گیا تمام کمالات کا خلاصہ یہی ہے۔ (ملفوظ 367)

فائدہ: حضرت حکیم الامتؒ نے ایک ہی لفظ میں لوگوں کے کمالات کا خلاصہ جو پیش کیا ہے وہ واقعۃً سو فیصد صحیح ہے، اللہ تعالیٰ ہمارا مقصود دنیا نہ بنائے بلکہ آخرت بنائے، آمین۔ مذکورہ مختصر مگر جامع ملفوظ پڑھیئے اور غور کیجئے کہ ہم لوگ کہاں ہیں اور کہاں جارہے ہیں؟۔

## تبلیغ کی دو شرطیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امر بالمعروف کے وجوب کی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مخاطب سے توقع ہو قبول کی اور کم از کم کسی ضرر کا خوف نہ ہو اور ایک یہ کہ مخاطب کو اس کا علم نہ ہو اور اکثر یہی ہے کہ جہاں علم نہ ہو وہاں توقع ہوتی ہے قبول کی اور اگر علم ہو تو اکثر ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ (ملفوظ 353)

## شیخ سے مناسبت نہ ہونے کی بنا پر طریق سلوک نازک ہے ورنہ بالکل آسان ہے

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طریق سلوک بہت نازک طریق ہے بظاہر،، وما جعل علیکم فی الدین من حرج،، کے خلاف معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ یہ لوگ توجہ نہیں کرتے۔ اس واسطے نزاکت پیدا ہوجاتی ہے اگر توجہ کریں تو آسان ہوجائے حقیقت میں کوئی نزاکت نہیں مگر چونکہ لوگوں کو اس راہ سے بوجہ عدم طلب مناسبت نہیں۔ اس لئے دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نازک ہونے کا حکم کیا جاتا ہے پس کوئی تعارض نہیں۔ (ملفوظ 325)

## دار العلوم کی سر پرستی سے استعفاء کی وجہ

ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسہ کے متعلق فرمایا کہ جب کس مشورہ پر عمل نہیں کرتے نہ خود کوئی مشورہ لیتے ہیں تو ایسی سر پرستی سے فائدہ ہی کیا۔ اسی وجہ سے سر پرستی چھوڑ کر ہلکی طبیعت ہوگئی اور اگر کبھی پوچھتے بھی ہیں اور مشورہ بھی لیتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔ (ملفوظ323)

## ایک حافظ صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو مانگوں گا ملے گا آپؐ نے فرمایا میں اللہ سے دعا کروں گا

آج صبح دس بجے والی گاڑی سے دو صاحب حاضر ہوئے بعد مصافحہ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے؟ عرض کیا کہ کلکتہ سے حاضری ہوئی اور بمبئی ہوکر حج کا ارادہ ہے اور یہاں پر حاضری کی غرض محض حضرت والا کی زیارت ہے دریافت فرمایا کہ یہ دوسرے صاحب کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ میرے عزیز ہیں فرمایا آپ کبھی اس سے قبل مجھ سے ملے ہیں؟ عرض کیا کہ یہاں ایک مرتبہ حاضر ہوا تھا فرمایا کہ بالکل یاد نہیں میرا حافظہ زیادہ قوی نہیں۔ بعض لوگوں کا حافظہ غضب کا ہوتا ہے ایک عالم بزرگ حافظ محمد عظیم تھے پشاوری جو نابینا بھی تھے ان کے پوتے دیوبند میں درسیاست سے فارغ ہوکر یہاں پر آئے بھی تھے یہ معلوم ہوا کہ ان کے پوتے ہیں بے حد جی خوش ہوا اس لئے کہ میں پہلے سے حافظ صاحب کا معتقد تھا ایک صوبہ دار تھے میرے ہم نام کانپور میں انہوں نے حافظ صاحب کے حافظہ کے متعلق مجھے بیان کیا تھا کہ دس برس بعد بھی اگر کوئی مصافحہ کرتا فوراً ہاتھ لگنے سے بتلا دیتے ہیں اور ان کا نا بینا ہونا بھی عجیب ہی طرح پر ہوا تھا۔ (ملفوظ321)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی حضور نے فرمایا کہ کچھ مانگو عرض کیا کہ حضور ملے گا جو میں مانگونگا فرمایا ہم اللہ سے دعا کریں گے عرض کیا کہ تمنا یہ ہے کہ اب آپ کو دیکھا ہے اس کے بعد ان آنکھوں سے کسی کو نہ دیکھوں اگر دیکھوں تو آپ ہی کو دیکھوں صبح کو سونے سے اٹھے تو نابینا تھے مگر اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہتی تھی۔ اپنی آنکھوں کو نثار کر دیا کتنی بڑی محبت کی بات ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کے پوتے جو یہاں پر آئے تھے کیا حضرت سے بیعت بھی ہو گئے ہیں فرمایا کہ بیعت ہی ہونے آئے تھے میں نے بیعت کر لیا۔

## نماز یا ذکر شروع کر کے چھوڑنا بہت ہی بے برکتی کا سبب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں طلبہ کو ذکر و شغل نہیں بتلاتا اس لئے کہ تجربہ ہے کہ ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے تو شروع کر کے چھوڑنا پڑے گا شروع کر کے چھوڑنا یہ نہایت بے برکتی کا سبب ہے بخاری کی حدیث اسکی دلیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،، **یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یصلی باللیل ثم ترکہٖ**،، (اے عبد اللہ اس شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو نماز پڑھا کرتا تھا اس کو چھوڑ دیا۔ 12) اور جو نہ بھی چھوڑا تو اس میں کمی ہو گی جو اہم ہے اور سلف کے مجمع پر قیاس نہ کیا جاوے اس وقت ویسی قوت نہیں ہے البتہ علم سے فارغ ہو کر ذکر و شغل کرے اور ایسے وقت شروع کرے کہ پھر کرتا ہی رہے چھوڑے نہیں کہ بے برکتی سے محفوظ رہے۔ (ملفوظ 312)

## حقیقی آزادی اہل اللہ ہی کو حاصل ہے

(ملفوظ 51) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کی جی ہاں لوگ آزادی اور حریت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس لیے یہ مرض ایسا عام ہو گیا، کہ سلطنت اور حکومت سے تو

آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں خدا سے بھی آزاد ہوگئے، خدا کا بھی خوف قلوب سے جاتا رہا، یہ سب الحاد ہے، بدفہمی کی بھی کوئی حد نہیں رہی، حریت کس آزادی کو کہتے ہیں؟ آیا حق سے آزاد ہونے کو یا غیرحق سے اس لیے کہ ایمان والے کیلئے تو حق کی غلامی ہی باعث فخر اور باعث فلاح اور بہودی ہے اور یہ آزادی بھی اللہ والوں ہی کو میسر ہے اور جو مدعی ہیں آزادی کے ہزاروں طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں حقیقی آزادی خاصان حق ہی کو حاصل ہے ان کی یہ حالت ہے کہ وہ دنیا سے آزاد اور حق کے پابند اور غلام ہیں اس غلامی پر لاکھوں کروڑوں آزادیاں قربان ،جن کو اس غلامی کا راز منکشف ہوگیا وہ تو بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند

شکاری نجوید خلاص از کمند

(اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا اس کا شکار اس کے جال سے نکلنا نہیں چاہتا)

میں اس پر ایک حکایت بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک عاشق جو اپنے محبوب کی تلاش میں برسوں سرگرداں اور پریشان پھرتا تھا اتفاق سے ایک روزہ یہ چلا جارہا تھا کہ اس محبوب نے خاموشی سے آکر پیچھے سے آغوش میں لے کر اس زور سے دبایا کہ اس کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں سے جا ملیں، آنکھیں نکل آئیں دم گھٹنے لگا اس حالت میں محبوب دریافت کرتا ہے کہ اگر میرے دبانے سے تم کو تکلیف ہوتی ہے تو میں تم کو چھوڑ کر اور کسی کو جا کر اپنی آغوش میں دبا لوں اس وقت وہ اگر عاشق صادق ہے تو یہ کہے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(تیری تلوار سے ہلاک ہونا خدا کرے دشمن کے نصیب میں نہ ہو، تیری خنجر آزمائی کے لئے دوستوں کا سر حاضر ہے۔) (ملفوظ 51)

## مادہ کے اعتبار سے انسان عالم صغیر ہے اور روح کے اعتبار سے انسان عالم کبیر ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکماء انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں اور صوفیہ کبیر کہتے ہیں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: **لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس**، جس میں تصریح ہے انسان کے صغیر ہونے کی اور اس صورت میں حکماء اور صوفیہ کے کلام میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور حکماء کی تائید کلام پاک سے ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض کچھ نہیں اس لئیے کہ انسان میں دو درجہ ہیں ایک کے اعتبار سے حکماء کا قول صحیح ہے یعنی مادہ کے اعتبار سے تو انسان عالم صغیر ہے، جیسا لفظ خلق اس پر دال ہے اور روح کے اعتبار سے عالم کبیر ہے اور اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ کے اکثر دقائق لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اس لئے ان کے اقوال کو بظاہر دلائل کے معارض سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت ہوتی ہے مثلاً اس وقت میں نے ہی حکماء اور صوفیہ کے قول کو بیان کیا بتلایئے ان میں کیا تعارض ہے۔ (ملفوظ 306)

## میرے پاس کیا خاک علم ہے یہ کلمہ تکبر کا ہے تواضع کا نہیں

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مولوی صاحب یہ فرماتے تھے کہ مجھ میں کبر کا مرض بہت زیادہ تھا مگر خانقاہ کے زمانہ قیام میں وہ کبر جاتا رہا اور یہ معلوم ہوا کہ مَیں کچھ نہیں۔ حضرت والا نے کہا آپ کے اس کہنے پر مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا، ایک شخص نے مولانا کے علم کی تعریف کی مولانا نے فرمایا میرا کیا خاک علم ہے۔ اس نے کہا آپ تواضع سے

فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو تکبر کا ہے تواضع کا کلمہ نہیں ۔ یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جس کی دور تک علم پر نظر ہواس کو دیکھ کر یہ ہی کہے گا تو یہ کلمہ تواضع کا کہاں ہوااس میں تو علم کثیر کا دعوی ہوا پھر فرمایا کہ بڑے ہی کام کی بات فرمائی اس لئے کہ بعض نفی بھی اثبات پر دلالت کرتی ہے ۔(ملفوظ302)

## حضرت حاجی صاحب کی حضرت کو نصیحت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں جو آجکل دعوی نہیں کرتا وہی دبا ہوا نظر آتا ہے لوگ اسی کے پیچھے پڑے رہتے ہین اگر وہ بھی زبان کھولے اور قلم ہاتھ میں لے تب حقیقت معلوم ہو چنانچہ مجھ پر آئے دن عنایت فرماؤں کی عنایتیں ہوتی رہتی ہیں وہی ہے جو میں نے عرض کی یعنی میری خاموشی ،حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا تھا کہ جو شخص تم سے الجھے سب رطب و یابس اس کے حوالے کر کے الگ ہو جاؤ بڑی ہی پاکیزہ تعلیم ہے اس کی بدولت بڑے بکھیڑوں سے نجات مل گئی ۔(ملفوظ301)

## مایوس ہرگز مت ہو کام کئے جاؤ اور لئے جاؤ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے حق تعالی سے اچھی امید رکھنی چاہئے وہ بندہ کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ اللہ کے ساتھ گمان رکھتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندے کیساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت اور طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ

واقعی ایسی ہی ذات ہے۔اس قائل نے بہت بڑے اوراہم مضمون کو دولفظوں میں بیان کر دیا، ہاں لگا رہنا شرط ہے اورایک یہ ضروری امر ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہےاور یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے،خلاصہ میرے بیان کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی اور مستقبل کے مراقبہ کی ضرورت نہیں ۔اگر بدون قصد خیال آجائے تو ماضی کی کوتا ہیون پرتو بہ استغفار کرلیا کرے،بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کرخسران کا سبب ہوجاتا ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں پہلے کیا تھااوراب کیا ہوگیااور میں کچھ ہوا یا نہیں؟ کن جھگڑوں میں وقت ضائع کیا کام میں لگوان فضولیات کی چھوڑو۔کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہوتو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیون نہ ہوایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلیٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوکر رجوع کرے اور آئندہ کیلئے عزم استقلال کا کرے پھرتو جس نے کبھی ساری عمر اللہ کا نام نہ لیا ہواور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اورلہو ولعب میں بربادکیا ہواس کیلئے بھی رحمت کادروازہ کھلا ہوا ہےاسی کوفرماتے ہیں ؎

باز آباز ہرآنچہ ہستی باز آ
گر کافر وگبرو بت پرستی باز آ
ایں درگہ مادرگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(توجو کچھ بھی ہے )حتی کہ )اگر کافرومشرک اور بے دین بھی پھر بھی توبہ کرلے تو ہم قبول کرلیں گے کیونکہ یہ ہماری درگاہ ہے جہاں مایوسی نہیں ہے اگر سوبار توبہ کرلے، پھرتوڑ دی ہو۔ اور پھرتوبہ کرلو۔تب بھی قبول ہے۔

جو بندے کے لیے مشکل ہے وہ خدا کے لیے آسان ہے ایسی ذات سے کون مایوس ہوسکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست
با کریماں کارہا دشوار نیست

(تو یہ مت کہہ کہ ہماری رسائی اس دربار تک نہیں ہے کیونکہ کریموں کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے وہ اپنے کرم سے تم کو خود اپنی طرف کھینچ لیں گے۔)

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے یحیی بن اکثم جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ بھی ہیں ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا حق تعالیٰ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: مجھ کو حاضر کر کے ارشاد ہوا کہ ارے بڑے بوڑھے تو نے فلاں عمل کیا؟ فلاں معاملہ کیا اس کا کیا جواب ہے؟ میں خاموش رہا ارشاد ہوا کہ بولتا کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دوں سوچ رہا ہوں ارشاد ہوا کہ کیا سوچ رہا ہے میں نے عرض کیا میں نے حدیث کی روایت کی ہے، ان اللہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم، کہ حق تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں لیکن یہاں اس کا عکس دیکھ رہا ہوں، اب حیران ہوں اگر حدیث صحیح ہے تو یہ کیا قصہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث صحیح ہے جاؤ اعمال سے قطع نظر کر کے آج صرف بڑھاپے پر رحم کر کے بخشش کئے دیتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

دلم مید ہد وقت ایں امید
کہ حق شرم دارد ز موئے سفید

(میرا دل ہر وقت یہ امید رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ بوڑھے آدمی کا لحاظ فرماتے ہیں۔)

اور ایک حکایت ہے ایک نوجوان کی اگر ظاہر نظر سے دیکھا جائے تو ایک مسخرہ پن سا معلوم ہوتا ہے مگر واقع میں منشا اس کا خشیت تھا اس شخص کو اپنے اعمال بد کی وجہ سے خوف تھا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے ایک دوست کو وصیت کی کہ غسل کے بعد میری داڑھی پر تھوڑا سا آٹا مل دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا اس نے بیان کیا کہ نکیرین نے حق تعالیٰ کے حکم سے یہ سوال بھی کیا کہ ایسی وصیت کی کیا وجہ تھی عرض کیا کوئی نیک عمل میرے پاس نہ تھا مجھ کو خوف ہوا اور حدیث میں نے علماء سے سنی تھی کہ اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے حیا کرتے ہیں میں بوڑھا بھی نہ تھا اور بوڑھا بننا اختیاری بھی نہ تھا اسلئے میں نے وصیت کی تھی کہ میری داڑھی کو آٹا مل دینا تاکہ بوڑھوں کی ساتھ تشبہ تو ہو جائے اور یہ اختیاری تھا حکم ہوا کہ جاؤ اسی وجہ سے بخشش کی جاتی ہے یہ عمل تمہارا پسند آیا۔ دیکھئے رحمت حق بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

(میں نے اپنے کسی نفع کے لیے مخلوق کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندوں پر بخشش اور کرم کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کیا نعوذ باللہ وہ جھوٹ ہو سکتا ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنی بہانہ سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ بخاری کے شیخ اتنے بڑے شخص ہیں مگر حدیث دانی حدیث خوانی حدیث رانی سب ختم ہوگئی اگر بخشے گئے تو داڑھی کے سفید ہونے پر اور نجات تو چھوٹی بات پر بھی ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات مواخذہ نہیں ہوتا۔ یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ مواخذہ بھی چھوٹی سی بات پر ہو جاتا ہے مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں۔

اب رہا یہ کہ کوئی بڑی کو چھوٹی خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے جیسے ایک رئیس خاں صاحب تھے انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کونسی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے انبیٹے والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا۔

عرض کیا کہ حضرت یہ ہی کفر شرک کی باتیں فرمایا کہ خان صاحب یہ کفر وشرک تو چھوٹی باتیں ہیں اوران سے بڑی کونسی ہونگی۔ بس اسی طرح اگر کوئی بڑی کو چھوٹی سمجھ لے تو اس کا کیا علاج؟ ایک بزرگ بہت بھولے تھے ایک باورچی بہت منہ چڑھا تھا اور مولوی صاحب اس کے معتقد تھے فرمایا کرتے تھے کہ اس میں سب محاسن ہیں صرف ایک ذراسی کسر ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اب بتلایئے اتنی بڑی کسر کو مولوی صاحب ذراسی کسر بتاتے ہیں۔ (ملفوظ 297)

## توقع کی تکلیف بیہودگی کی تکلیف سے سخت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والوں سے ان کی بیہودگیوں پر تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر ان سے کسی منفعت کی توقع کی تکلیف نہیں ہوتی یہ توقع کی تکلیف بیہودگیوں کی تکلیف سے اشد ہے اب تو صرف یہ تکلیف اس سے ہوتی ہے کہ توقع تو اور جواب کی تھی اور ملا اور جواب مگر منفعت کی توقع کی تکلیف نہیں ہوتی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو معلوم ہو ہی جاتا ہوگا قرائن سے کہ یہ اس مزاج کا آدمی ہے اور اس فہم کا فرمایا کہ معلوم ہو جانے پر بھی بیہودہ حرکت سے طبعا تکلیف ضرور ہوگی گو قصد تکلیف دینے کا نہ ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کے سوئی چبھودی جائے گو قصد نہ ہو مگر اس سے تکلیف تو ضرور ہوگی وہ تو نہیں رک سکتی اس خیال سے کہ یہ بدفہم ہے یا قصد نہیں ہے گو اس کو معذور سمجھ کر سخت مواخذہ نہ کریں گے مگر تکلیف تو ہو ہی گی۔ (ملفوظ 293)

## شیخ سے اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا ضروری ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ سے اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا بہت ضروری ہے بدوں اس کے اصلاح نہیں ہوسکتی اس کی مثال ایسی ہے جیسے حکیم صاحب ایک نسخہ لکھ دیں اور یہ ساری عمر پیتا رہے اور حالات کی اطلاع نہ دے کیا علاج ہوسکتا ہے۔(ملفوظ286)

## تقریظ کا مضمون کتاب پر کوئی اثر نہیں ہوتا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے کتابوں پر تقریظ لکھوانے کو ایک زائد چیز سمجھنا بلکہ نفرت رہی چنانچہ میری کسی کتاب پر تقریظ نہیں اور یہ اس لئے کہ اگر نافع ہے تو لوگ بلا تقریظ بھی دیکھیں گے اور اگر نافع نہیں تو تقریظ کے بعد بھی نہ دیکھیں گے تقریظ کا مضمون کتاب پر کوئی اثر نہیں ہوتا ایک زائد سی چیز معلوم ہوتی ہے جس کا کوئی حاصل نہیں۔(ملفوظ270)

## حضرت حاجی صاحبؒ کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری اولاد ہیں ان کو سلام کہنا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرخ شاہ فاروقی کابلی ہمارے اجداد میں سے ہیں حضرت شیخ فریدالدین، شاہ عبدالعزیز صاحب، شمس بازغہ کے مصنف، حضرت مجدد صاحب یہ سب فاورقی ہیں ان میں اکثر فرخ شاہ کی نسل میں ہیں مجھ کو بعض اقوال سے اپنی فاروقیت میں کچھ وسوسہ ہو گیا اور وسوسہ اس لیے کہا کہ تواتر کے بعد کوئی قول موجب شک نہیں ہوسکتا میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس دوڑا وا آیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم فاورقی ہو میں کہا کہ بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر آتا ہوں میں اس وقت ڈرا کہ دیکھئے کیا

آ کر کہہ دے وہ دوڑا ہوا گیا اور دوڑا ہوا آیا اور کہا میں نے پوچھا تھا یہ فرمایا کہ ہاں ہماری اولاد میں ہے اس سے وہ وسوسہ بھی جاتا رہا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ خواب میں دیکھا فرمایا کہ حاجی صاحب ہماری اولاد میں سے ہمارا اسلام کہنا اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر دینا مرید نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا آپ نے فورا سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا کہ لو سر پر ہاتھ رکھ دو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں؟ آپ نے فرمایا کہ میاں یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے تب مرید نے سر پر ہاتھ رکھا۔ (ملفوظ 272)

## مفتی کو مسئلہ میں تشقیق کرنا چاہئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہ کرنا چاہئے بلکہ سائل سے ایک شق کی تعیین کرا کر صرف اس کا جواب دیدینا چاہئے تجربہ سے معلوم ہوا بڑے کام کی وصیت ہے، مفتیوں کے کام کی بات ہے، کیونکہ تشقیق میں بعض اوقات اپنے مفید شق کا دعوٰی کرنے لگتا ہے۔ (ملفوظ 268)

## عربی زبان میں سب زبانوں سے زیادہ شوکت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عربی زبان میں سب زبانوں سے زیادہ شوکت ہے دیکھئے عائش اور عائشہ جیون اور جیونی کا ترجمہ ہے مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور اردو میں آ کر کیسا رکیک معلوم ہوتا ہے، اسی طرح فارسی کی ایک خاص خاصیت ہے یعنی جس طرح وہ آتش پرستوں کی زبان ہے اسی طرح اس میں آگ ہے شورش ہے۔ (ملفوظ 267)

## جو شخص اپنی اصلاح خود نہ چاہے اس کی اصلاح مشکل ہے

فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے کچھ شکایتیں خاوند کی لکھ کر لکھا ہے اگر میں بڑے اطوار سے منع کرتی ہوں تو نہایت زجر وتوبیخ سے پیش آتا ہے کوئی ایسا تعویذ یا وظیفہ بتلادو جس سے اس کی اصلاح ہو جائے میں نے لکھ دیا ہے کہ اگر کہنے میں کوئی مضرت کا اندیشہ نہ ہو تو نہایت نرمی اور خوشامد سے کہہ دیا کرو ورنہ مجبوری ہے کہو ہی مت، پھر فرمایا کہ کہیں وظیفوں اور تعویذوں سے اصلاح ہوتی ہے جو شخص اپنی اصلاح خود نہ چاہے اس کی اصلاح مشکل ہے۔ (ملفوظ265)

## جہاں عزت اور محبت دونوں جمع ہو جائیں تو محبت کو غالب رکھنا چاہئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے قصبہ والوں کو میرے ساتھ عقیدت زیادہ ہے مگر محبت ہے اور عقیدت سے تو مجھ پر بوجھ ہوتا ہے ہاں محبت سے حظ ہوتا ہے اور اگر دونوں چیزیں جمع ہو جاویں تو عقیدت پر محبت کو غالب کرنا چاہئے ایک صاحب نے عرض کیا کہ عقیدت ہی سے تو محبت ہوتی ہے فرمایا کہ اول تو یہ غلط ہے بدون عقیدت بھی محبت ہوتی ہے دیکھئے اہل وعیال سے محبت ہوتی ہے عقیدت نہیں ہوتی پھر اگر شروع میں ایسا ہوا بھی ہو مگر ترتب آثار کے وقت بناء عقیدت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا صرف محبت ہی موثر ہوتی ہے دیکھئے صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو محبت ہوئی گو وہ رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر جب خدمت کرتے تھے اس وقت رسالت کا خیال بھی نہ آتا تھا مثلاً ہدیہ وغیرہ جو دیتے تھے رسالت کی بناء پر تھوڑا ہی دیتے تھے تو ابتداء میں محبت رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی، مگر اس کے بعد کرتے تھے وہ صرف محبت کی وجہ سے۔ (ملفوظ262)

## نہ میں سخت ہوں اور نہ میرے یہاں سختی ہے الحمدللہ مضبوط ہوں اور میرے یہاں مضبوطی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں فخر یہ نہیں کہتا اللہ کا شکر ہے کہ کہیں بھی اس قدر وسعت اور سہولت نہیں جس قدر میرے یہاں ہے اس قدر تو توسع اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ تنگی ہے سختی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ سختی اور چیز ہے اور مضبوطی اور چیز ہے ریشم کا رسا مضبوط تو اس قدر ہوتا ہے کہ اگر ہاتھی کو اس میں باندھ دیا جائے تو وہ بھی نہیں توڑ سکتا مگر نرم اس قدر کہ جس طرح چاہو اس کو موڑ توڑ لو اور جہاں چاہے گرہ لگا لو تو میں سخت نہیں اور نہ میرے یہاں سختی ہے ہاں الحمدللہ مضبوط ہوں میرے یہاں مضبوطی ہے۔ (ملفوظ 260)

## انگریزوں نے ہم سے تہذیب سیکھی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزوں نے ہم سے تہذیب سیکھی ہے یا ہم نے ان سے؟ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے، یوں مت کہو کہ ہم میں ان کا سا انتظام ہے، کیونکہ وہ چیزیں کہاں سے لائے یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی ہیں جن کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور دوسری قوم نے اختیار کرلیا، اس غفلت اور بے خبری کی کوئی حد ہے کہ اپنی چیزوں کو دوسروں کی سمجھتے ہیں۔ (ملفوظ 229)

## مسلمان جب بھی تباہ ہوئے ظلم کے سبب

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان ظلم کے سبب تباہ ہوئے اب ہندوؤں نے ظلم شروع کیا ہے ان شاء اللہ یہ بھی تباہ ہوں گے ہنود کے پاس روپیہ ہے قانون دان ہیں مسلمانوں کے پاس کوئی

سامان نہیں مگر ان کو کسی مادی سامان کی ضرورت بھی نہ تھی اگر یہ حق تعالی کو راضی رکھتے۔ تمام پریشانیوں کی جڑ خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق کا نہ رکھنا ہے اور یہ مسلمانوں کی انتہائی بدفہمی ہے، غیر قوموں کی بغلوں میں جا کر گھستے ہیں ان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا۔ حصر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ تمہارا کوئی بھی دوست نہیں سوائے اللہ اور رسول اور مومنین کے۔ (ملفوظ 224)

## اہل اللہ کے پاس کچھ لینے جاؤ ان کو دینے مت جاؤ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جو طالب کہلاتے ہیں ان کی بھی یہ حالت ہے کہ آتے ہیں اصلاح کی غرض سے اور چاہتے یہ ہیں کہ ہماری آؤ بھگت ہو، خاطر تواضع ہو کھانا پینا بھی نفس کے موافق ہو، مگر میرے یہاں بحمد اللہ کوئی سامان اس قسم کی دلجوئی کا نہیں، سب دلشوئی کے سامان ہیں، پہلے بزرگوں نے اصلاح کے متعلق طالبوں پر بڑی بڑی سختیاں کی ہیں، میں تو اس قدر سختی کرتا بھی نہیں، حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم علاؤ الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں مدت دراز تک رہے اور ان کے ساتھ برتاؤ کی یہ حالت رہی کہ آنے میں ذرا دیر ہوگئی تو اسطرح خطاب ہوتا تھا کہ ارے آیا نہیں کیا ٹانگیں ٹوٹ گئیں؟ مشہور یہ ہے کہ سچ مچ ٹانگوں سے معذور ہو جانے پر فرماتے جلدی چلو ٹانگیں ٹھیک ہو جاتیں اور اس سے بھی سخت سخت الفاظ سے پکارا جاتا ہے، بڑے دھکے مکے کھا کر آدمی بنتا ہے، اب تو بدون پل صراط کو طے کئے ہوئے جنت میں جانا چاہتے ہیں، خادمیت سے گھبراتے ہیں، اتباع سے عار ہے، بس ان کو مخدوم بنا دو، اس زمانہ میں کچھ ایسا زہریلا اثر پھیلا ہے کہ ہر شخص کے اندر الا ماشاء اللہ کبر بھرا

ہوا ہے، دماغوں میں گوبر ہے، پھر جب طالب ہوکر تمہارا یہ حال ہے تو دوسرا ہی تمہاری کون غلامی کرنے لگا؟ وہ بھی آزاد ہے، خصوص یہاں تو نرالا ہی رنگ ہے، یہ للو پتو اور جگہ ہے، یہاں پر تو قدم قدم پر روک، ٹوک، محاسبہ، معاقبہ، دار گیر ہوتی ہے، بعد میں کہیں جا کر دوسری چیزیں ہیں پہلے میزان عدل ہے، پھر پل صراط، اس کو طے کرنے کے بعد جنت ہے۔ (ملفوظ 221)

## عاشقوں کی یہی حالت ہونی چاہئے جب ہی وہ عاشق ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل عشق کی شان ہی جدا ہوتی ہے، یہ حضرات بظاہر اس عالم میں نظر آتے ہیں مگر معنی اس عالم میں نہیں ہوتے، ہر وقت محبت میں غرق رہتے ہیں، نہ ہنسنے کا خیال، نہ رونے کا، نہ کسی سے ملنے کا شوق، نہ کھانے کمانے کی فکر، عشق ایسی ہی چیز ہے اور یہ حالت بدون عشق نہیں ہوسکتی، یہ عشق ہی کا خاصہ ہے کہ سوائے محبوب کے سبکو فنا کر دیتا ہے اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

عشق آن شعلہ است کوچوں برفروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند از ونگہ آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
مرحبا اے عشق شرکت سو زرفت

گویا اسی کا ترجمہ گلزار ابراہیم میں کیا گیا ہے۔

عشق کی آتش ہے ایسی کہ بلاسوا معشوق کے سب کو جلا دے۔

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ حضرات مغلوب ہونے کی وجہ سے معذور ہیں ان کو اپنی ہی خبر نہ تھی ان پر ملامت کر کے اپنی عاقبت خراب کرنا ہے کسی کو کیا خبر کہ ان پر کیا گذرتی ہے۔ (ملفوظ 220)

## صاحب مقام راسخ ہوتا ہے اور صاحب حال میں بکثرت تغیر ہوتا رہتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کوئی قاعدہ کلیہ اس طریق کا نہیں کیونکہ یہ طریق عشق ہے اور عشق کا انضباط ہی کیا مردہ کا کیا انضباط وہ تو زندہ کے ہاتھ میں ہے مردہ بدست زندہ مشہور ہے اسی کو مولانا نے کہا ہے۔

خفتہ از احوال دنیا روز وشب
چوں قلم در پنجہ تقلیب رب

حق تعالیٰ کا عاشق دنیا کے رات دن کے احوال سے بے خبر ہوتا ہے جیسے کہ قلم دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اسی طرح عاشق احکام خداوندی کا تابع ہوتا ہے۔

البتہ صاحب مقام راسخ ہوتا ہے اس میں انقلاب کم ہوتا ہے، بخلاف صاحب حال کے کہ اس کی کیفیات میں بکثرت انقلاب ہوتا ہے اور ناواقف لوگ صاحب کیفیات ہی کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں حالانکہ کوئی چیز نہیں اصل چیز مقام بھی ایک اصطلاح میں حال ہی ہے، مگر ہے راسخ اور اس درجہ کے شخص کے واردات بھی قابل اتباع ہوتے ہیں گو دوسروں کے لیے نہ سہی مگر خود اس کے لئے قابل اتباع ہوتے ہیں، حتی کہ اگر وہ ان واردات کا اتباع نہ کرے تو اس کو کچھ نہ کچھ نقصان ہوجاتا ہے، بستی میں ایک بزرگ رہتے تھے ایک اور مسافر بزرگ اس بستی میں آئے انہوں نے ان سے ملنے کا ارادہ کیا مگر ان کے قلب پر وارد ہوا کہ مت جاؤ یہ نہیں گئے تھوڑی دیر بعد پھر ارادہ کیا کہ ملنا چاہئے پھر وارد ہوا کہ مت جاؤ، اس پر خیال ہوا

کہ وجہ کیا ایک بزرگ اور نیک شخص ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خیال بے بنیاد ہے ضرور ملنا چاہئے اٹھ کر چل دیئے تھوڑی چلے تھے ٹھوکر لگی اور گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی الہام ہوا کہ تمہیں ملنے سے منع کیا گیا تھا اس منع کی کیوں مخالفت کی؟ بعد میں ممانعت کی معلوم ہوئی کہ وہ بزرگ بدعتی تھے جن کی ملاقات سے منع کیا گیا تھا تو وارد کی عدم اتباع پر اس قسم کی تکوینی سزا ہو جاتی ہے، مگر اخروی سزا نہیں ہوتی بس یہ ضرر ہوتا ہے اور وجہ اس کی غور سے کام نہ لینا ہے ملامت اس پر ہوتی ہے کہ واقعہ میں تحقیق اور اختیار کیوں نہیں کی؟ اس طریق میں بہت ہی دقیق باتیں پیش آتی ہیں، اس واقعہ میں احتیاط یہی تھی کہ نہ ملتے کیونکہ اگر وہ شخص واقع میں بزرگ ہی تھے تب بھی ان سے ملنا کوئی واجب تو نہ تھا پھر اصول صحیحہ سے تحقیق کر سکتے ہیں، ایسے امور میں خاص سمجھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ (ملفوظ 219)

## سلسلہ چشتیہ والے کی یہ شان ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو فرمایا کہ چشتیہ حضرات کے زیادہ بدنام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو شانیں زیادہ غالب ہیں ایک شان مسکنت اور دوسری شان عشق اور بعض خلاف ظاہر باتوں کا عاشق سے غلبہ حال میں سرزد ہو جانا بعید نہیں اور ایسے حضرات پر طعن اور تشنیع کرنا جہل سے ناشی ہے ان معترضوں نے عشاق کو دیکھا ہی نہیں خوب کہا ہے ؎

تو ندیدی گہے سلیمان را

چہ شناسی زبان مرغاں را

(تو نے کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا نہیں تو جانوروں کی زبان کو کیا سمجھتے سکتا ہے۔

جیسے خود کورے ہیں ایسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

(کاملین کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (جو جانور ہے ) اور شیر (دودھ) مشابہ ہوتے ہیں۔

حج ہی کے ارکان کو دیکھ لیجئے کہ ان میں سب متانت اور مشیخیت دھری رہ جاتی ہے۔(ملفوظ 82)

## بیعت ہونے کے بعد نفع کب اور کس کو ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں نفع کے لیے دو چیزیں خاص طور پر ضروری ہیں ایک اطلاع ، اور ایک اتباع ، یعنی تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع اور ایک تیسری چیز اور ہے جو سب سے پہلی شرط ہے یعنی مناسبت یہ سب سے زیادہ اس لئے اہم ہے کہ تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع تو ختیاری ہے، اور مناسبت غیر اختیاری ہے اور ہونے پر بھی کبھی خفی ہوتی ہے، کثرت سے مخالطت کرنے سے بھی ظہور نہ ہو تو چاہئے کہ دوسری جگہ تعلق تلاش کرے۔(ملفوظ 77)

## طلب اور اخلاص کے ساتھ دین پر چلتے رہو خود بخود راستہ کھلتا نظر آئے گا ہمت مت ہارو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دین میں تنگی نہیں اگر تنگی ہوتی تو حضور یہ نہ فرماتے الدین یسر (دین آسان ہے ) اور جو آدمی اس میں تنگی سمجھتا ہو یہ اس کی نظر کا قصور ہے، میں اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں جیسے ایک سڑک ہے سیدھی جس میں کہیں ٹیڑھا پن نہیں اور چوڑی بھی اس

قدر ہے کہ اس میں چار پانچ موٹر برابر چل سکتے ہیں اور سڑک پر دورویہ درخت کھڑے ہیں اور یہ مسئلہ ہے علم مناظر کا اور مشاہدہ بھی ہے کہ نگاہ دور پہنچ کر اس قدر سمٹ جاتی ہے کہ درخت باہم ملے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں، اب جو شخص حقیقت سے ناواقف ہے وہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کرسکتا، اس کو وہم ہے کہ آگے سڑک بند ہے مگر جو حقیقت سے باخبر ہے واقف ہے اس سے کہے گا کہ تو چلنا شروع کر ہمت نہ ہار جہاں تک کھلا ہوا نظر آرہا ہے وہاں تک چل آگے پھر راستہ کھلا ہو نظر آویگا اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید

خیرہ یوسفؑ دارمی باید دوید

(اگر چہ عالم میں کوئی راستہ نظر نہیں آتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہئے)

جب تک تم نے چلنا شروع نہیں کیا اسی وقت تک تم کو دین کے راستہ میں تنگی اور دشواری نظر آتی ہے ذرا چلنا تو شروع کرو بخود راستہ کھلتا نظر آئے گا جو تمہارے لئے مشکل ہے جب راستہ میں قدیم رکھو گے سب آسان نظر آوے گا ذرا تو ہمت سے کام لو اسی کو مولانا فرماتے ہیں

تو مگو مارابداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

(تو یہ مت کہہ کہ اس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے کیونکہ کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

مرد باید کہ ہراساں نشود

مشکلے نیست کہ آساں نشود

(مرد کو چاہیے کہ گھبراوے نہیں کوئی مشکل ایسی نہیں جو آسان نہ ہوجائے۔(ہمت شرط ہے)

اور اسی دشواری کے تو متعلق مولانا فرماتے ہیں ۔

اے خلیل یہاں شعلے اور دھواں نہیں ہے

یہ سب نمرود کا دھوکہ اور جادو ہے

اور یہ دشواریاں اور تنگی سب خیالی ہیں حقیقی نہیں اور اگر بالفرض واقعی بھی ہوں تو خلوص اور طلب وہ چیز ہے کہ دشواریوں کو ھباء منثورا کردیتی ہیں دیکھئیے ! جب زلیخا حضرت سیدنا یوسفؑ کو بہانے سے محل کے اندر لے گئی تو اس محل کے آگے پیچھے سات دروازے تھے اور ہر ایک دروازہ پر ایک ایک مضبوط قفل لگا تھا جب یہ اطمینا ہوگیا کہ ساتوں دروازے نہایت مضبوطی سے بند ہوچکے تب اپنی خواہش کا اظہار کیا، اب ظاہر ہے سیدنا یوسف علیہ السلام اگر بھاگنا بھی چاہیں تو کہاں جاسکتے ہیں؟ اس حالت میں اگر ان کو حق تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل نہ ہوتا اور ہماری جیسی ان کی بھی ہمت ہوتی تو وہاں سے خلاصی کی کیا صورت ہوسکتی تھی مگر شان نبوت کا اقتضاء یہ اعتقاد فرما کر سیدنا یوسف علیہ السلام دروازہ کی طرف دوڑے آپ کا دوڑنا تھا اور قفلوں کا خود بخود ٹوٹ ٹوٹ کر دروازہ کھل جاتا تھا اسی طرح ساتوں دروازوں سے باہر ہوگئے اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید

خیرہ یوسف داری باید ددید

دراصل بات یہ ہے کہ جو تنگی ہم کو دین میں نظر آتی ہے وہ تنگی خود ہمارے اندر ہے دین کی مثال بالکل آئینہ جیسی ہے کہ ہماری ہی صورت اس کے اندر نظر آتی ہے جیسے ایک حبشی سفر کررہا تھا

راستہ پر ایک شیشہ پڑا ہوا نظر آیا اس کو اٹھا کر اپنی صورت جو اس میں دیکھی تو کالی صورت موٹے موٹے ہونٹ بے ڈھنگی ناک نظر آئی اس نے کبھی آئینہ نہ دیکھا تھا یہ سمجھا کہ اس کے اندر کوئی دوسرا شخص ہے شیشہ کو دور مارا اور کہا کہ ایسا بدصورت تھا تب ہی تو یہاں ڈال دیا گیا تو جناب ہی کی صورت تھی مگر الزام شیشہ پر اسی طرح تنگی تو اپنے اندر اور الزام دین پر جیسے ایک عورت بچے کو پاخانہ پھرا کر اور کپڑے سے پونچھ کر عید کا چاند دیکھنے لگی عورتوں کو عادت ہوتی ہے اکثر ناک پر انگلی رکھ کر بات کرتی ہیں چاند دیکھتے وقت ناک پر بھی اتفاق سے انگلی رکھی تھی اور اس کا پاخانہ لگا رہ گیا تھا تو کہتی ہے کہ اے ہے ابکے چاند سڑا ہوا کیوں ہے بھلا بتایئے چاند اور بدبو وہ بدبو تو اپنے میں تھی مگر الزام چاند پر۔

## بدعتی اور اہل حدیث میں فرق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کی کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحبؒ اور مولانا محمد صاحبؒ کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلایئے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں میں تو مولانا فیض الحسن صاحب کا قول نقل کیا کرتا ہوں بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان، مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی۔ (ملفوظ 55)

## مہتمم مدرسہ اور سرپرست حضرات اساتذہ کا احترام حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے سیکھیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عدل اور حفظ حدود کی بے حد کمی ہے مجھ کو بحمد اللہ اس کا بڑا خیال رہتا ہے مثال کے طریق پر ایک بات عرض کرتا ہوں گو بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی طالب علم داخل ہونے آتا ہے تو میں خود اس کو ساتھ لے کر استاد کے سپرد کر کے آتا ہوں استاد کو یہاں پر بلا کر نہیں سپرد کرتا اس میں ان کے احترام اور اعزاز کو ملحوظ رکھتا ہوں اور کبھی کبھی جو بلا لیتا ہوں وہ اس لئے کہ کہیں ان میں عجب نہ پیدا ہو جائے اور یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ہم میں بھی مخدومیت کی شان ہے یہ باب تربیت بھی نہایت ہی دقیق ہے ہر بات کی دقیق دقیق رعایت کرنی پڑتی ہے۔ (ملفوظ 47)

## جو بات فطری اور سادہ و بے ساختہ ہو دل کو اچھی لگتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جو چیزیں فطری ہیں ان میں تعلیم کی ضرورت نہیں دیکھ لیجئے بچوں کی باتیں اور ان کی حرکات کیسی پیاری معلوم ہوتی ہیں، جو بات بھی ہوتی ہے بے ساختہ اور بے تکلف ہوتی ہے، اس لئے کہ فطری بات ہے بناوٹ کا ذرا نام نہیں ہوتا یہ تو بڑے ہو کر بگڑتے ہیں خدا معلوم کہ کیا زہر مل جاتا ہے، ایک بچہ کو میں نے چھیڑا اس نے کوسا اللہ کرے بڑے ابا مر جائیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو خوش ہوگا کہ میں نے بہت بڑی بد دعاء کی حالانکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر سے نکل کر بھٹکتا پھرتا ہو اور اس کو کوئی کہے کہ خدا کرے تو اپنے گھر چلا جا یہ تیری بد دعاء ایسی ہی ہے خیر یہ تو جو کچھ بھی سہی اس وقت اس کا بے ساختہ یہ کہنا ایسا پیارا معلوم ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ (ملفوظ 41)

## اہل علم ودین کو پڑھائی کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش ہنر وغیرہ ضرور سیکھ لینا چاہئے تاکہ تحقیر اور سوال سے بچ سکیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء کو علاوہ پڑھنے پڑھانے کے اور بھی کوئی کام آنا چاہئے جو ذریعہ معاش ہو سکے، بدون ظاہری وجہ معاش کے لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں، اس ذلت سے بچنے کے لئے مولویوں کو کوئی کام دستکاری سیکھنا چاہئے پھر سیکھنے کے بعد چاہے اس سے کام نہ لیں، مگر سیکھ لیں ضرور اہل علم کی ذلت کسی طرح گوارہ نہیں ہوتی، آج کل بددینوں کا زمانہ ہے اہل دین اور اہل علم دین کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں، بحمد اللہ یہاں پر آ کر تو سب کا مزاج درست ہو جاتا ہے خرد ماغوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلبہ اور اہل علم میں بھی اسپ دماغ ہیں جو اہل دنیا خصوص اہل مال سے اس قسم کا برتاؤ کرتا ہوں جس کو لوگ خشکی کہتے ہیں، اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ ان کے دماغوں میں خناس بھرا ہے ان کے دماغوں کو درست کرتا ہوں اگر تمام اہل علم اور اہل دین ان کے دروازوں پر جانا چھوڑ دیں تو ایک دن میں ان کے دماغ صحیح ہو جائیں گے اور پھر یہ خود ان کے دووازوں پر آنے لگیں خصوص اہل مدارس اگر ذرا صبر سے کام لیں تو یہ خرابی نہ رہے بڑے پیمانے پر اہل دنیا خصوص اہل مال کے دماغ درست ہو جائیں، مجھے اہل علم کی ذلت ایک لمحہ کیلئے گوارا نہیں مگر دل کس طرح ڈال دوں۔ (ملفوظ 39)

☆☆☆☆☆

## سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

### ﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

**فرمایا:** سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ و دیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہو جاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سو سو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلا دیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

### ﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

**فرمایا:** سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہو کر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلا دیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

## شیطان سے بچنے کا ہتھیار

**فرمایا:** دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالی کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ جمائے، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرمالیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔
(سورہ الاعراف، آیت:201)

ترجمہ: بلاشبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔



(حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی**

**خلیفہ ومجاز بیعت**

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

## شجرہ: سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے

اوردر و د و نعت ختم الانبیا ء کیو ا سطے

اور سب اصحاب وآل مجتبی کے واسطے

رحم کر مجھ پر الہی اولیاء کے واسطے

بالخصوص ان اولیائے باصفاکے واسطے

مولوی اشرف علی شمس الہدی کے واسطے

حاجی امداداللہ ذوالعطاکے واسطے

حاجی عبدالرحیم اہل غزاکے واسطے

شیخ عبدالباری شہ ِبے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیزدوسرا کے واسطے
شہ محمد اور محمد ی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل وراکے واسطے
نشہ نظام الدین بلخی مقتداکے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبد قدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمدعارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیراولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکرگنج بقاکے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریا ء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیاکے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارساکے واسطے
شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ وِلا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے وا سطے
شیخ ابو اسحاق شامی خوش اداکیواسطے
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے
شیخ حسن بصری امام اولیا ء کیواسطے
ہا دی عالم علی شیر خدا کیواسطے
سرورعالم محمد مصطفے کے واسطے
یاالٰہی اپنی ذات ِ کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کیو اسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطاکیواسطے
کررہا ئی کا سبب اس مبتلا کیو اسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نواکیواسطے
ہے عبادت کا سہا ر ا عابدو ں کیو اسطے
ہے عصا ئے آہ مجھ بے دست وپاکیواسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سداکیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے



# معمولات

## صبح و شام

معمولات اور ان کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کو ان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں۔ راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت وعاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

### ﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کو شروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ________ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْه ________ 100 بار

درود شریف۔ ________ 100 بار

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ________ 200 بار

اِلَّا اللّٰه۔ ________ 400, بار

اَللّٰهُ اللّٰه۔ ________ 600, بار

اَللّٰهُ۔ ________ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم ازکم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔ ایک منزل

## شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100، بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

## طبقۂ ثانیہ صبح کے معمولات

اَللّٰھُمَّ طَہِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ______ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

اَللہُ اللہ۔ ______ 100، بار

اللہ۔ ______ 100، بار

کم از کم سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ ______ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

## شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100، بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

## طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ______ 100، بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَر۔ ___ 100، بار

## طبقۂ اخیر کیلئے

## صبح کے معمولات

لَا اِلٰهَ اِلَّا الله۔ ______ 33، بار

أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَيْه۔ ______ 33، بار

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ___ 33، بار

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

## شام کے معمولات

لَا اِلٰهَ اِلَّا الله۔ ______ 33، بار

استغفار۔ ______ 33، بار

درود شریف۔ ______ 33، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# {مؤلف کا تعارف}

نام : محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)

ابتدائی تعلیم :

ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)

فراغت : سنہ ۱۹۹۱ء

# بعد فراغت مصروفیات

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

**حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں:**

فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

**موجودہ مصروفیات :**

خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔

# مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادو ٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴۔تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔تنقید ایک بُری عادت ہے۔

۱۶۔جنت کے حسین محلات اور لذیذ و نفیس نعمتیں۔

۱۷۔تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲ ۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اور اخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلد سوم۔

۲۸۔اصلاحی واقعات جلد چہارم۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نماز اور ان کے ضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کے آئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کا حریص،رسوائی اور وبال کا طالب ہے۔

۳۴۔روح اور نفس کے اوصاف احوال اور انجام۔

۳۵۔اتحاد واتفاق کے بغیر آپ کی جماعت کا فیل ہونا طے ہے۔

۳۶۔علماء کرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۷۔مزارات اولیاء کرامؒ اور ان کے فیوض وبرکات برحق ہیں۔

۳۸۔دعاء کا صحیح طریقہ۔

۳۹۔رجب المرجب اور شعبان المعظم پر ایک تحقیقی مطالعہ۔

## ﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کر دیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کر دے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

**نوٹ:**

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں